قادیانیت

نبوتِ محمدیؐ کے خلاف بغاوت

حکیم محمود احمد ظفر





قادیانیت: نبوت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت

قادیانیت: نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت

حکیم محمود احمد ظفر

دار النوادر
الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور فون: ۰۳۰۰ ۸۸۹۸۶۳۹

بیاد
پروفیسر عبدالجبار شاکر
۱۹۴۷-۲۰۰۹

۱۴۳۳ ہجری ۲۰۱۲ء

نام کتاب : قادیانیت: نبوت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت

تصنیف : حکیم محمود احمد ظفر

اہتمام : دارالنوادر

مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور

ترتیب



پیش لفظ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ اما بعد!

قادیانیت اسلام کے نام پر دین اسلام اور نبوت محمدیؐ کے خلاف کھلی بغاوت اور بالکل ایک متوازی دین ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک دنیا کے تمام کلمہ گو مسلمان (ڈیڑھ ارب کے قریب) جوان کے متنبی مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہیں لائے تمام دائرۂ اسلام سے خارج، کافر اور جہنمی ہیں، صرف ان کی جماعت والے ہی سچے اور حقیقی مسلمان ہیں۔

مسلمانوں میں یہ فتنہ انیسویں صدی کے آخر میں اسلام کے بدترین دشمن برطانوی استعمار کا پیدا کردہ ہے اور یہ انہی کا ''خود کاشتہ پودا'' ہے جیسا کہ کتاب کے آئندہ اوراق میں مرزا قادیانی کی اپنی تحریرات سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے گا۔ اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری اور پشت پناہی اب تک ہو رہی ہے۔ علمائے اسلام نے شروع دن سے ہی اس فتنہ کا تعاقب اور محاسبہ شروع کر دیا تھا جو اب تک جاری ہے اور جب تک یہ فتنہ دنیا کے کسی خطے میں بھی موجود پایا گیا علماء اسلام کا تعاقب بھی اس وقت تک جاری رہے گا حتیٰ کہ یہ فتنہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح اپنی موت مر کر دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ علماء دیوبند میں سے علماء لدھیانہ مولانا محمد مولانا عبداللہ، مولانا عبدالعزیز صاحبان (رحمہم اللہ علیہم) کو اس بات کا شرف حاصل ہے کہ ہندوستان میں مرزا قادیانی پر کفر کا پہلا فتویٰ ۱۸۸۴ء میں ان حضرات نے اس وقت لگایا جب کہ دیگر علماء ابھی تردّد میں تھے۔

مرزا قادیانی کی زندگی میں جن علماء نے اس کا ناک میں دم اور قافیہ تنگ کیا تھا

ان میں علماء لدھیانہ کے علاوہ علماء غزنوی میں سے مولانا عبدالحق غزنوی، علماء دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا کرم دین جہلمی والدِ گرامی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالوی امیر خدام اہل سنت، اہل حدیث علماء میں سے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ میں سے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علماء اسلام نے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو تقریر وتحریر، مناظرہ، مباہلہ ہر میدان میں للکارا اور ہر میدان میں اُسے ناک آؤٹ کیا۔ علماء کرام کی جد وجہد اور ختم نبوت کے پروانوں، دیوانوں کی ناقابل فراموش اور عظیم قربانیاں آخر کار رنگ لائیں اور قادیانی پاکستان میں اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ ۱۹۷۴ء میں ربوہ سٹیشن پر رونما ہونے والے ایک سانحہ کے نتیجے میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ پر ایک منصوبہ کے تحت قادیانی غنڈوں نے حملہ کیا اور انھیں شدید زخمی کر دیا گیا تو اس کے رد عمل میں قادیانیوں کے خلاف پورے پاکستان میں ایک زبردست احتجاجی تحریک چلی۔ انیس (۱۹) دینی سیاسی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل ختم نبوت وجود میں آئی جس کے متفقہ امیر محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے اور بریلوی مکتب فکر کے علامہ محمود احمد رضوی صاحب سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ اس تحریک کے نتیجہ میں پوری قومی اسمبلی کو تحقیقی کمیٹی بنا دیا گیا جس میں فریقین کے موقف کو بڑی تفصیل سے سنا گیا، کئی دن کی بحث وتمحیص اور غور وخوض کے بعد متفقہ قرارداد کے ذریعے آئین پاکستان میں ترمیم کر کے مرزائیوں کی دونوں جماعتوں (قادیانی اور لاہوری گروہ) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔ قومی اسمبلی کی اس متفقہ ترمیم سے قبل اسی سال ۱۹۷۴ء میں ہی مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک سو چار (104) ممالک کے تین صد سے زائد اسلامی تنظیموں کے سربراہ، علماء کرام، مفتیان عظام اور دیگر اسکالرز شریک ہوئے۔ وہاں بھی ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کے کفر کا اعلان کیا گیا اور مسلم ممالک کے سربراہوں سے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو اپنے ممالک میں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر

ان کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگادی جائے۔ چنانچہ مصر، شام، عراق، متحدہ عرب امارات اور دیگر کئی ایک اسلامی ممالک میں ان پر پابندی عائد کی گئی۔ ان کی املاک بحق سرکار ضبط کر لی گئیں، ان کے دفاتر سربمہر کر دیے گئے۔ ملائشیا میں قادیانیوں کی شہریت ختم کر دی گئی اور سعودی حکومت نے پوری مملکت میں قادیانیوں کے داخلہ پر پابندی لگا دی۔ اب نہ تو وہ حرمین شریفین میں حج اور عمرہ کے لیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی وہ سعودی مملکت کے کسی شہر میں کاروبار یا ملازمت کر سکتے ہیں بلکہ اگر کوئی دھوکے سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے داخل ہو جائے تو معلوم ہونے پر اسے فوراً بیک بنی دوگوش پکڑ کر نکال باہر کیا جاتا ہے۔ اس خادم کی نشاندہی پر سینکڑوں قادیانی سول اور فوج میں بڑے بڑے ملازم نکال دیے گئے۔

علماء اسلام کے متفقہ فتویٰ اور قومی اسمبلی کی قرارداد کے علاوہ پاکستان کی سول عدالت سے لے کر وفاقی شرعی عدالت، ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ تک تمام عدالتوں نے بھی فریقین کے دلائل سن کر بڑی تحقیق اور غور وخوض کے بعد ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اب ان کا کفر نہ صرف پاکستان اور اسلامی ممالک میں بے نقاب ہوا بلکہ بعض غیر مسلم ممالک کی اعلیٰ عدالتوں نے بھی علماء اسلام کے متفقہ فیصلے اور پاکستان کی قومی اسمبلی کی ترمیم کو درست تسلیم کرتے ہوئے انھیں غیر مسلم قرار دے دیا۔ جیسا کہ غیر مسلم ملک جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ ہے۔ جس میں کسی کو کافر یا مسلمان قرار دینے کا حق علماء اسلام کا تسلیم کرتے ہوئے علماءِ اسلام کے فتویٰ اور فیصلہ کے مطابق انھیں غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اب قادیانیوں پر ہر طرح سے حجت تمام ہو چکی ہے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی پر بدستور قائم ہیں اور ''کوّا سفید ہے'' کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں ہونے والی آئین میں قومی اسمبلی کی ترمیم کے بعد بھی جب قادیانی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق شہید سابق صدر پاکستان نے ۱۹۷۴ء کی اسی آئینی ترمیم کی روشنی میں قانون سازی کرتے ہوئے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کر کے انھیں اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا۔ مسلمانوں کے مخصوص شعائر اذان مسجد وغیرہ کے استعمال پر

پابندی لگا دی اپنے آپ کو صراحتاً اشارۃً کنایۃً کسی طور پر بھی مسلمان ظاہر کرنے کو تعزیری جرم قرار دے دیا۔ اسلام کے نام پر کفر کی تبلیغ کو روک دیا گیا جس کے نتیجہ میں قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر اور کئی ایک دیگر سرکردہ قادیانیوں کو اپنا ملک پاکستان چھوڑنا پڑا اور وہ کسی اسلامی ملک میں پناہ حاصل نہ کر سکے، آخر پناہ ملی تو کہاں ملی لندن میں جو انگریز کے ملک انگلستان کا دارالحکومت ہے جہاں سے یہ پودا ہندوستان میں کاشت کیا گیا تھا۔ بقول شاعر ۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

لندن جا کر مرزا طاہر قادیانی سربراہ نے اپنا ایک نیا مرکز قائم کیا اور اپنے روایتی دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے برعکس نام نہنگ زنگی کافور کے مصداق اس کا نام ''اسلام آباد'' رکھا تاکہ اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگا کر نا واقف لوگوں کو بہ آسانی گمراہ کیا جا سکے۔ اب اس مرکز سے ''مسلم احمدیہ ٹی۔ وی'' کے نام سے دنیا بھر میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری کیے ہوئے ہیں اور اسلام کے نام پر دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان کا زیادہ تر نشانہ یورپی اور افریقی ممالک میں وہ سادہ لوح مسلمان ہیں جو ان کی اصل حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں جنھیں وہ اسلام کے نام پر شکار کر کے گمراہ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث پڑھ کر اس کی غلط تشریح کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات من گھڑت اور جھوٹی روایات حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے احادیث نبوی ﷺ کا نام لے کر دھوکہ دیتے ہیں جنھیں نہ تو ہر ایک جانتا ہے اور نہ ہی ہر ایک تحقیق کر سکتا ہے خصوصاً جب ایک متشرع شکل وصورت کا انسان جو ظاہری شکل وصورت اور لباس سے ایک مسلمان عالم نظر آتا ہو اور پھر وہ ایک مدعی اسلام جماعت کا امام اور لیڈر بھی ہو تو ایک عام آدمی کیسے سمجھے گا کہ وہ قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے اور اپنے دادا مرزا غلام احمد قادیانی کی سنت کو زندہ کر رہا ہے۔

جیسا کہ پچھلے سال ۱۹۹۰ء میں اس نے لندن میں اپنی سالانہ کانفرنس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ایک سال میں میرے ہاتھ پر آٹھ لاکھ اور کئی ہزار لوگ بیعت کر چکے ہیں۔ اس کے دادا مرزا غلام قادیانی نے کہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ

کے تین ہزار معجزے تھے اور میرے دس لاکھ سے زیادہ ہیں، اسی طرح مجھ راقم کا ذکر کرتے ہوئے یہ جھوٹ بولا کہ ''منظور احمد چنیوٹی'' مباہلہ سے فرار کرتا رہا۔ حالانکہ مجھے چالیس سال ہو گئے اس کے باپ مرزا بشیر الدین محمود کو دعوت مباہلہ دی، وہ میدان میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشین بڑے بیٹے مرزا ناصر کو مباہلہ کی دعوت دی، اسے ہارٹ اٹیک ہو گیا اور مباہلہ نہ کر سکا پھر موجودہ سربراہ طاہر کو دعوت دی وہ بھاگ کر لندن پناہ گزین ہو گیا، لندن پہنچ کر پھر دعوت دی لیکن اسے میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے اس تازہ جھوٹ کی قلعی کھولنے کے لیے راقم نے اسی وقت چیلنج کر دیا کہ ۵/اگست کو آپ ہائیڈ پارک لندن میں آجائیں، بندہ بمع اپنے ساتھی علماء کے وہاں پہنچ جائے گا اور بارہ بجے سے دو بجے تک وہاں پر آپ کا انتظار کرے گا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ چنانچہ میرا اعلان روزنامہ ''جنگ لندن'' میں بھی شائع ہوا اور بی۔ بی۔ سی۔ لندن نے بھی ٹی وی کے ذریعے یہ خبر نشر کر دی۔ راقم حسب اعلان علماء کی جماعت کے ہمراہ وہاں مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ مرزا طاہر یا اس کا کوئی بھی نمائندہ وہاں نہ پہنچا۔ اس طرح مرزا طاہر کا یہ جھوٹ پوری دنیا میں آشکارا ہو گیا۔ روزنامہ جنگ اور بی۔ بی۔ سی لندن نے ان کے فرار کی خبر نشر کر کے ان کے جھوٹ کی قلعی کھول دی۔ اس طرح وہ مبالغہ آمیز اعداد و شمار بیان کر کے اور کھلے بندوں جھوٹ بول کر ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں۔

قادیانی اپنی سالانہ کانفرنس جو ربوہ میں ہر سال منعقد کرتے تھے وہ ۱۹۸۴ء میں ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے بعد ختم ہو گئی، اب مرزا طاہر نے وہ کانفرنس لندن اپنے ہیڈ کوارٹر میں شروع کر دی ہے۔ ختم نبوت کے قائدین اور کارکن ان کے تعاقب میں وہاں بھی پہنچ گئے۔ اور ان کا ہر محاذ پر تعاقب اور محاسبہ شروع کر دیا، الحمد للہ وہاں بھی ان کا ناطقہ بند ہو رہا ہے۔ ہر سال لندن اور انگلینڈ کے دوسرے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ ایک مرکزی تنظیم ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کے نام سے قائم کر دی گئی ہے۔ اس کے مرکزی دفتر کے لیے لندن میں ایک عمارت بھی خرید کر لی گئی ہے جس میں باقاعدہ دفتر قائم کر دیا گیا ہے۔ وہاں پر علماء اور طلباء کو فتنہ

قادیانیت کے متعلق تربیتی کورس کرایا جائے گا۔ ضروری لٹریچر تیار کر کے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کر اس کی اشاعت کی جائے گی اور سیٹلائٹ کے ذریعے ختم نبوت کا صحیح پیغام نشر کیا جائے گا اور قادیانی دجل وفریب کا پردہ چاک کیا جائے گا۔

یورپ میں انگلینڈ کے بعد قادیانیوں کا سب سے بڑا مرکز جرمنی ہے جہاں پر وہ سیاسی پناہ کے چکر میں مجبور نوجوانوں کو شکار کرتے ہیں۔ قادیانیوں کا عام شکار زیادہ تر مسلمان ہی ہوتے ہیں جنھیں وہ اسلام کے نام پر شکار کرتے ہیں، غیر مسلموں میں بہت کم لوگ شکار ہوتے ہیں۔

علماء اسلام نے قادیانی فتنے کے خلاف ہر میدان میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ تحریری میدان میں بھی علماء کرام کی یادگار خدمات ہیں۔ اس وقت تک ایک ہزار سے زائد کتب اور رسائل صرف اردو زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ دیگر زبانوں میں تراجم اس کے علاوہ ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ جب تک جھوٹی نبوت کا یہ فتنہ دنیا میں موجود ہے تحریر و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور ضرورت کے مطابق نیا لٹریچر نئے انداز میں صاحب قلم علماء حضرات تیار کر کے قادیانیوں کے دجل وفریب سے امت مسلمہ کو باخبر کرتے رہیں گے۔

ہمارے ملک کے مشہور عالم، فاضلِ اجل اور صاحب تحقیق مصنف جناب مولانا حکیم محمود احمد ظفر صاحب اہل علم حضرات میں مشہور اور معروف ہیں۔ بہترین مقرر و مصنف ہونے کے علاوہ وہ ایک کاروباری شخصیت بھی ہیں۔ کاروباری سلسلہ میں انھیں اکثر و بیشتر یورپی ممالک کا دورہ کرنا پڑتا ہے خصوصاً جرمنی میں ان کا زیادہ تر قیام رہتا ہے۔ وہاں پر قادیانیوں کی سرگرمیوں کو انھیں قریب سے دیکھنے کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ وہاں بسنے والے اکثر مسلمان اور خصوصاً عرب بھائی قادیانیوں کی اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اعمال و افعال کو دیکھ کر انھیں مسلمانوں کا ہی ایک گروہ سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں میں نماز جیسا اہم فریضہ بھی ان کے پیچھے ادا کرتے ہیں اور ان سے مسلمانوں والا معاملہ اور برتاؤ کرتے ہیں۔

حکیم صاحب موصوف نے عرب بھائیوں کے لیے ایک مختصر مگر بڑا جامع معلوماتی رسالہ

عربی میں تحریر فرمایا ہے جس کا نام "ماھی القادیانیة" رکھا ہے، اس میں انھوں نے واضح کیا ہے کہ یہ اپنے کفریہ عقائد اور دعاوی کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی دشمن جماعت ہے جو دشمنان اسلام امریکہ اور اسرائیل کی ایجنٹ ہے۔ محض اپنے ظاہری اعمال اور اپنے نام ''جماعت احمدیہ اسلامیہ'' سے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ عربی میں یہ رسالہ بڑا مفید ہے جس میں قادیانیوں کی اپنی اصلی تحریرات سے ان کے حقیقی چہرہ کو بے نقاب کر کے ان کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے۔

یہ دوسری کتاب ''قادیانیت نبوت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت'' اردو زبان میں تحریر کی ہے۔ یہ ضخیم کتاب تقریباً تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

اگرچہ قادیانیت پر اردو زبان میں بے شمار چھوٹی بڑی تصنیفات موجود ہیں جن کی تعداد ایک ہزار سے بھی اوپر ہے لیکن ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است'' کے مصداق ہر ایک مصنف کا اپنا اپنا انداز تحریر ہوتا ہے اور بقول استاذ ذوق ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

یہ کتاب بیس سے زائد عنوانات پر مشتمل ہے۔ راقم نے پوری کتاب کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا ہے اور اسے بہت ہی مفید پایا ہے۔ اس میں بعض حوالہ جات قاری کو مکرر سہ مکرر بھی نظر آئیں گے لیکن ہر جگہ ان سے نیا استدلال ہوگا اور نئی شان ہوگی اور ان میں دلچسپی کا سامان ہوگا۔ ان بیس ابواب میں پہلا باب ختم نبوت کی اہمیت پر ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ چونکہ اسلام کا وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے جس پر پورے دین کا دارو مدار ہے۔ اگر یہ عقیدہ محفوظ ہے تو دین اسلام محفوظ ہے ورنہ دین اسلام کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ نیا آنے والا نبی چاہے پہلے دین کو کلیۃً منسوخ کر دے یا اس کا بعض حصہ منسوخ کرے اسے حق پہنچتا ہے اور اس پر ایمان لانے والوں کو وہ ماننا پڑتا ہے۔ نئے نبی آنے سے دین بدل جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے دین موسوی بدل کر عیسوی بن گیا۔ حضرت محمد ﷺ

کی تشریف آوری کے بعد عیسائی دین بدل کر دین اسلام محمدی ﷺ دین ہوگیا جیسا کہ ایران میں جھوٹا نبی ''بہاء اللہ'' ایرانی پیدا ہوا جس نے پورا دین اسلام منسوخ کر کے اسلام کے بالمقابل نیا دین ''دین بہاء'' ایجاد کیا ان کے نزدیک قرآن کریم منسوخ ہو چکا ہے دین اسلام کی جگہ بہاء نے لے لی ہے، وہ اپنے آپ کو ''مسلمان نہیں کہتے بلکہ ''بہائی'' کہلاتے ہیں، اپنے مذہب اور دین کو ''دین اسلام'' کی بجائے ''دین بہاء کہتے ہیں حتیٰ کہ انھوں نے اپنا قبلہ بھی تبدیل کر لیا اہل اسلام کا قبلہ بیت اللہ ''مکہ مکرمہ'' میں ہے ان کا قبلہ فلسطین میں ''عکہ'' ہے جہاں بہاء اللہ کی قبر ہے، اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ سال کے مہینے بارہ ہیں، شمسی اور قمری دنیا میں دو نظام چل رہے ہیں۔ ہر دو نظام سال کے بارہ بارہ مہینوں پر منقسم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خود ارشاد فرما دیا ''کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، لوح محفوظ میں جب سے رب نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔'' (پارہ ۱۰، آیت ۳۶ سورۃ توبہ)

مشرق ومغرب شمال وجنوب پوری دنیا میں نظام بارہ مہینوں پر چل رہا ہے اور جب تک آسمان وزمین قائم ہیں یہی نظام چلتا رہے گا لیکن بہائیوں نے کائنات کی اس مسلمہ اور متفقہ حقیقت کو بھی بدل دیا ان کے نزدیک ایک سال کے بارہ مہینے کی بجائے انیس ہیں اور ہر مہینہ انیس دن کا ہے، اب بھلا دنیا میں کوئی عقلمند ایسا انسان ہے جو سال کے انیس مہینے مانتا ہو اور کیا انیس مہینوں پر یہ شمسی وقمری نظام چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ ''بہاء اللہ'' کو دنیا سے گزرے سو سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے لیکن اس کی امت آج تک انیس ماہ کے مطابق اپنا کلینڈر ابھی تک نہیں بنا سکی اور نہ آئندہ قیامت تک بنا سکے گی اور خود ان کا اپنا نظام بھی بارہ ماہ کے حساب سے چل رہا ہے اور قیامت تک دنیا کا یہ نظام بارہ ماہ پر ہی چلتا رہے گا لیکن ''بہائی'' سال کے مہینے انیس ہی مانتے ہیں کیونکہ ان کے نبی نے انیس مہینے کہہ دیے ہیں۔

اسلام کا ایک عظیم عمل جہاد ہے جس کے احکام سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''الجهاد ماض الى يوم القيمة'' کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا پر نزول فرمانے کے بعد حضرت امام مہدی

کی معیت میں جہاد کریں گے حتیٰ کہ دنیا پر کوئی کافر نہیں رہے گا۔ یا تو یہودیوں کی طرح قتل ہو جائے گا یا عیسائیوں کی طرح اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے گا، جزیہ دینے والا کوئی کافر روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ پوری دنیا پر مذہب اسلام قائم ہو جائے گا جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے اپنی مشہور معروف انعامی کتاب ''براہین احمدیہ'' حصہ چہارم صفحہ ۴۹۵، ۴۹۸، روحانی خزائن جلد ۱صفحہ ۵۹۳،۶۰۱ پر خود تحریر کیا ہے لیکن مرزا قادیانی نے آ کر اسلام کے اس عظیم حکم ''جہاد'' کو منسوخ قرار دے دیا اور ''جہاد'' کو حرام ٹھہرایا اور انگریزوں کی اطاعت کو فرض قرار دیا۔ جیسا کہ کتاب کے آئندہ صفحات میں یہ سب کچھ مرزا قادیانی کے اپنے اقرار و اعتراف سے اس کی تحریرات سے ثابت کیا جا رہا ہے۔ جہاد کے علاوہ اور بھی کئی احکامِ اسلامی کو اس نے تبدیل کیا ہے۔

تو دین کی حفاظت ختم نبوت کی حفاظت میں ہے، قرآن کریم میں ختم نبوت کے اس عظیم عقیدہ پر یک صد (۱۰۰) آیات موجود ہیں، احادیث نبویہ کے ذخیرہ میں دوصد سے زائد احادیث نبویہ موجود ہیں جن میں آنحضور ﷺ نے اسی عقیدہ کو مختلف اسالیب میں بیان فرما کر وضاحت کر دی ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع پر ایک بڑی جامع کتاب ''ختم نبوت کامل'' کے نام سے موجود ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے انتہائی ضروری اور مفید ہے۔

مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کر کے عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب کاری لگانے کی ناپاک اور مذموم کوشش کی تو ضروری تھا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پہلے اس عقیدہ کی اہمیت کو واضح کیا جائے جس کی حفاظت کے لیے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے بارہ صد کے قریب جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کروائے جن میں پانچ صد کے قریب قرآن کریم کے حافظ اور قاری بھی تھے۔

حتیٰ کہ جلیل القدر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی دے کر اس عقیدہ کا تحفظ فرمایا اور امت کے سامنے اس عقیدہ کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا انسان جن کو حضور سرکار دوعالم ﷺ نے دعائیں مانگ مانگ کر اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا

تھا اور جن کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرما دیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتا۔ وہ عظیم صحابی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ میری زندگی کی تمام نیکیاں لے لیں اور مجھے اپنی پوری زندگی میں سے صرف ایک رات اور ایک دن دے دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کون سی رات اور کون سا دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا غار والی تین راتوں میں سے ایک رات جبکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا پہرہ دے رہے تھے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرما رہے تھے اور دنوں میں سے ایک دن جب آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کی حفاظت کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں صحابہ کرام کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کی اہمیت کیا ہے۔

چنانچہ حکیم صاحب نے پہلے باب میں ''ختم نبوت کی اہمیت'' کو بڑے جامع اور مختصر انداز میں قرآن، حدیث، اجماع امت اور خود مرزا قادیانی کے اپنے اقوال کی روشنی میں مدلل اور بڑے جانشین پیرایہ میں بیان فرما کر اس عقیدہ کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔

ختم نبوت کی اہمیت واضح کرنے کے بعد اس فتنہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کا تعارف اس کی اپنی تحریرات کی روشنی میں بڑے بڑے مدلل اور مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ مرزا قادیانی کا خاندانی پس منظر، اس کی معاشرتی زندگی، حصول زر کے طریقے، قادیانی کے خاندان کا ماضی، برطانوی استعمار کا آلہ کار، انگریز کی خاطر حرمت جہاد، انگریز دشمن اسلام کی کاسہ لیسی اور خوشامد، گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت وفرمانبرداری مجاہدین اسلام، انگریز دشمن مسلمانوں اور علماء کی جاسوسی برٹش حکومت سے اپنی اور اپنے خاندان کی وفاداری وغیرہ جو قادیانی تحریک کا اصلی مقصد تھا۔ مرزا قادیانی کی اپنی تحریرات سے خوب واضح کر کے ان کے اصلی مکروہ چہرہ کی نقاب کشائی کی ہے۔ اس کے بعد تصویر کا دوسرا رخ پیش کیا ہے جس دشمن اسلام انگریز کی مرزا صاحب قصیدہ خوانی کر رہے ہیں اسے اولی الامر ثابت کر کے اس کی اطاعت فرض قرار دے رہے ہیں، اس کے ساتھ جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں، اس کافر وظالم حکمران نے مسلمانوں پر کیا کیا مظالم کے پہاڑ گرائے، کس قدر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، کتنے علماء کو پھانسیوں پر لٹکایا، کتنوں کو

زندہ درگور کیا اس خونچکاں داستان کی کچھ جھلکیاں بھی دکھائی ہیں تاکہ مسلمانوں اور اسلام کے اس بدترین ظالم دشمن کی تصویر بھی قاری کے سامنے آجائے اور اسے فیصلہ کرنا آسان ہو کہ ایسا انسان نبی، مہدی اور مجدد تو کجا کیا آیا ایسا شخص مسلمان کہلانے کا بھی حقدار ہے؟

انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ رہی ہے کہ وہ اپنے وقت کے ظالم کافر حکمرانوں وقت کے فرعونوں، نمرودوں، ابوجہلوں سے برسرپیکار رہے ان سے مقابلے کرتے رہے انھیں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی اطاعت اور دین حق کی طرف دعوت دیتے رہے ان کے طرح طرح کے ظلم وستم کا شکار ہوتے رہے۔

بالآخر انھیں کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی۔ ہر نبی نے ہجرت کی ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے اپنے وقت کے کافر حکمران کی خوشامد کی ہو، لوگوں کی اس کی اطاعت کی تلقین کی ہو۔ انبیاء تو انبیاء رہے ان انبیاء کے سچے جانشین اور وارث علماء ربانی نے بھی اس تلخ اور مشکل فریضہ کو ادا کیا پھانسیوں پہ لٹک گئے یا زندگیاں جیلوں میں گزار دیں۔ اسی ظالم انگریز حکمران (جس کے مرزا قادیانی قصیدے پڑھ رہا ہے) علماء حق نے اس کے خلاف فتوے دیے۔ اس کی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دیا اس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا اس کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا علم بلند کیا، ان پر بغاوت کے مقدمات چلے اور ان میں سے بعضوں کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا۔ بعض کو عبور دریائے شور کی سزا دے کر ملک بدر کر کے کالے پانی بھیج دیا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور ان کے رفقاء حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عزیز گل رحمہم اللہ تعالیٰ کو ملک بدر کر کے ملک سے ہزاروں میل دور ''مالٹا'' میں قید کر دیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے دیگر ساتھی علماء کرام اور مجلس احرار اسلام کے لیڈروں نے جیلوں کو آباد کیا اور اپنی جوانی کی کئی بہاریں جیلوں میں کاٹ دیں اور اس ظالم انگریز کے خلاف اس وقت تک علم بغاوت بلند رکھا جب تک وہ ہندوستان پر قابض رہا۔ حتی کہ اسے ملک چھوڑ کر انگلستان بھاگ جانے پر مجبور کر دیا گیا لیکن اس کے برعکس یہ ''انگریزی نبی'' وقت کے ظالم فرعون انگریز کے سایۂ عاطفت میں

پروان چڑھتا رہا۔ اس کی تائید وحمایت میں تمام عمر بسر کر دی حرمت جہاد اور انگریزی حکومت کی اطاعت میں اس قدر کتابیں لکھیں جن سے اس کے بقول پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو سولی پر لٹک جاتا یا اسے جیل میں ڈال دیا جاتا یا پھر انبیاء علیہم السلام کی سنت کے مطابق ہجرت کر کے ملک چھوڑ جاتا۔

مرزا قادیانی کے خاندانی پس منظر اور اس کے ذاتی تعارف کے بعد ایک عنوان ہے "مرزا قادیانی کے تدریجی دعاوی" مبلغ اسلام سے چودھویں صدی کا مجدد، پھر وہاں سے ترقی کر کے امام مہدی، پھر مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود، پھر ترقی کر کے ظلی بروزی نبی، پھر حقیقی نبی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقی نبی سے افضل و برتر ہونے کا دعویٰ، پھر دیگر انبیاء علیہم السلام سے برتری، پھر صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ، پھر محمد ثانی اور خاتم الانبیاء نبوت کا دعویٰ، پھر امام الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویٰ، پھر آخر خدا کا بیٹا، خدا کا باپ، پھر خدائی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ حتی کہ خود خدا ہونے کا آخری دعوی کیا۔ یہ تمام تدریجاً دعاوی مرزا قادیانی کی تحریرات کی روشنی میں سن وار نہایت مربوط طریقہ سے پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں مرزا قادیانی کی پہلی معرکتہ الآراء کتاب "براہین احمدیہ" جو مرزا نے ملہم ومجدد ہو کر تالیف کی جس پر قادیانی نے مبلغ دس ہزار روپے انعام دینے کا وعدہ کیا اور پھر وہ کتاب بقول اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش ہو چکی جس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "قطبی" بتایا گیا یعنی قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم جس میں قادیانی نے دو آیات قرآنی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں نازل ہونا ثابت کیا ہے جسے بعد میں شرک عظیم قرار دیا۔ حالانکہ باون سال کی طویل عمر تک نہ صرف یہ کہ اس "شرکیہ عقیدے" پر جما رہا بلکہ قرآنی آیات سے اس کی تبلیغ و تشہیر کرتا رہا۔ حکیم صاحب نے اس کی انعامی کتاب کی چار جلدوں کا نہایت ہی عمدہ خلاصہ پیش کر کے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔ حکیم صاحب کے اس بہترین تجزیہ پر انھیں داد دینے کو جی چاہتا ہے اور خاص طور پر ان کا یہ تجزیہ دیکھنے کے قابل ہے۔

مرزا قادیانی کے ان تدریجی دعاوی پیش کرنے کے بعد اس کی سیرت وکردار پر بھی چند ابواب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس میں پہلا باب اس کی جھوٹی پیشین گوئیوں کا

ہے خاص کر وہ پیش گوئیاں جنھیں مخالفین کے سامنے پیش کر کے انھیں اپنی صداقت کا معیار ٹھہرایا ہے۔ ان میں کوئی ایک پیشین گوئی ایسی نہیں جو پوری ہوئی ہو بلکہ تمام جھوٹی ثابت ہو کر قادیانی کی ذلت و رسوائی کا باعث بنیں۔ خاص کر محمدی بیگم والی مشہور و معروف پیشین گوئی تو اس تفصیل سے بیان کی گئی ہے کہ میری اپنے معلومات کے مطابق اس عمدہ تفصیل سے اس سے پہلے کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری۔ اس ضمن میں مرزا قادیانی نے مختلف لوگوں کے نام جو خطوط لکھے ہیں ان میں ترغیبیں بھی ہیں، ترہیبیں بھی ہیں، رشوت کے لالچ بھی ہیں اور ایک عاشق زار کے ''ترلے'' بھی ہیں۔ کتاب کا یہ مقام خاص طور پر انتہائی دلچسپ اور قابل دید ہے۔ چودھویں صدی کا متنبی بوڑھا پچپن سال کے لگ بھگ عمر اور چودہ سال کی چھوکری جو ابھی پوری جوان بھی نہیں ہوئی اس کے حصول کے لیے یہ تگ و دو، منت سماجت، ترلے، رشوتیں اور دھمکیاں لیکن ہائے افسوس صد افسوس کہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، مرزا قادیانی کی حسرتیں دل ہی دل میں رہیں اور وہ لیلائے تمنا جس کے غم فراق اور تمنائے وصل میں مرزا صاحب عشقیہ اشعار گاتے رہتے تھے حاصل نہ ہوئی اور مرزا صاحب اس کے فراق کا غم لے کر جہنم رسید ہو گئے۔ مرزا صاحب کے بنائے ہوئے چند عشقیہ اشعار بطور نمونہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے
سبب کوئی خداوند بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت میں بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا — ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

(سیرۃ المہدی صفحہ ۳۲ تصنیف مرزا بشیر احمد ایم اے پسر مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کی چند ایک جھوٹی پیشگوئیوں جن سے اس کی ذلت و رسوائی ہو چکی کے بعد ایک باب ''کذبات مرزا'' کا ہے جس میں حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق کہ میرے بعد کئی کذاب و دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حضور

اکرم ﷺ نے مبالغہ کا لفظ ''کذاب'' استعمال کیا ہے جس کا معنی ہے بہت بڑا جھوٹا۔ مرزا قادیانی ان کذابوں کا بھی رئیس ہے جس کی تمام کتب جھوٹ اور افتراء سے بھری پڑی ہیں۔ خدا تعالیٰ پر جھوٹ، افتراء، بہتان، کتب سماوی پر جھوٹ، انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ، امام الانبیاء حضور سرکارِ دو عالم ﷺ پر جھوٹ و افتراء، اولیاء اکرام پر جھوٹ، غرض یہ کہ انواع و اقسام کے جھوٹ اور اس دیدہ دلیری اور جرأت سے جھوٹ بولتا ہے کہ پڑھنے سننے والا اسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اپنے پاس سے ایک بات گھڑ لیتا ہے اور بڑی جرأت کے ساتھ کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" جبکہ مرزا لعین نے کثرت سے حضور ﷺ پر جھوٹ بولے ہیں کہ اس کے پکا جہنمی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔

مصنف موصوف نے مرزا قادیانی کی کتب سے مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر تیس کے قریب جھوٹ پیش کیے ہیں، اگرچہ اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے ایک ہی جھوٹ کافی ہے کیونکہ اس نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت صفحہ ۲۲۲ اور روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۳۱ پر لکھا ہے کہ جو ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے اس کی پھر کسی بات پر بھی اعتبار نہیں رہتا پھر مرزا صاحب کی کتابوں سے تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کیا ہے یعنی جھوٹ کے متعلق مرزا صاحب کے فتاویٰ تاکہ قارئین حضرات کو اس کے اپنے فتاویٰ کی روشنی میں فیصلہ کرنا آسان ہو کہ اب اسے کیا خطاب دیا جائے۔ اس کے بعد ''مغلظات مرزا'' کے عنوان سے ایک باب میں اس کی تہذیب و شرافت کے چند نادر نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تہذیب و اخلاق سے مزین ہو کر آیا ہوں، میں نے آج تک کسی کو جوابی طور پر بھی گالی نہیں دی لیکن مرزا صاحب نے ایسی ایسی مسجع و مرصع گالیاں ایجاد کی ہیں کہ بڑے بڑے بدزبان اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے اور چاکری کرتے نظر آتے ہیں۔ گالیوں کے ایسے چیمپیئن ہیں کہ ستائیس حروف تہجی میں سے کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں بچا جس سے کوئی گالی شروع نہ ہوتی ہو۔

ہندوستان کے ایک بزرگ عالم مولانا نور محمد صاحب ہوئے ہیں، انھوں نے ''مغلظات مرزا'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب سے

قادیانی کی گالیاں جمع کی ہیں۔ اس طرح اس پیغمبر دجل و کذب کی گالیوں پر مبنی ایک اچھی خاصی ڈکشنری تیار ہو گئی ہے۔ جس حرف سے کسی کو کوئی گالی مطلوب ہوا سے مرزا صاحب کی ڈکشنری سے اچھی سے اچھی اور نئی سے نئی گالی دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس کی گالیوں سے مسلم، غیر مسلم ان کے رہنما برگزیدہ حضرات علماء کرام مشائخ عظام کوئی بھی محفوظ نہیں حتیٰ کہ اس کا اپنا خاندان بھی محفوظ نہیں بلکہ اس کی اپنی ذات بھی گالیوں کی زد میں ہے۔ مرزا قادیانی کی مشہور کتاب "آئینہ کمالات اسلام" صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸ میں ہے کہ میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے مجھے قبول کرتا ہے سوائے "ذریّۃ البغایا" یعنی کنجریوں کی اولاد کے جن کے دِلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے، اب خدا تعالیٰ کا کرشمہ دیکھئے اس کا اپنا بڑا بیٹا فضل احمد جو پہلی بیوی سے تھا جو "پھجے کی ماں" کے نام سے مشہور تھی وہ اپنے باپ پر ایمان نہیں لایا تھا اور قادیانی کی زندگی میں ہی مر گیا تھا۔ مرزا قادیانی نے اپنے اس بیٹے کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ اس پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اب مرزا صاحب کے فتویٰ کی روشنی میں آپ خود فیصلہ فرماویں کہ جب فضل احمد "ذریّۃ البغایا" قرار پایا تو اس کی والدہ کیا بنی اور جس کے گھر تھی وہ کیا ہوا۔ یہ فیصلہ قادیانیوں پر چھوڑ دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بدزبانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور ان کی والدہ محترمہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی محفوظ نہ رہ سکیں جس کے نمونے آپ کو "مغلظات مرزا" کے باب میں ملیں گے۔ مرزا صاحب کا اپنا فتویٰ ان کے ایک شعر میں ملاحظہ فرمائیں:

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے

اب اس اَمر کا فیصلہ بھی قارئین کرام پر ہے کہ وہ مرزا صاحب کی بدزبانی اور ان کی گالیوں کو پیش نظر رکھ کر کہ جن کے چند ایک نمونے کتاب ہذا میں پیش کیے گئے ہیں فیصلہ دیں کہ کیا مرزا صاحب ایک شریف انسان قرار پا سکتے ہیں؟

اس کے بعد ایک باب "الہامات مرزا" کا ہے جس میں مرزا صاحب کے

عربی، فارسی، اردو، انگلش مختلف زبانوں میں جو اوٹ پٹانگ الہامات ہیں، ان کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے الہامات بھی درج ہیں جن کی ملہم صاحب کو زبان بھی معلوم نہیں کہ یہ کون سی زبان ہے اور اس کے معنی کیا ہیں۔ فرماتے ہیں معنی دریافت کرنے میں بعض اوقات مکس (Mix) یعنی مخلوط وحی بھی نازل ہوتی تھی بعض جگہ ایک فقرہ انگلش میں دوسرا عربی میں یا ایک فارسی میں دوسرا اردو میں اور تیسرا انگلش میں۔ الہام ''حی ہل ٹس دی'' ضلع ''پشاور'' ملاحظہ کیجیے، شاید مرزا صاحب کا فرشتہ بھی مڈل فیل تھا جسے ''ضلع'' کی انگلش بھی معلوم نہ تھی، ضلع کو انگلش میں ڈسٹرکٹ کہتے ہیں۔ الہامات کے بارے میں مرزا صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہ سکتا ہو کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے''۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۹ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۲۱۸)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قانون اور قاعدہ کلیہ بطور حصر بیان کیا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی استثنیٰ نہیں کہ ہم نے ہر رسول پر وحی اس کی قومی زبان میں کی ہے۔ (سورۃ ابراہیم)

مرزا قادیانی پر جو وحی نازل ہوئی اگر وہ رحمانی وحی ہوتی تو قانون قدرت کے مطابق وہ پنجابی یا اردو کی کسی ایک زبان میں نازل ہوتی اور مختلف زبانوں میں چوں چوں کا مربہ نہ ہوتا۔ اس کی مزعومہ من گھڑت وحی خود پکار پکار کر گواہی دے رہی ہے کہ وہ وحی رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ پنجابی جو اس کی مادری زبان تھی اس میں تلاش بسیار کے باوجود ۴۲۰ ورق پر مشتمل قادیانی قرآن میں جس کا نام انھوں ''تذکرہ'' رکھا ہے زیادہ سے زیادہ چھ آیات دستیاب ہوئی ہیں۔

لطیفہ:

یہ لطیفہ بھی قابل غور ہے کہ قادیانی قرآن (تذکرہ) کے کل ورق چار سو بیس ہیں جس سے لطیفۂ غیبی کے انداز پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ وحی رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ قرآن کریم جو رحمانی وحی ہے آج تک اس کا کوئی ایک نسخہ بھی ایسا نظر سے

نہیں گزرا جس کے ورق یا صفحے ۴۲۰ ہوئے ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی کہ ''نبی'' بھی ۴۲۰ اور اس پر جو وحی نازل ہوئی وہ بھی ۴۲۰۔ معلوم ہوا کہ یہ وحی رحمانی نہیں بلکہ شیطانی وحی ہے۔ قادیانیوں نے جب ''تذکرہ'' کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا تو ورق کم کر دیئے ۴۲۰ نہ رہنے دیئے۔ اب اس کے ورق ۴۰۹ ہیں۔ قدرت کا یہ دوسرا کرشمہ دیکھئے انگریزی قانون میں دفعہ ۴۰۹ ہے خیانت مجرمانہ، چنانچہ پہلے ۴۲۰ اب ۴۰۹ ہوئے، اس لیے اگلے ایڈیشن میں کئی مقامات میں وحی تبدیل کر دی گئی۔ بعض جگہوں سے وحی نکال دی گئی۔ لہٰذا اب دوسری دفعہ ۴۰۹ بھی درست ثابت ہوئی۔

اس کے بعد حکیم صاحب نے ایک باب میں مرزا قادیانی کے چند عربی الہامات میں سے اس کی صرفی، نحوی اور ادبی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایسی اغلاط سے اس کی اکثر عربی کتب بھری پڑی ہیں حتیٰ کہ اس کا ''عقیدہ اعجازیہ'' یعنی اعجاز احمدی میں سے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم نے بیشمار اغلاط اور اس کی چوریوں کی اپنی مشہور کتاب سیف چشتائی میں نشاندہی فرمائی ہے۔ ہمارے استاد محترم حضرت مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالوی کی کتاب ''چراغ ہدایت'' میں صرف، نحو، ہندسہ، حساب، جغرافیہ، ادب، فلسفہ، منطق، معانی، اصول حدیث اور اصول تفسیر غرض یہ کہ ہر ایک فن سے اس کی اغلاط پیش کی ہیں۔ مرزا کی صرف دانی، مرزا کی نحودانی، مرزا کی تاریخ دانی وغیرہ کئی ایک عنوانات کے تحت اس کی اغلاط گنوا کر اس کی علمیت کا بھانڈا چوراہے میں چکنا چور کر دیا ہے، وہ کتاب بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

اس کتاب کا آخری باب ''سلطان القلم'' مرزا قادیانی کی وسعت علمی کا غماز ہے جس میں اسی قسم کے چند نادر علمی شاہکار پیش کیے گئے ہیں۔

آخر میں مرزا قادیانی کی منہ مانگی موت کا بیان ہے کہ اس نے مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اور اپنے مابین خدا تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ فیصلہ چاہا تھا کہ اے اللہ مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں تو فیصلہ فرما جو ہم میں جھوٹا ہے اسے سچے کی زندگی میں طاعون یا ہیضے سے ہلاک کر۔ اے خدا! تو ایسا ہی کر ایسا ہی کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔ مرزا قادیانی اپنی منہ مانگی ہیضے کی عبرتناک موت کا شکار ہو کر دنیا سے اپنی اصلی مقام جہنم میں

پہنچ گیا اور مولانا ثناء اللہ قادیانی کے مرنے کے بعد چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ وسلامت باکرامت رہے اور دندناتے رہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ان سطور میں کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا گیا ہے بہرحال حکیم صاحب کی یہ کاوش ''قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت'' ایک قابل دید اور قابل داد تصنیف ہے۔ انداز تحریر بڑا سلیس اور دلنشین ہے۔ ہر بات دلیل سے پیش کی ہے۔ حوالہ جات تمام مستند ہیں۔ ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے ادبی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ردّ قادیانیت پر شائع شدہ لٹریچر میں زمانۂ حال کے مطابق ایک قابل قدر اور مفید اضافہ ہے۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے حکیم صاحب کی اس محنت کو شرف قبول عطا فرمادیں اور گم گشتہ قادیانیوں کے لیے اسے ذریعۂ ہدایت بنائیں۔ یہ کتاب مسلمانوں کے لیے ایک مؤثر ہتھیار ہے، چنانچہ مسلمانوں کو اسے حرز جان بنانا چاہیے۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ جرمنی کو یہ فخر حاصل ہے اور وہ تحسین و آفرین اور مبارک باد کی مستحق ہے کہ وہ اس مفید اور تازہ تصنیف کو اپنے زیر اہتمام طبع کرانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو بھی قبول فرمادیں۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ورحمۃٌ للعالمین وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ فقط

الراقم احقر منظور احمد چنیوٹی عفی اللہ عنہ

بتاریخ: ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۹۶ء



معروضاتِ مؤلف

الحمد للہ وحمدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ !

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف ایک گہری سازش ہے جو انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام میں کی۔ گذشتہ ایک سو سال سے امت کے علماء اور دانشور اس سازش کو طشت از بام کرتے رہے اور لوگوں کے سامنے قادیانیت کے عقائد اور ان کی زیر زمین کارروائیوں کو امت کے سامنے رکھتے رہے۔ آخر ۱۹۷۴ء میں ایک وقت ایسا آیا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں اس فرقہ کو الگ امت قرار دے دیا گیا اور بعد میں صدر ضیاء الحق مرحوم کے ایک آرڈیننس کے ذریعے اس پر قدغن لگا دی کہ یہ اسلام کی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتا۔ اس آرڈیننس نے قادیانیت کی تبلیغ کے عمل میں بہت سی مشکلات پیدا کر دیں، کیونکہ اس سے قبل یہ اپنی تبلیغ میں اسلام کی اصطلاحات استعمال کرتے تھے جس سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا جاتے کہ شاید یہ حنبلی، شافعی، مالکی اور حنفی فرقوں کی طرح اسلام کا ایک فرقہ ہیں۔ ان تبلیغی مشکلات کی وجہ سے ان لوگوں نے جھوٹ بول کر یورپی ممالک میں سیاسی پناہ لینا شروع کر دی۔ ان کے خلیفہ مرزا طاہر نے انگلستان کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ اس کے بعد ان کا سب سے بڑا مرکز جرمنی قرار پایا۔

جرمنی میں ان لوگوں کا ہدف وہ سادہ لوح اور بے سہارا مسلمان تھے جو یا تو بوسنیا (Bosnia) سے لٹے پٹے آئے تھے یا پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے وہ مسلمان نوجوان تھے جو سیاسی پناہ کے سلسلہ میں یہاں مختلف مشکلات سے دوچار تھے۔ ان لوگوں کو انھوں نے ترغیب وتحریص سے اپنے دام میں پھنسانا شروع کر دیا۔

قادیانی ان سادہ لوح لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ:

۱۔ قادیانیت ایک اسلامی فرقہ ہے جیسے حنفی، شافعی، اور مالکی وغیرہ فرقے ہیں۔
۲۔ ہم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں لہٰذا ہم بھی مسلمان ہیں۔
۳۔ مرزا صاحب ایک ظلی اور بروزی نبی ہیں اور وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

قادیانیت کی طرف سے یہ ایک مغالطہ ہے جو سادہ دل لوگوں کو دیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قادیانیت کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ مسلمانوں سے الگ ایک متوازی امت ہیں۔ جیسے یہودی اور عیسائی الگ امت ہیں۔ کیونکہ نبی کے تبدیل ہونے سے امت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور امت کی تبدیلی کے لیے پہلے نبی کا انکار ضروری نہیں بلکہ دوسرے نبی کا اقرار ضروری ہے جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو یہودیوں میں سے جن لوگوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی مانتے ہوئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کا نبی مانا وہ عیسائی کہلانے لگے اور ان کی امت تبدیل ہوگئی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات نے نبوت کا دعویٰ کیا تو جن لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا وہ مسلمان کہلائے اور ایک الگ امت شمار کیے جانے لگے۔ اب اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہوئے کسی ایسے مدعی نبوت ورسالت کو بھی نبی مانتا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہو تو وہ مسلمانوں سے الگ امت شمار ہوگا۔ اس قاعدہ کی رُو سے قادیانیوں نے چونکہ مرزا غلام احمد کو آپ کے بعد نبی مانا ہے تو وہ مسلمانوں سے الگ امت ہیں، لہٰذا قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں میں سے ہیں کذب بیانی، جھوٹ اور مغالطہ دہی ہے۔ قادیانیوں کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں وہ بالکل ایک الگ امت ہیں جیسا کہ ہماری نیشنل اسمبلی اور عدالتوں نے قانونی طور پر انھیں مسلمانوں سے الگ کر دیا ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ ہم وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں تو ''محمد رسول اللہ'' سے ان کی مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہیں ہوتی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب ''کلمۃ الفصل'' کے ۱۵۸ پر ذکر کیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ مرزا صاحب ایک ظلی اور بروزی بلکہ امتی اور غیر تشریعی نبی ہیں یہ بھی کذب بیانی ہے۔ مرزا صاحب ایک تشریعی نبی نہیں ہیں بلکہ عین محمد ﷺ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ محمد ﷺ سے بھی اپنے آپ کو افضل کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں قادیانیوں کی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔

یہ تو مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی اور رسول ہیں لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا صاحب ایک استعماری قوت کے ایجنٹ تھے اور نبوت و رسالت تو بہت بڑا مقام ہے وہ ایک عام آدمی کے معیار پر بھی پورے نہیں اترتے تھے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے۔

کتاب میں ہم نے مرزا صاحب کی مختلف کتابوں سے ان کے دعاوی کو نقل کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت اسلام کے خلاف ایک گہری سازش بلکہ بغاوت ہے اور تحریک قادیانیت ایک ایسی تحریک ہے جو اسلام کی تخریب کاری کے لیے چلائی گئی تھی اور استعماری طاقتوں کی حمایت اور مسلمانوں کو ان کا غلام بنانے کے لیے عمل میں آئی تھی۔ اور اس نے ۱۹۰۰ء سے لے کر آج تک یہی خلاف اسلام خدمت سرانجام دی ہے۔

اس کتاب میں ہم نے دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے کہ انگریزوں نے ایک خاص مقصد کے تحت مرزا صاحب کو نبوت کے مقدس مقام پر سرفراز کرنے کی کوشش کی جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن مسلمان ہر اس شخص کو جو سرکار دو عالم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جونہی مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا مسلمان علماء اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، امام العصر حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے تلامذہ اور آخری زمانہ میں زعیم الاسلام سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ انگریز نے اپنے اس خود کاشتہ پودے کی خوب آبیاری کی لیکن علماء اسلام نے ہر میدان میں اس فرقہ کے بانی اور اس کے مبلغین کو شکست فاش دی، اور بالآخر پاکستان کی نیشنل اسمبلی اور مختلف عدالتوں نے علمائے اسلام کی انھی کوششوں سے ۱۹۷۴ء

میں قادیانیت کو اسلام سے الگ مذہب قرار دے کر اس کے تابوت میں آخری میخ ٹھونک دی۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم صدر پاکستان نے اپنے آرڈیننس کے ذریعے ان کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال کرنے سے روک دیا اور قادیانیت کا وہ ہیڈ کوارٹر جو پہلے ربوہ میں تھا اس آرڈیننس کی وجہ سے پاکستان سے انگلستان منتقل ہو گیا۔ ربوہ کے خلیفہ کا انگلستان منتقل ہونا تھا کہ ہزاروں قادیانیوں نے سیاسی پناہ کے بہانے یورپین ملکوں میں اپنے ڈیرے جما لیے اور وہاں مسلمانوں کو مرتد کرنا شروع کر دیا۔

اب انگلستان کے بعد قادیانیت کا سب سے بڑا مرکز جرمنی ہے جہاں ہزاروں قادیانی سیاسی پناہ کے بہانے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو قادیانیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ قادیانی عقائد اور تعلیمات سے عام مسلمانوں کو آشنا کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے، امید ہے کہ مسلمان اس کتاب کو پڑھ کر قادیانی مذہب سے بخوبی آشنا ہوں گے۔ کیونکہ اس میں ہم نے مسئلہ ختم نبوت، قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں بیان کرکے بعد میں مرزا غلام احمد کی کتابوں اور قادیانی اخبارات اور جریدوں اور مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی اور مرزا غلام احمد کے منجھلے لڑکے بشیر احمد کی کتابوں کے حوالہ جات سے بتایا ہے کہ اسلام اور قادیانیت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور نہ صرف ان کے اعتقادات مسلمانوں سے الگ ہیں بلکہ بقول قادیانی آرگن ''الفضل'' کے:

''ہم ہر بات میں مسلمانوں سے الگ ہیں، اللہ، رسول، قرآن، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ان سب مسائل میں ہمارا اور مسلمانوں کا بنیادی اختلاف ہے''۔

(الفضل، قادیان، ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

قادیانیوں کی انھی خلاف اسلام کارروائیوں کے پیش نظر فرینکفرٹ کے مسلمانوں نے ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کی بنیاد رکھی، جس کی طرف سے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ نہ صرف جرمنی بلکہ پورے یورپ کے مسلمان اس کام میں ہمارے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم:

حکیم محمود احمد ظفر

باب نمبر(1)

ختم نبوت کی اہمیت

دنیا میں جس قدر نبی گزرے ہیں وہ سب صرف نبی اور رسول تھے لیکن ان میں کوئی بھی خاتم الانبیاء والمرسلین نہیں تھا۔ وہ سب آئے اور آ کر چلے گئے۔ وہ ایک خاص وقت کے لیے آئے تھے اور ایک خاص قوم اور علاقہ کے لیے آئے تھے لیکن ایک ایسے آنے والے کی بھی ضرورت تھی جو سب کے لیے آئے، ساری دنیا کے لیے آئے اور ہمیشہ کے لیے آئے کیونکہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا تھا اس کی کسی ایک پر تو تکمیل ہونی تھی۔ چنانچہ وہ کامل و مکمل آیا اور اس نے آتے ہی سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح یہ نہیں کہا کہ میں تو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں بلکہ اس نے اعلان فرمایا:

يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

اے لوگو!، میں تم سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

وہ آنے والا آیا، سب کے لیے آیا، قیامت تک کے لیے آیا اور سب سے آخر میں آیا۔ اب نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی رسول اور نہ کوئی اب دعویٰ نبوت کر سکتا ہے۔ جو آپ ﷺ کے بعد اب دعویٰ نبوت کرے گا وہ کذاب ہے، دجال ہے، ملعون ہے اور اس کا دعویٰ نبوت کذب و افتراء پر مبنی ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی نبوت کے سارے کمالات آپ ﷺ پر ختم ہیں اور جس پر نبوت کے سارے کمالات ختم ہوں وہ خاتم النبیین کے ساتھ آخر النبیین بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی ہے مستلزم خاتمیت زمانی اور مکانی کو، اسی وجہ سے قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے لیے ''آخر النبیین'' کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ خاتم النبیین کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ خاتمیت

مرتبی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں کا مستلزم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا یہ مسئلہ صرف قرآن ہی سے ثابت نہیں بلکہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"و كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين مما نطق به الكتاب و صدعت به السنة و اجمعت عليه الامة فيكفر مدعي خلافه و يقتل ان اصر"

اور رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر کتاب اللہ ناطق ہے اور احادیث نبویہ نے اس کی تصریح فرما دی ہے اور تمام امت اس مسئلہ پر اجماع ہے، لہٰذا اس کے خلاف جو دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور اگر وہ اصرار کرے تو قتل کیا جائے۔

(تفسیر روح المعانی، جلد ۷ صفحہ ۶۵)

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و دعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالاجماع۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۲۰۲)

ختم نبوت اور قرآن:

قرآن حکیم نے کئی آیات میں اس مسئلہ ختم نبوت کو واضح فرمایا ہے لیکن وہ آیت جس میں لفظ خاتم النبیین فرما کر سرکار دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کو واضح کیا وہ آیت سورۂ احزاب میں ہے فرمایا:

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين (الاحزاب:۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

گویا بتایا یہ ہے کہ محمد ﷺ باعتبار زمانہ، باعتبار مرتبہ اور باعتبار مکان خاتم النبیین ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ایسے ہی تمام مدارج و مراتب نبوت کے سلسلے بھی آپ ﷺ پر ختم ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہیں اور نہ اس کے آنے کی ضرورت ہے۔

لغت کے اعتبار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب تمام مدارج نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو گئے، اب نبوت تمام ہو گئی لہٰذا کسی نبی کے آنے کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی اپنی مشہور کتاب ''مفردات القرآن'' میں اس کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

"خاتم النبیین لانه ختم النبوت ای تممها بمجیئه"

سرکار دو عالم ﷺ کو خاتم النبیین اس لیے کہا گیا کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو گئی۔

کلیات ابی البقاء میں ہے کہ:

و تسمیة نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم آخر القوم قال الله تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نام خاتم الانبیاء اس لیے رکھا گیا ہے کہ خاتم آخر قوم کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول: "ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین" کے یہی معنی ہیں۔ (کلیات ابی البقاء ص ۳۱۹)

خاتم النبیین کے معنی لسان العرب، تاج العروس، شرح القاموس اور القاموس میں بھی لکھے ہیں۔ علامہ طاہر پٹنی نے مجمع البحار جلد ا صفحہ ۳۳۰ میں لکھا ہے:

الخاتَم اوالخاتِم من اسمائه صلی الله علیه وسلم بالفتح اسم ای آخر و بالکسر اسم فاعل خاتَم اور خاتِم یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے ناموں میں سے ہیں۔ زبر کے ساتھ اسم ہے اور آخر کے معنی میں ہے اور زیر کے ساتھ اسم فاعل ہے یعنی ختم

کرنے والا۔

اس سے ایک صفحہ پہلے لکھا ہے کہ:

خاتِم النبوت بکسرة التاء ای فاعل الختم وهو الاتمام

وبفتحها بمعنی الطابع ای شئی یدل علی انه لا نبی بعده

خاتم النبوت تاء کی زیر کے ساتھ ختم اور تمام کرنے والا اور زبر کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ وہ شئے جو اس کی دلالت کرے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

لغت کی تمام معتبر کتابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ خاتم (زیر اور زبر دونوں کے ساتھ) کے ایک ہی معنی ہیں اور وہ معنی آخر کے ہیں، لہٰذا خاتم النبیین کے معنی ہیں آخر النبیین یعنی سب سے آخری نبی۔ خود مرزا قادیانی نے بھی خاتم کے معنی یہی کیے ہیں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

''میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا، اور میں ان کے لیے خاتم اولاد تھا۔'' (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶، براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

تمام ائمہ تفسیر نے بھی خاتم النبیین کے یہی معنی لکھے اور اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے: ''یہ آیت اس بات میں نص صریح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، جب کوئی نبی نہ ہوگا تو رسول بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگا کیونکہ مرتبۂ رسالت مرتبۂ نبوت سے خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں اور ختم نبوت پر سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث متواترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہیں''۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ صفحہ ۴۷۴)

تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ:

''ولا یقدح فیه نزول عیسیٰ بعده علیهما السلام لان معنی کونه خاتم النبیین انه لانبیاً احد بعده و عیسیٰ ممن نبی قبله''

نبی اکرم ﷺ کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جو سرکار دو عالم ﷺ سے پہلے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ (تفسیر ابوالسعو دبر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۴۹)

ایسا ہی تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۳۳ میں علامہ جاراللہ زمخشری نے لکھا ہے اور تفسیر مدارک میں بھی ایسا ہی مرقوم ہے۔

تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۳ میں لکھا ہے کہ:

"خاتم النبیین ختم اللّٰہ بہ النبوت فلا نبوت بعدہ ای ولامعہ"

خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا پس نہ آپ ﷺ کے بعد نبوت ہے اور نہ آپ ﷺ کے ساتھ کسی کو حاصل ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں اس پر بڑی مفید بحث فرمائی ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے قابل ہے۔'' (ملاحظہ کیجیے روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۵۹)

امام فخر الدین رازی نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

"(وخاتم النبیین) وذالك لان النبی الذی یکون بعدہ نبی ان ترك شیئا من النصیحة والبیان یستدرکه من یاتی بعدہ واما من لا نبی بعدہ یکون اشفق علی امته واھدی لھم وأجدی اذھو کوالد لولدہ الذی لیس له غیرہ من احد"

اس سلسلے میں خاتم النبیین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آنا ہوتا ہے تو پہلا نبی تبلیغ اور احکام کی توضیح کا مشن کسی حد تک نامکمل چھوڑ جاتا ہے اور بعد میں آنے والا اسے مکمل کرتا ہے، لیکن جس نبی کے بعد کسی نبی کی آمد نہیں ہوگی وہ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق ہوتا ہے اور ان کے لیے واضح ،قطعی اور کامل ہدایت فراہم کرتا ہے جیسے ایک باپ جانتا ہو کہ اس کے بعد اس کے بیٹے

کی نگہداشت کرنے والا کوئی سرپرست اور کفیل نہ ہوگا۔

(تفسیر کبیر، جلد۶ ص ۵۸۱)

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

"و خاتم النبيين و آخرهم الذی ختمهم او ختموا به— ولا يقدح فيه نزول عيسیٰ بعده لانه اذا نزل كان علی دينه"

اور خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ انبیاء کی سب سے آخری کڑی ہیں جنھوں نے ان کے سلسلے کو ختم کر دیا ہے اور سلسلۂ نبوت پر مہر لگا دی ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ وہ جب آئیں گے تو انہی کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔

(انوار التنزیل جلد۴، ص ۱۶۴)

علامہ زرقانی نے مواہب کی شرح میں اس آیت کی توضیح وتفسیر کے بارے میں لکھا ہے:

"اور رسول ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ سب انبیاء اور رسل کے ختم کرنے والے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے: "ولكن رسول الله و خاتم النبيين يعنی آخر النبيين يعنی جس نے انبیاء کو ختم کیا یا وہ جس پر انبیاء ختم کیے گئے اور یہ معنی عاصم کی قرأت یعنی خاتم کو بالفتح پڑھنے کے وقت ہیں اور امام احمد اور ترمذی اور امام حاکم نے باسناد صحیح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رسالت و نبوت منقطع ہو چکی ہے، نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ کہا جاتا ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو وہ اپنی امت کے لیے زیادہ شفیق ہوگا اور اس باپ کی مثل ہوتا ہے کہ جس کی اولاد کے لیے اس کے بعد تربیت اور نگرانی کرنے والا کوئی اور نہ ہو اور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ختم نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ سیدنا عیسیٰ اس وقت حضور ﷺ کے دین پر ہوں گے۔ علاوہ بریں ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے اور ظاہر ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پہلے

نبی بن چکے ہیں"۔ (زرقانی شرح المواہب، جلد ۵ صفحہ ۲۶۷)

تفسیر البحر المحیط لابی حیان جلد ۷ صفحہ ۲۳۶ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

اسی طرح ہی علامہ احمد المعروف ملا جیون دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، استاد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب تفسیر احمدی میں لکھا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس مضمون کو لکھا ہے اور ہمارے دعویٰ کو ثابت کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اور جو شخص اپنے لیے دعویٰ نبوت کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ سے نبوت کے مرتبہ تک پہنچنے اور اس کے حاصل کرنے کو جائز سمجھے جیسے فلاسفہ اور حدود شریعت سے تجاوز کرنے والے مدعیانِ تصوف کرتے ہیں، اور ایسے ہی وہ شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا جو یہ کہے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے معانقہ کرتا ہے پس یہ سارے کے سارے کافر ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور خدا کی طرف سے قرآن حکیم میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور امت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے۔ پس ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں بلکہ قطعی طور سے اجماعاً اور نقلاً ثابت ہے"۔ (شفاء، جلد ۲ صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول (افہم عدم نبی بعدہ ابداً و عدم رسول بعدہ ابداً) اور اس آیت میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں ہے۔ اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا کلام محض ایک بکواس و ہذیان ہے۔ اور یہ تاویل اسے کفر سے نہیں روک سکتی

کیونکہ وہ اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں"۔ (کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۲۸)

ایسا ہی شیعہ مفسرین نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو "التفسیر القمی" ص ۵۳۲ تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص ۲۹۸، تفسیر منہج الصادقین، ملا فتح اللہ کاشانی جلد ۷ ص ۳۳، تفسیر الصافی، ملا حسن الکاشی ص ۴۹۱، تفسیر التبیان، جلد ۸ ص ۳۱۴، ابوجعفر محمد بن حسن علی الطوسی، تفسیر البرھان جلد ۳ ص ۳۲۷، ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل الحسینی۔

ایسا ہی ترجمہ وتفسیر قرآن مقبول احمد وفرمان علی میں ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۵۰۷ و ص ۵۷۵ بالترتیب۔

تفسیر کی ان تمام کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ آپ کے بعد کسی کو منصب نبوت نہیں دیا جائے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی بھی دعویٰ نبوت سے پہلے اس بات کا قائل تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے خواہ وہ تشریعی نبوت ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی، چنانچہ اس نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے:

ہست او خیر الرسلؐ خیر الانامؐ
بر نبوت رابروشد اختتام

(درثمین، ص ۲۳۳)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"قرآن کریم خاتم النبیین کے بعد کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو، کیونکہ رسول کو علم بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلۂ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ اوہام کلاں ص ۳۱۰)

اپنے ایک اشتہار میں یوں ختم نبوت کا اقرار کیا کہ:

"سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم

صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔
(اشتہار ۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء از حقیقۃ النبوت ص ۸۹ تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۲۰)

اس منکر ختم نبوت بلکہ مدعی نبوت نے ایک اور موقع پر لکھا ہے:

''میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ کا منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت و جماعۃ کا عقیدہ ہے'' (ایضاً اشتہار ۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء ص ۱)

۸/ دسمبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں کہا ہے:

''اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعۃ کے ہیں اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔

آسمانی فیصلہ ص ۳، ۸/ دسمبر ۱۸۹۱ء، منقول از حقیقۃ النبوت ص ۹۲)

ایک اشتہار مورخہ ۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو جامع مسجد دہلی میں منعقدہ ایک اجتماع میں تقسیم کیا گیا میں مرزا صاحب بیان کرتے ہیں:

''ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب۔ اب میں مفصلۂ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (اشتہار ۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ ۲ ص ۴۴)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ:

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی

آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔ صاحب انصاف طلباء کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت و رسالت بکثرت آیا ہے، ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا، لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (لفظ رسول اور نبی میں مراد مجاز ہے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مشتمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے۔''

چنانچہ ایک اور مقام پر لکھا ہے:

''ومن قال بعد رسولنا و سیدنا انی نبی و رسول علی وجه الحقیقة والافتراء و ترك القرآن واحکام الشریعة الغرافهو کافر کذاب''۔

''غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت ﷺ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمے سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے، اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کئی نئے طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں''۔ (انجام آتھم ص ۲۷)

اپنی کتاب ''حمامۃ البشریٰ'' میں لکھتے ہیں:

الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرة بیننافی قوله لانبی بعدی ببیان واضح للطالبین۔

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ رب رحیم نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے لانبی بعدی کی مفسر حدیث بیان کیا۔ (حمامۃ البشریٰ، ص۲۴)

ایک اور اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا:

''ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں۔''

(اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ ۶ ص ۲)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے اس الزام کی تردید کی ہے: ''وہ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ لکھا ''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے، میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور اس کے رسول کا متبع ہوں''۔

(جنگ مقدس، ص ۶۷)

نبوت کا دعویٰ کرنے سے قبل مرزا صاحب اپنے لیے نبی کا لفظ بکثرت استعمال کرنے لگے، گویا کہ شروع ہی سے دعویٰ نبوت کرنے کی نیت تھی، لیکن یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر یک دم نبوت کا دعویٰ کر دیا تو کہیں مسلمان مشتعل ہو کر سخت مخالف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ جب لوگوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب نبی اور رسول کے الفاظ کثرت سے استعمال کرنے لگے ہیں تو عوام میں کافی اشتعال پیدا ہوا۔ ان کے اشتعال، مخالفت اور پریشانی کو دور کرنے لیے کہا:

''یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح (ہر ایک کو اصطلاح بنانے کا حق ہے) سو خدا کی یہ اصطلاح ہے

جو اس نے ایسے لفظ استعمال کیے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت ﷺ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ خدا ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کو اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے"۔ (سراج منیر، ص ۳۰۲)

اپنی کتاب "حمامۃ البشریٰ" میں دعویٔ نبوت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے، اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے"۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۹۴)

علاوہ ازیں دیکھیے "آئینہ کمالات اسلام" مطبوعہ ۱۸۹۳ء، ص ۳۱۶ اور سلسلہ تصنیفات حصہ پنجم ص ۲۰۸۲ وغیرہم۔

ایک اور کتاب میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"ما كان لي ان ادعي النبوة و اخرج عن الاسلام و الحق بقوم كافرين"۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں۔ (حمامۃ البشریٰ، ص ۷۹)

ایک اور جگہ لکھا کہ:

"کیا تو نہیں جانتا کہ محسن رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت ﷺ نے طالبوں کے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وحی نبوت کے دروازے کا افتتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی کیوں کر آوے حالانکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ، مترجم جلد ا ص ۶۶، زیر آیت خاتم النبیین)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا نے لکھا ہے:

"اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے اور آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیہ کریمہ ولکن رسول الله و خاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے"۔ (کتاب البریۃ، ص۱۸۴)

ان کے علاوہ اور بے شمار جگہوں پر مرزا صاحب نے آیت خاتم النبیین کے یہی معنی لکھے ہیں جو چودہ سو سال سے تمام مسلمان کرتے چلے آ رہے ہیں اور جو خود سرکار دو عالم ﷺ نے کیے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ جو میرے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ دجال اور کذاب ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ سب حوالہ جات لاہوری مرزائی پیش کرتے ہیں کیونکہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور یہ حوالے پیش کر کے ربوی مرزائیوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو مرزا صاحب تو خود لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا اور نہ پرانا، پھر تم کیسے مرزا کو نبی مانتے ہو۔ اور ربوی مرزائی یہ جواب دیتے ہیں کہ جیسے تم حکیم نورالدین کے مرنے تک مرزا کو بھی مانتے رہے تھے۔ بہر حال یہ ان دونوں پارٹیوں کا اپنا اختلاف ہے، ہمارے نزدیک تو دونوں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں لیکن یہ بھی ایک عجیب معمہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ تک جتنے نبی بھی گزرے ان کے بارے میں صرف دو گروہ تھے مصدقین اور مکذبین یعنی ایک گروہ ان انبیاء کی تصدیق کرتا تھا کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور دوسرا نبی نہیں مانتا تھا بلکہ مفتری تصور کر کے اس کی تکذیب کرتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ایک گروہ مومنین کا تھا اور دوسرا کافرین کا۔ پوری کائنات میں یہ واحد مدعی نبوت ہے جس کے بارے میں تین گروہ ہیں ایک اس کو نبی ماننے والوں کا دوسرا اس کو دائرہ اسلام سے خارج یعنی کافر قرار دینے والوں کا اور تیسرا گروہ جو نہ اس کو نبی مانتا ہے اور نہ کافر بلکہ مجدد اور مصلح اور ریفارمر تسلیم کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ایسا مدعی نبوت ہے جس کا دعویٰ یا جس کی تحریرات مبہم اور غیر واضح ہیں یا جس کی مت ماری گئی ہے اور وہ کبھی کوئی دعویٰ کرتا ہے اور کبھی کوئی۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا یعنی بتایا جا رہا تھا کہ آیت خاتم النبیین کے معنی وہی ہیں جو ائمہ لغت اور ائمہ تفسیر نے بیان کیے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور جو بھی حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے گا وہ کافر، دجال اور کذاب ہے جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود مسیلمہ کذاب اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں کے لیے بیان فرمایا جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور خود مرزا قادیانی نے بھی ''خاتم النبیین'' کے یہی معنی کیے ہیں جو پوری امت کرتی چلی آ رہی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

قرآن حکیم کی یہی ایک آیت نہیں ہے جس سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آیات ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب ''ختم النبوت فی القرآن'' میں ایک سو آیات سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔

ختم نبوت اور احادیث نبویہ:

قرآن حکیم کے بعد احادیث نبویہ کا درجہ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث متواترہ سے آپ ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اور تمام ذخیرۂ حدیث میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آ سکتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون۔

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا تھا لیکن میرے بعد نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۴۹۱، مسلم جلد ۲ ص ۱۲۶، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۷)

اس حدیث میں نہایت واضح طریقے سے بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کے

منصبِ نبوت کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہ ہوگا۔ نہ آپ ﷺ کے زمانۂ حیات میں اور نہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد، نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی اور نہ بروزی۔ نبوت کی یہ سب قسمیں مرزا قادیانی نے بنائی ہوئی ہیں۔ علماء نے یہ لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد اس امت میں ایسے نبی بھی نہیں آسکتے جو گذشتہ انبیاء کی شریعت کی تشریح و توضیح اور اس شریعت کی پابندی کرانے کے لیے آتے تھے، چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ:

تسوسهم الانبياء اى انهم كانوا اذاظهر فيهم فساد بعث الله لهم نبيأيقيم لهم امرهم ويزيل ما غيروا من احكام التوراة۔

یعنی بنی اسرائیل میں جب فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی نبی بھیج دیتا تھا جو ان کے امور کو درست کرے اور ان تحریفات کو دور کرے اور ان احکام تورات کو درست کرے جن میں ان لوگوں نے تغیر و تبدل کر دیا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۶ صفحہ ۳۶)

اسی مسئلہ ختم نبوت کو سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مثال سے واضح فرمایا۔ اس حدیث کے راوی بھی پہلی حدیث کے راوی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان مثلى و مثل انبيائهن قبل كمثل رجل لبى بيتا فاحسنه و اجمله الا موضع لبنةمن زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له و يقولون هلا وضعت هذه اللبنة ،قال فاناالبنة و انا خاتم النبيين۔

میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور وہ مکان بہت خوبصورت اور عمدہ، لیکن اس میں ایک کونے میں صرف ایک اینٹ کی کسر باقی تھی۔ لوگ اس مکان کے اردگرد گھومتے اور دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے لیکن یہ بھی کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ سرکار دو عالم ﷺ

نے ارشاد فرمایا پس وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

قرآن حکیم میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے، اس حدیث میں سرور کائنات ﷺ نے اس کے معنی اس حدیث سے واضح فرمائے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں یعنی نبیوں میں سب سے آخر میں آنے والا۔ چنانچہ بتایا کہ ایوان نبوت میں صرف ایک اینٹ کی کسر باقی تھی، وہ اللہ تعالیٰ نے میرے آنے سے پُر کر دی۔ اب ایوان نبوت بالکل کامل اور مکمل ہے لہٰذا کسی ظلی، بروزی اور تشریعی وغیر تشریعی نبی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ سب اینٹیں لگ چکی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ایوان نبوت اور قصر رسالت کی اینٹ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اینٹ گندی نالی میں پھینک دینے کے قابل ہے۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبیاء علیهم السلام۔

پس وہ خالی اینٹ کی جگہ میں ہوں۔ میں آیا اور انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ میں نے پورا اور ختم کر دیا۔

مسلم ہی میں ایک اور مقام پر سرکار دو عالم ﷺ کی ختم نبوت اور آپؐ کی خصوصیات کے باب میں سے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت عطا فرمائی گئی ہے۔ (فضیلت علی الانبیاء بست) ان میں آپ ﷺ نے اپنی دو فضیلت یہ بیان فرمائیں کہ:

وارسلت الی الخلق کآفة وختم بی النبیون۔

ایک تو میں تمام لوگوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (کیونکہ مجھ سے قبل ہر نبی ایک خاص قوم اور علاقے کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا)۔ اور دوسری یہ کہ مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ کے ایک صحابی ہیں۔ رشتہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ماموں بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی وفی روایة المسلم انه لا نبوت بعدی۔

تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو سیدنا ھارون کو سیدنا موسیٰ علیہما السلام سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے مگر میری نبوت کے بعد کوئی نبوت نہیں ہیں۔ (اس وجہ سے تم ھارون علیہ السلام کی طرح منصب نبوت میں شریک نہیں ہو سکتے)۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۳۔ مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

اس حدیث میں بھی سرکار دو عالم ﷺ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اب نہ کوئی نبی ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی نبوت، کیونکہ لا نبوت بعدی میں بھی لانفی جنس کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی تشریعی نبوت یا غیر تشریعی نبوت اور کوئی ظلی و بروزی نبوت غرض کہ کسی قسم کی کوئی نبوت اب میرے بعد نہیں گویا ہر نبوت کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدی نبی۔ (ترمذی، جلد ۲ ص ۱۰۷)

میں عاقب ہوں اور عاقب کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہ حدیث چند لفظوں کے اختلاف کے ساتھ بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۱، جلد ۲ ص ۲۶۱)

اسی مضمون کی ایک اور حدیث سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم۔

میں آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے سب سے آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ، ص ۳۰۷)

اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں مسئلہ ختم نبوت کو بیان فرمایا ہے۔ امت بنتی ہے نبی سے اور چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا

نہیں اس وجہ سے مسلمانوں کے بعد اب کوئی امت بھی نہیں ہوگی۔ اس سے سرور کائنات ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو جتنے لوگ اس کو نبی مانیں گے وہ مسلمانوں سے الگ امت ہوں گے۔ ان کا امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے اسی فرمان کے تحت پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں امت مرزائیہ کو مسلمانوں سے الگ امت قرار دیا کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا جو اگرچہ غلط اور کذب پر مبنی ہے لیکن جن لوگوں نے اسے نبی مانا وہ مسلمانوں کی امت سے جدا امت ہوگی۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے دو جہان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعمون انه نبي و انا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔

میری امت میں تیس جھوٹے (مدعی نبوت) پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں لہٰذا میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(ابوداؤد جلد۲ ص ۲۳۴، ترمذی جلد۲ ص ۴۵)

بخاری اور مسلم میں اس حدیث کے معنی کی ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں کذاب کے ساتھ ''دجال'' کا لفظ بھی آیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔

(بخاری جلد۱، ص ۵۰۹، جلد۲، ص ۱۰۵۴، مسلم جلد۲، ص ۳۹۷، ابوداؤد جلد۲، ص ۲۲۸)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور دجال ہے۔ لہٰذا مسلمان جب مرزا غلام احمد قادیانی کو دجال اور کذاب کہتے ہیں تو مرزائی کہتے ہیں کہ دیکھئے آپ لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ یہ دجال اور کذاب کہنا گالی نہیں بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کے الفاظ کی تکرار ہے اور ان کو دہرانا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو آپ ﷺ نے خود دجال اور کذاب کہا ہے۔ اور اس کو دجال اور کذاب کہنا حقیقت کا

اظہار ہے نہ کہ گالی دینا۔ گالیاں وہ ہوتی ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں دی ہیں۔ مثال کے طور پر مرزا غلام احمد قادیانی نے سعداللہ خان لدھیانوی کو اپنے تین شعروں میں بارہ گالیاں دی ہیں ذرا مرزا آنجہانی کے شعر ملاحظہ ہوں اور ساتھ ہی گالیوں کا انداز بھی دیکھیں کہ کیسی کیسی گالیاں دی گئی ہیں:

ومن اللئام اری رجلاً فاسقاً غولاً لعيناً نطفة السفهاء

شكسٌ، خبيثٌ مفسدٌو غرورٌ نحسٌ يسمى السعد فى الجهلاء

اذيتينى خبيثاً فلست بصادق ان لم تمت بالخزى يا ابن بغاء

۱۔ اور لئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔

۲۔ بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھانے والا۔ منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعداللہ رکھا ہے۔

۳۔ تو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے پس میں سچا نہیں ہوں گا اگر ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہوا ے حرامی۔ (حقیقۃ الوحی تتمہ ص ۱۴، ۱۵)

اور آئینہ کمالات ''اسلام'' میں ہر اُس شخص کو رنڈی کی اولاد کہا ہے جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا ویسے مرزا صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت مغلظات بکنے والے انسان تھے۔ چنانچہ ان کی گالیوں پر لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہو''مغلظات''۔

مرزا صاحب گالیاں دینے میں اتنے مشاق تھے کہ خود اپنے آپ کو بھی گالیاں دے گئے۔ چنانچہ اپنی کتاب درثمین میں اپنے بارے میں گالیوں کے یہ قیمتی موتی بکھیرے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(صفحہ ۹۴)

گویا کہ اپنے کو دائرہ انسانیت سے خارج کر دیا اور بتایا کہ میں انسان تو نہیں

البتہ انسان کی وہ جگہ ہوں جس سے ہر شخص نفرت کرتا ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے؟ مرزائی خود اندازہ لگالیں۔ پھر بتایا کہ میں انسانوں کے لیے باعث ننگ و عار ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے بارے میں بالکل اظہار حقیقت فرمایا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا شخص درجۂ انسانیت سے گرا ہوا شخص ہی ہوسکتا ہے۔ کسی انسان کو تو یہ جرأت نہیں ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے اور خود کو محمد رسول اللہ ﷺ کا بروز کہے اور یہ کہے کہ حضور ﷺ دوسرے جنم میں (معاذ اللہ) میری شکل میں آئے ہیں۔ کہاوت ہے کہ ''باؤلے نے کہی ابلہے نے مانی''۔ خود تو وہ کذاب اپنے کو محمد رسول اللہ (معاذ اللہ) کہتا ہے اور اس کا ایک مرید اس کو جس نے خود اپنے کو انسانیت کے دائرہ ہی سے خارج کر دیا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا کہتا ہے۔ اس کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی مثال میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اکمل کا مطلب ہے کہ (معاذ اللہ) پہلے سے بھی زیادہ مکمل کے محمد کو جس نے دیکھنا ہے وہ غلام احمد کو قادیان میں دیکھے۔ اس مرزائی کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے والے محمد ﷺ میں (معاذ اللہ) کچھ نقص رہ گیا تھا وہ نقص مرزا غلام احمد سے پورا ہوگیا۔ قادیانی کا اپنا شعر اس مفہوم کی تائید کر رہا ہے:

مرد فتنہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص۱۴۴/۱۱۴ منظور چنیوٹی)

پھر حدیث میں الفاظ ''فی امتی'' آئے ہیں یعنی میری امت میں تیس دجال اور کذاب ہوں گے۔ اس سے سرکار دوعالم ﷺ نے یہ اشارہ فرما دیا کہ وہ اپنے کو ''امتی نبی'' کہیں گے جیسا کہ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ میں امتی نبی ہوں لہٰذا ''امتی نبی'' اپنے کو کہنے والا بھی دجال اور کذاب ہی ہے نبی نہیں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لو کان بعدی لکان عمر بن الخطاب۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔

(ترمذی ص۲۰۹)

عربی زبان میں لفظ ''لو'' شرط کے لیے آتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ شرط کے موجود نہ ہونے سے مشروط بھی موجود نہیں ہوتا۔ بتایا ہے کہ چونکہ میں آخری نبی ہوں خاتم النبیین ہوں۔ اب کسی کو میرے بعد یہ منصب نہیں مل سکتا لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہو سکتے وگرنہ عمر رضی اللہ عنہ میں اس منصب نبوت کے لیے تمام صلاحیتیں موجود تھیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہوتی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی ہوتے نہ کہ مرزا غلام احمد جیسے احمق اور جاہل لوگ۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات نے قرآن حکیم کی آیت: واذا اخذنا من النبیین میثاقھم .... کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

کنت اوّل النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہوں۔

اس حدیث کو ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم، الدیلمی، ابن عساکر، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۲، تفسیر ابن کثیر جلد ص)

یہ ہم نے صرف چند احادیث نبویہ مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں نقل کی ہیں وگرنہ اس مسئلہ میں ۶۴ صحابہ رضی اللہ عنہم سے قریباً دو سو دس کے قریب احادیث نبویہ مروی ہیں جن کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے ''ختم النبوت فی الحدیث'' میں جمع فرما دیا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالۃ والنبوت قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا ما المبشرات قال رویاء المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ۔

بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی مل سکتا ہے اور نہ رسول، لیکن مبشرات باقی رہ گئے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔

(بعض روایات رویاء صالحہ کے الفاظ آئے ہیں بخاری جلد۲ص ۱۰۳۵)

(رواہ ابویعلی، فتح الباری جز ۲۸، ص ۴۸۳، ترمذی جلد ص ۱۲۹)

اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ نبوت و رسالت یک قلم ختم ہو گئی البتہ نبوت کی حقیقت کے کچھ اجزاء میں سے ایک جزو (رؤیا مسلمین) باقی ہے۔ اس میں الہام، کشف تام وغیرہ داخل ہیں کیونکہ نبوت کے مقابلہ میں یہ سب بہ منزلہ خواب کے ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں مغالطہ دیا جاتا ہے کہ نبوت کا چونکہ ایک جزو باقی ہے اس لیے پوری نبوت باقی ہے۔ ان جہلاء کا یہ استدلال نہایت مضحکہ خیز ہے۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ جزء پر کبھی کل کا اطلاق ہوتا ہے۔ شربت سکنجبین کے تین جزء ہیں۔ عرق لیموں، چینی اور پانی، اور کیا پانی پر کبھی شربت سکنجبین کا اِطلاق ہوتا ہے۔ اگر جز پر کل کا اِطلاق جائز ہوتا تو لیموں کو سکنجبین کہہ دیتے لیکن نہیں کہتے۔ تو جب یہاں وہ جزء پر کل کا اطلاق نہیں کرتے تو جزو نبوت سے کل نبوت پر کیوں کر اطلاق کرتے ہیں۔ اسی طرح کیا مرزائیوں نے کبھی ایک اینٹ کو مکان کہا ہے حالانکہ اینٹ بھی مکان کا جزو ہوتا ہے۔

ختم نبوت اور اجماع امت:

تمام امت کا اس بارے میں اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ بالاجماع کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۔ علامہ ابوشکور سلمی نے لکھا ہے کہ:

اعلم ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمد کان

رسول اللّٰہ والان ھو رسول اللّٰہ... وکان خاتم الانبیاء علیھم السلام فلا یجوز بعدہ ان یکون احد نبیاً غیر نزول عیسیٰ علیہ السلام و کانت ھذا عیسیٰ علیہ السلام قبلہ بالرسالۃ والشریعۃ وفاتہ تکون بعد... ومن ادعی النبوت فی زماننا فانہ یصیر کافراً ومن طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافراً لانہ شك فی النص۔ (تمہید ص۱۵۰)

جان لو کہ ہر عاقل مسلمان پر یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اور اب بھی وہی رسول ہیں یعنی قیامت تک آپ ہی رسول ہیں اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء تھے، پس آپ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے سوائے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے جو سرکار دو عالم ﷺ سے قبل رسالت ونبوت کے شرف سے مشرف تھے۔ وفات ان کی بعد کو ہوگی۔ جو شخص ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے قرآن کی نص میں شک کیا۔

علامہ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

ھذا مع سماعھم قول اللّٰہ تعالیٰ ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین و قول رسول اللّٰہ ﷺ لا نبی بعدی فکیف یستجیر مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیاً فی الارض حاشاما استثناء رسول اللّٰہ ﷺ فی الآثار المسند الثابتۃ فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیھما السلام آخر الزمان۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین اور حضور علیہ السلام کا ارشاد لا نبی بعدی سن کر ایک مسلمان کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کی بعثت ثابت کی جائے سوائے آخری زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

(الفصل فی الملل و النحل، جلد۴ ص۱۸۰)

اسی جلد کے ایک اور مقام پر علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من قال نبی بعد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام أو جحد شیئا صح عندہ بان النبی ﷺ قالہ فھو کافر۔

جس شخص نے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد کسی کی نبوت کا اقرار کیا یا ایسی شے کا انکار کیا جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکی ہو کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے وہ کافر ہے۔(الفصل فی الملل و النحل جلد۴ص ۲۵۶)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر کا قول نقل فرماتے ہیں:

قال الشیخ اعلم ان اللہ تعالیٰ قد سد باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد محمد ﷺ الی یوم القیامۃ۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق سے محمد ﷺ کے بعد رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند کر دیا ہے۔(الیواقیت والجواہر جلد۲ص ۷۱)

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

و دعوی النبوت بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع۔

اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

''الاشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے:

اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔

اگر کوئی شخص سرکار دو عالم ﷺ کو آخری نبی نہ جانتا ہو تو وہ مسلم نہیں رہتا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

ایسا ہی ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد۲ص ۲۹۱ پر مرقوم ہے۔

یہی بات کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت خواہ اس نے کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا ہو، مسلمان نہیں رہتا۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الاقتصاد ص ۱۱۰ شاہ ولی اللہ نے مسویٰ شرح موطا جلد ۲

ص ۱۰۹، تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۶۵ اور دوسرے کئی ایک علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

قد اخبر اللّٰہ تبارك و تعالیٰ فی کتابه ورسوله صلی الله علیه وسلم فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذابٌ الناس دجالٌ ضالٌ مضلٌ ولو تخرق وشعبذواتی بانواع السحر والطلاسم والیزنجیات فکلھا محالٌ وضلالٌ عند اولی الالباب۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول ﷺ نے احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا تاکہ امت کو پتہ چل جائے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، افترا پرداز، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ خرق عادت اور شعبدہ بازی اور طرح طرح کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے۔ یہ سب کچھ عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے"۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۷۵)

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ ختم نبوت پر ہوا تھا۔ مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ اپنی نبوت کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کا بھی قائل تھا۔ (طبری جلد ۳ ص ۲۴۴) لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تو مسیلمہ سے کوئی دلیل اور معجزہ طلب کیا بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو کذاب سمجھنے اور اس کے خلاف جہاد کرنے پر مجتمع ہوگئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا خواہ وہ کسی تاویل یا کسی پیرایہ سے ہو موجب کفر وارتداد ہے۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بھی ہزاروں میں تھی اور بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جنگ میں شہید ہوئے۔

مسیلمہ کذاب سے جس وقت جہاد کیا جارہا تھا اس وقت اسلام سخت بے چارگی

اور بے سروسامانی کی حالت میں تھا۔ ہر طرف فتنے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ یہود ونصاریٰ منہ کھولے کھڑے تھے۔ اطراف مدینہ کے قبائل مرتد ہو کر ان کے ساتھ مل گئے تھے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کے بارے میں معمولی سا بھی (Compromise) نہیں کیا اور فوراً اس کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک کہ اس دشمن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانے نہیں لگالیا۔

اس کے علاوہ جس کسی نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو ٹھکانے لگا دیا چنانچہ مدعی نبوت اسود عنسی کو قتل کیا۔ (فتح الباری جلد ۶ ص ۴۵۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

اليوم فقدنا الوحي ومن عند الله عزو جل الكلام۔

آج ہم وحی کو اور خداوند ذوالجلال کی طرف سے کلام کو گم کر چکے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۴ ص ۵۰)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بين كتفيه خاتم النبوت وهو خاتم النبيين۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (شمائل ترمذی ص ۵۰)

اس مہر نبوت کے بارے میں علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

"واضافة الى النبوت لانه آية تمامها اذا الشئ يختم بود تمامه"۔

مہر نبوت کی اضافت نبوت کی طرف اس لیے ہے کہ وہ اختتام نبوت کی علامت ہے کیونکہ مہر کسی شئے پر جب ہی ہوتی ہے جب وہ ختم ہو چکے۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے شفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے

سے لکھا ہے کہ خلیفہ عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص حارث نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا۔ اور ایسا ہی معاملہ بہت سے دوسرے خلفاء اور بادشاہوں نے دوسرے مدعیان نبوت کے ساتھ کیا۔ چنانچہ فرمایا:

واجمع علماء وقتهم علي صواب فعلهم والمخالف في ذالك من كفرهم كافر۔

اس وقت کے علماء نے اس بات کا اتفاق کیا کہ ان کا یہ فعل صحیح تھا اور جو ان کے کافر کہنے کا مخالف ہے وہ خود کافر ہے۔

(اکفار الملحدین ص ۴۳)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطـــان" میں لکھا ہے کہ "سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے وحی آتی ہے خصوصی طور پر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی نبوت میں کسی اور کے محتاج نہیں ہیں، اور اسی لیے آپ کی شریعت نہ کسی نبی سابق کی محتاج اور نہ آئندہ آنے والی، برعکس آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کے، اس لیے سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی شریعت کے اکثر حصہ میں تورات کا حوالہ دیا اور شریعت تورات کی تکمیل کے لیے سیدنا مسیح علیہ السلام خود تشریف لائے۔ اور اسی لیے نصاریٰ اس شریعت کے محتاج تھے جو سیدنا مسیح علیہ السلام سے پہلے ظہور میں آچکی تھی جیسے تورات، زبور اور پوری چوبیس نبوتوں کے اور ہم سے پہلی امتیں محدثوں کی بھی محتاج تھیں بخلاف امت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ نہ وہ کسی نبی کی محتاج ہے اور نہ کسی محدث کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فضائل اور علوم اور اعمال و اخلاق اس قدر جمع کر دیے ہیں جو تمام انبیاء سابقین میں متفرق طور پر موجود تھے"۔ (الفرقان، ص ۵۶)

اس مضمون پر حافظ ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب "زاد المعاد" میں بھی روشنی ڈالی ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تیسری صدی کے مجدد بھی سمجھے جاتے ہیں، اپنی کتاب عقیدہ الطحاویہ میں لکھا ہے:

وكل دعوة بعده عليه السلام بغي وهوىٰ وهو المبعوث الي

الجن و کآفة الوریٰ۔

اور ہر دعویٰ نبوت سرکار دو عالم ﷺ کے بعد بغاوت اور گمراہی ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی تمام مخلوق اور جن وانس کے لیے رسول ہیں۔

(عقیدہ الطحاویہ، ص ۱۴)

شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے رسول سیدنا آدم علیہ السلام، پھر ان میں سے آخری نبی اس طرح کہ ان کے بعد مطلقاً نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول، وہ محمد ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اور آپ ﷺ ہی ایسے نبی ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت دنیا میں آپ کی وفات کے بعد بھی آخر زمانہ اور دنیا کے فنا ہونے تک باقی ہے''۔ (کفایۃ العوام ص ۱۸)

ایک اور پہلو سے بھی اس مسئلے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے، لہٰذا جو شخص رسول ﷺ کی ختم نبوت کا منکر ہے، اسلام اور علمائے اسلام کی نگاہ میں وہ کافر ہے۔ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لاالٰہ الااللّٰہ

جس نے شرائع اسلام سے کسی امر کا انکار کیا اس نے کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ کو باطل قرار دے دیا۔ (السیر الکبیر جلد ۴ ص ۳۶۵)

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ ضروریات دین کا انکار تو بڑی شئے ہے اس میں تاویل کرنا بھی کفر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۱۴۸)

ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر کو نہیں روک سکتا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ منکر ختم نبوت اور ایسا شخص جو سرکار دو عالم ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی ہو قرآن، حدیث متواترہ اور علماء کے اجماع اور خود مرزا قادیانی کے اقوال کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

مرزا صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے معنی:

کسی مسئلہ کے ثبوت کے لیے یہی تین ذرائع ہیں: قرآن، سنت (حدیث) اوراجماع امت۔ ان تینوں ذرائع سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ اور پھر یہ بھی یہ ضروریات دین میں سے، اس وجہ سے بھی اس سے انکار یا اس کی تاویل کفر ہے۔ موجودہ زمانہ کا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی بھی دعویٰ نبوت سے قبل اسی طرح ختم نبوت کا قائل تھا جس طرح دوسری امت قائل ہے۔ چنانچہ اس کے کچھ اقوال ہم نے شروع میں نقل کیے ہیں۔ اس نے بھی لکھا ہے کہ ختم نبوت کا کسی معنی سے انکار بھی کفر ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ ''مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں کی جماعت میں جاملوں''۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹)

ایک اور کتاب میں ایک شخص کے اعتراض کے جواب میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ:

''اگر راقم صاحب کی پہلی رائے صحیح ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں تو پھر یہ دوسری رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں خود نبوت کا مدعی ہوں۔ اور اگر دوسری رائے صحیح ہے تو پھر وہ پہلی رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو مانتا ہوں۔ کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے؟ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولكن رسول الله و خاتم النبيين کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طالب علم کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں، مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہو۔ (حاشیہ انجام آتھم ص ۲۶)

ایک اور دفعہ کہا کہ:

''بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے،

لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے الخ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے، اس لیے اپنی جماعت کو معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں لانے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوۃ آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اس آیت کا انکار کرنا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا چاہیے الخ۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔

(اخبار الحکم ص ۲۹ جلد ۳، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء از رسالہ لاہوری جماعت اتمام حجت ص ۲، ماہ صفر ۱۳۴۱ھ ص ۷، شائع کردہ از سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، احمدیہ بلڈنگس، لاہور)

ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب نے کس قدر زوردار الفاظ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور آیت خاتم النبیین کے بعد قرآن حکیم کسی نبی اور رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ اور سرکار دوعالم ﷺ کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے میں مدعی نبوۃ ہرگز نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں نبوۃ کا دعویٰ کرکے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں اور جہاں کہیں میری کتابوں میں ایسے لفظ آئے ہیں اس سے میری مراد حقیقی معنوں میں نبی اور رسول نہیں بلکہ اس کے بجائے میری طرف سے محدث کا لفظ سمجھ لیں۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب میں صراحت کے ساتھ اپنے لیے محدث کا لفظ استعمال کیا۔ پس لکھا ہے:

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے۔ (توضیح مرام، ص ۱۷)



باب نمبر(2)

فتنۂ قادیانیت کے بانی پر ایک نظر

گذشتہ صفحات میں ہم نے مسئلہ ختم نبوت پر اجمالی طور پر تبصرہ کیا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں یہ واضح ہے کیا کہ مسئلہ ختم نبوت تمام امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کسی نے اس سے انکار نہیں کیا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی جو فتنۂ قادیانیت کا بانی تھا، اس کا بھی پہلے سے یہی عقیدہ تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور ملت اسلامیہ سے علیحدہ ہے۔

یہ عقیدہ رکھنے کے بعد اس نے پھر خود بھی دعویٰ نبوت کر دیا اور اپنے ہی قول کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ دعویٰ نبوت بھی اس نے یک قدم نہیں کیا بلکہ بام نبوت پر تدریجی طور پر چڑھا۔ مبلغ اسلام سے مجدد، مجدد سے محدث، محدث سے مثیل مسیح اور مہدی معہود، پھر مسیح موعود، پھر مسیح سے بھی افضل پھر ظلی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم و احمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل و برتر اور آخر میں دعویٰ الوہیت یہ سب کچھ کیا تھا؟ ایک قاری کا ذہن اس میں الجھ جاتا ہے۔

بات دراصل یہ تھی کہ یہ انگریزوں کی طرف سے نبوت محمدیہ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک نہایت گہری سازش تھی، جس کے لیے انھوں نے اپنے اس ''خود کاشتہ پودے'' کی آبیاری کی اور اس کو پروان چڑھانے میں ہر ممکن مدد کی اور مرزا صاحب سازش کے اس جال میں صرف اور صرف روپیہ کمانے کے لیے پھنسے جو انھوں نے کمایا اور خوب کمایا اور اب ان کی اولاد کما کر عیش وعشرت کر رہی ہے، وگرنہ انھیں خود بھی پتہ ہے کہ ان کو اس اسلام سے کوئی تعلق اور نسبت ہی نہیں جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس

دنیا میں لے کر آئے تھے۔ جو لوگ کذب بیانی کر کے یورپ میں سیاسی پناہ حاصل کیے ہوئے ہیں، ان کا قلب انھیں ضرور یہ کہہ رہا ہے کہ تم یہ سب کچھ دنیا کمانے کے لیے کر رہے ہو نہ کہ دین کے لیے۔

آئندہ صفحات میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات، اس کے مشن اور اس کی پیشینگوئیوں پر بحث کریں گے جن کی خلاف عقل تاویلیں کر کے وہ جاہل لوگوں کی مت مارتا رہا اور انھیں بیوقوف بنا کر اپنے دام تزویر میں پھنساتا رہا اور آج اس کی ذریت اس کے اس تزویری ہتھکنڈوں کو استعمال کر کے سادہ لوح لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا رہی ہے۔

خاندانی پس منظر:

مرزا غلام احمد قادیانی مغل قوم کی شاخ برلاس میں ۴۰-۱۹۳۹ء میں قادیان ضلع گورداسپور (انڈیا) میں مرزا غلام مرتضٰی کے ہاں پیدا ہوا۔ اپنا شجرۂ نسب مرزا صاحب نے یہ بیان کیا ہے:

''غلام احمد بن مرزا غلام مرتضٰی بن مرزا عطاء محمد بن مرزا گل محمد ابن مرزا فیض محمد بن مرزا محمد قائم بن مرزا محمد اسلم بن مرزا محمد دلاور بن مرزا الہ دین بن مرزا جعفر بیگ بن مرزا محمد بیگ بن مرزا عبدالباقی بن مرزا محمد سلطان بن مرزا ہادی بیگ۔''

(کتاب البریہ ص ۱۵۴، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۷۲، جلد ۲۲ ص ۲۰۳)

مرزا صاحب کے بزرگ ہندوستان میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے۔ وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے، اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا، اور لاہور شہر سے قریباً پچاس کوس کے فاصلہ پر بگوشہ شمال مشرق فروکش ہوئے۔ اس جگہ کو انھوں نے آباد کیا اور اور اس کا نام اسلام پور رکھا جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ رفتہ رفتہ اسلام کا لفظ لوگوں کو بھول گیا۔ اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر بگڑ کر قادیان بن گیا۔

(کتاب البریہ ص ۱۴۵-۱۴۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۲۳-۱۲۴)

اپنے خاندان کے بارے میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام الہامات میں نے ان ہی دنوں میں ''براہین احمدیہ'' حصہ دوم میں درج کر دیے تھے۔ جن میں میری نسبت ایک یہ الہام ہے۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو، توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو! پھر دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے: لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنا له رجل من فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے: ان الذین کفروا رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ یعنی جو لوگ کافر ہوئے۔ اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اوّلین فارسی تھے۔ والحق ما اظھرہ اللہ۔

(کتاب البریہ ص ۱۴۴ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۳، ص ۱۶۲۔۱۶۳)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خاندان ایرانی اور فارسی الاصل تھا: مغل نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے مزید وضاحت اپنی ایک دوسری کتاب میں کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے۔ کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ ہاں بعض کاغذات میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں۔ اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے۔ سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسا کہ خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں۔ اسی کا علم صحیح اور یقینی ہے اور دوسروں کا علم شکّی اور ظنّی ہے''۔ (کتاب اربعین، ص ۲۳ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۷، ص ۳۶۵)

مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں اس بات میں اور زیادہ صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ:

و انی قراءت فی کتب سوانح آبائی و سمعت من ابی ان آبائی کانوا من جرثومة المغلیة ولکن اللہ اوحی الیّ انھم کانوا من بنی فارس لا من الاقوام الترکیة۔

میں نے اپنے آباؤ اجداد کی سوانح میں پڑھا اور اپنے باپ سے بھی سنا کہ وہ مغلیہ نسل سے تھے ترکی نسل سے نہ تھے۔

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی، الخاتمہ ص ۷۷، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۷۰۳)

مرزا صاحب کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ مرزا صاحب کا اصل خاندان مغلیہ نہیں بلکہ فارسی خاندان ہے کیونکہ مغلیہ خاندان بظاہر ہے اصل فارسی خاندان ہے۔

۲۔ اگرچہ کاغذات کی رو سے آپ کا خاندان مغلیہ ہے لیکن کاغذات کے مقابلہ میں الہامات کا علم زیادہ یقینی ہے لہٰذا جو بات الہام سے معلوم ہو، صحیح وہی ہوتی ہے۔

۳۔ آپ کا خاندان مغلیہ ہونا شکی اور ظنی ہے صحیح اور یقینی خاندان آپ کا فارسی ہے۔ جب آپ کا خاندان فارسی ہے مغلیہ نہیں ہے، اور یہی الہام کے ذریعے سے آپ کو معلوم ہوا اور الہام کا علم یقینی ہے تو پھر آپ کو اپنے نام کے ساتھ ''مرزا'' کے بجائے ''آغا'' لکھنا چاہیے۔ اپنے نام کے ساتھ مرزا لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ کو بھی اپنے الہام پر یقین نہیں ہے جب کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ ''مجھے اپنے الہامات پر اتنا ہی یقین ہے جتنا قرآن اور تورات پر''۔ (اربعین نمبر ۲۵)

اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مرزا صاحب فارسی تھے یا مغل؟ لیکن ان کے دعویٰ کے مطابق وہ مغل نہ تھے بلکہ فارسی النسل تھے، لہٰذا آغا کہلانے کے مستحق ہیں نہ کہ مرزا کہلانے کے۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں مرزا صاحب کے پردادا مرزا گل محمد ایک مشہور رئیس تھے جن کے پاس بقول مرزا صاحب ۸۵ گاؤں تھے سکھوں کے زمانہ میں چونکہ طوائف الملوکی تھی اور مسلمان جاگیرداروں کو اپنی جاگیریں بچانا مشکل تھا اس وجہ سے

بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ اس زمانہ میں قادیان اسلام پور کہلاتا تھا۔

مرزا گل محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اور مرزا صاحب کا دادا مرزا عطاء محمد گدی نشین ہوا۔ ان کے وقت میں لڑائی میں سکھ غالب آئے مرزا عطاء محمد نے اپنی جاگیر کی حفاظت کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے، لیکن سب تدابیر الٹی ہوگئیں اور دن بدن سکھ مرزا عطا محمد کی جاگیر کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ مرزا عطاء محمد کے پاس صرف ایک گاؤں قادیان رہ گیا۔ قادیان اس زمانہ میں ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار برج تھے، ان برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے۔ اس کی فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی تھی۔

سکھوں کا ایک گروہ جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا، فریب سے قادیان میں داخل ہوا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ مرزا عطاء محمد کے خاندان پر ہر طرح کی تباہی آئی۔ مال و متاع لوٹا گیا قوم وخاندان کے لوگ پابند سلاسل ہوئے؟ مساجد اور عمدہ عمدہ مکانات زمین بوس کیے گئے کچھ مساجد کو سکھوں کے گوردوارے بنا دیا گیا۔ قرآنوں کو جلایا گیا گویا کہ پوری سکھا شاہی کا مظاہرہ کیا گیا۔ آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر مرزا صاحب کے بزرگوں کو قادیان سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد اور عورتیں چھکڑوں پر بیٹھ کر پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوگئے، بعد میں مرزا عطاء محمد کو زہر دیا گیا اور وہ انتقال کر گئے۔

رنجیت سنگھ کے زمانے میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی قادیان میں واپس آئے اور انھیں اپنے والد کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست بنالی تھی، اس وجہ سے مرزا عطاء محمد کے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آگئے۔ پھر بھی پانچ گاؤں مرزا غلام مرتضٰی کو مل گئے چنانچہ خاندان کے پرانے اثر و رسوخ کی وجہ سے اپنے نواح میں وہ مشہور رئیس تھے اور گورنر جنرل کے دربار میں بزمرۂ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

(کتاب البریہ ص ۱۴۷ تا ۱۷۶، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۶۵ تا ۱۷۶، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۰۴ء)

مرزا غلام مرتضٰی کے قادیان میں واپس آجانے پر ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں (بقول مرزا غلام احمد) مرزا غلام کی پیدائش ہوئی۔ یہ سکھوں کا آخری زمانہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مرزا صاحب کی عمر سولہ یا سترہ سال تھی۔ مرزا صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں میری عمر سولہ سترہ سال تھی، لیکن مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ کے بیان کو غلط قرار دیتے ہوئے ۱۹۲۲ء میں انگریز پرنس کی رسم تاج پوشی میں اپنے خطاب میں اپنے ابا کی پیدائش کا سال ۱۸۳۷ء بتایا جس کے مطابق ۱۸۷۵ء کی جنگ آزادی میں مرزا صاحب کی عمر ۲۱ سال بنتی ہے۔ سال پیدائش کی یہ تبدیلی اس وجہ سے کی گئی تا کہ مرزا صاحب کی وہ پیشینگوئی سچی ثابت کی جائے جس میں انھیں یہ الہام ہوا تھا:

"ثمانين حولا او قريباً من ذالك او تزيد عليه"۔

تیری عمر اسی (۸۰) سال کی ہوگی یا دو چار سال کم یا چند سال زیادہ۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۹)

ایسا ہی مواہب الرحمٰن ص ۲۱ اور دوسری کئی کتابوں میں لکھا ہے۔ مرزا طاہر نے ان کی جو عمر لکھی ہے وہ ۱۸۳۵ء ہے۔ یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے یا تو مرزا صاحب نے اپنی عمر بتانے میں کذب بیانی سے کام لیا یا اب ان کے جانشین دھوکہ دے رہے ہیں۔

ابھی انھیں ریش و بروت (داڑھی مونچھ) کا آغاز نہیں ہوا تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب کی پیدائش سے ان کے خاندان نے سکھوں کے عہد حکومت میں کافی مصائب برداشت کیے۔ ان مصائب و تکالیف برداشت کرنے والوں میں مرزا غلام مرتضٰی بھی تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے ہندوستان کا پیدل سفر بھی کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد کی پیدائش کے وقت اس خاندان کی عسرت کی زعس قدرے فراخی میں تبدیل ہو چکی تھی کیونکہ مرزا غلام مرتضٰی کو خاندانی جاگیر میں سے پانچ گاؤں مل چکے تھے۔ اور وہ درمیانہ درجہ کے زمیندار کی طرح اپنی زندگی کے دن گزار رہے تھے۔

تعلیم:

مرزا غلام احمد کی عمر جب چھ سات سال کی ہوئی تو مرزا غلام مرتضٰی نے ایک

فارسی خوان معلم فضل الٰہی کو ملازم رکھ کر اپنے بیٹے کی تعلیم شروع کرائی۔ مولوی فضل الٰہی سے مرزا غلام احمد نے قرآن حکیم اور فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ جب ان کی عمر ۱۰ سال کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی فضل احمد کو ان کی تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا۔ مولوی فضل احمد ایک دیندار اور بزرگ آدمی تھے اور بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے تھے ان سے مرزا غلام احمد نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ نحو کو قواعد پڑھے۔

مرزا غلام احمد کا کہنا ہے کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا جن سے انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم شروع کی۔ (ملاحظہ ہو روحانی خزائن جلد ۱۳ص ۱۷۹ تا ۱۸۰ حاشیہ)

ہمارا خیال ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے آخر عمر میں دعویٰ نبوت کرنا تھا اس وجہ سے ان کے کذب کو اجاگر کرنے کے لیے استادوں سے ان کو تعلیم دلوائی گئی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ نبی کا دینی علوم میں کوئی استاد نہیں ہوتا۔ ان کی تعلیم اللہ کی وحی کی روشنی میں ہوتی ہے۔ (علمہ شدید القویٰ) اور جو دنیا کے استادوں سے علم حاصل کرے وہ نبی نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے سیدنا آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سرکار دو عالم ﷺ تک کسی نبی کا دنیا میں کوئی دینی استاد نہیں ہوا۔

جب مرزا صاحب کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی ہوئی تو پھر ایک اور مولوی گل علی شاہ کو آپ کے والد نے اپنے بیٹے کو پڑھانے کے لیے مقرر کیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے چند سال ان سے بھی علم حاصل کیا۔ مولوی گل علی شاہ سے مرزا صاحب نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ پڑھے۔ مرزا غلام احمد کے والد بقول ان کے فن طبابت میں بڑے طبیب حاذق تھے۔ اس لیے آپ نے علم طب کی بعض کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔

مرزا صاحب کا بیان ہے کہ میں مطالعۂ کتب میں اتنا محو رہتا تھا کہ مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ میرے والد مجھے کتابوں میں اس قدر مستغرق رہنے سے ہمیشہ منع کرتے تھے کیونکہ انھیں خطرہ تھا کہ اس قدر کتابوں میں محو ہونے کی وجہ سے میرے بیٹے کی صحت مزید خراب ہو جائے گی۔ اس سے اس بات کی غمازی بھی ہوتی ہے کہ اوائل ہی سے مرزا صاحب کی صحت کوئی اتنی اچھی نہ تھی۔

دوسری وجہ والد کے مطالعہ کتب میں مستغرق رہنے سے روکنے کی مرزا صاحب نے یہ بتائی ہے کہ ان کے والد کا یہ مطلب بھی تھا کہ ''میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں، آخر ایسا ہی ہوا۔ میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انھوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری کے امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا، اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنتا رہا، ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی، مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیا داروں کی طرح مجھے وہ رُوباہ خلق بنائیں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔

''ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا، میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لیے دو تین کوس جانا چاہیے، مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا، اس لیے نہ جا سکا۔ پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا، مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لیے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لیے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں سے محو کر دیا تھا''۔ (کتاب البریہ ص ۱۶۳۔۱۶۶، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۸۱۔۱۸۴)

اگرچہ مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے پوری مسلمان قوم سے غداری کر کے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزی حکومت کو پچاس گھوڑے (دوسری مرتبہ چودہ گھوڑے اور چودہ سوار دیئے ٹوٹل چونسٹھ گھوڑے اور چونسٹھ سوار ہیں) اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو جوان بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ انگریزی سرکار کو مدد دی تھی، لیکن پھر بھی دن بدن آپ کا خاندان زوال پذیر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس خاندان کی حیثیت ایک کم درجہ زمیندار سے زیادہ نہ تھی۔ (تحفۂ قیصریہ ص ۱۸، اور روحانی خزائن جلد ۱۲، ص ۲۷۰)

لیکن انگریز قوم بھی بڑی عیار ہے، وہ سو بھیس بدل لیتی ہے، چنانچہ انھوں نے

اس خاندان کی قومی غداری کے باوجود مرزا صاحب کی خاندانی جاگیر بالکل ضبط کر لی۔ چنانچہ مرزا صاحب کا لڑکا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''اس کے بعد انگریز آئے تو انھوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسی (۱۸۰) رہ گئی اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہو گئی''۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۴۲)

اپنے خاندان کی مالی حیثیت کے بارے میں مرزا بشیر احمد نے ایک اور صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ مسٹر میکانکی ڈپٹی کمشنر گورداسپور، قادیان کے دورہ پر آئے، راستہ میں انھوں نے دادا صاحب (مرزا غلام مرتضٰی) سے کہا کہ آپ کے خیال میں سکھ حکومت اچھی تھی یا انگریزی حکومت اچھی ہے۔ دادا صاحب نے کہا کہ گاؤں چل کر جواب دوں گا۔ جب قادیان پہنچے تو دادا صاحب نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے مکانات دکھا کر کہا کہ یہ سکھوں کے وقت کے بنے ہوئے ہیں مجھے امید نہیں کہ آپ کے وقت میں میرے بیٹے اس کی مرمت کر سکیں''۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۰۵)

سیالکوٹ میں ملازمت:

گھریلو حالات ناگفتہ بہ تھے۔ در و دیوار سے نکبت و ادبار ٹپک رہی تھی۔ زمیندارہ ختم، پنشن ختم یا نہ ہونے کے برابر، ایک سال میں ایک سو اسی روپے (۱۸۰) سے کیا بنتا تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز قلاشی اور مفلسی کی زد میں تھے۔ باپ مغموم و مہموم اور ہر طرف مفلسی کے سائے محیط تھے، اس وجہ سے مرزا صاحب ملازمت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی قوم سے غداری کر کے انگریزوں کی اپنی حیثیت سے زیادہ مدد کی تھی، لیکن انگریز بھی آنکھیں پھیر گیا اور مسلمانوں کی آنکھوں سے بھی یہ خاندان اتر گیا۔ اس وجہ سے مرزا صاحب ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں معمولی تنخواہ پر جو کہ ۱۵ روپے ماہوار تھی ملازمت اختیار کر لی۔ یہ ملازمت آپ نے معاشی گھریلو حالات

سے مجبور ہو کر کی تھی۔ لیکن مرزا بشیر احمد نے اس کی وجہ اور بتائی جو کہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔
مرزا بشیر لکھتا ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمھارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام دین (محمدی بیگم) کے ماموں بھی چلے گئے، جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر (جبکہ حدیث رسول کے مطابق مومن کبھی دھوکا نہیں کھاتا) قادیان لانے کے بجائے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا اور جب سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا (نیچے کے جملے قابل غور ہیں کہ مرزا صاحب کی جوانی کی عمر تھی چچازاد بھائی امام دین بھی جوان تھا سات صد پنشن کی رقم تھی جو آج کے زمانے کے لحاظ سے سات لاکھ سے بھی زائد تھی، پھر شرم کا لفظ قابل غور ہے قادیانی حضرات اس سات صد روپے کا کیا حساب بتائیں گے کہ وہ کن کاموں پر اڑایا گیا اچھے کاموں میں خرچ ہوا تھا تو شرم کیسی؟ اس سے مرزا صاحب کی سیرت و کریکٹر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جناب کی جوانی کیسی پاکیزہ تھی) تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمھارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں، اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۳۴ قدیم ص ۴۳ جدید)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرم کی وجہ سے سیالکوٹ جا کر ملازم ہو گئے لیکن بات اصل میں یہ نہیں ہے بلکہ آپ کے حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ آپ کا باپ آپ کی ملازمت ضروری سمجھتا تھا تا کہ گھر کا چولہا جلتا رہے، دوسری بات مرزا صاحب کی یہ بھی غلط معلوم ہوتی ہے کہ پانچ گاؤں والد صاحب کو واپس مل گئے تھے کیونکہ پانچ گاؤں کا مالک کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کا بیٹا ۱۵ روپے ماہوار پر ملازم ہو بلکہ اتنی قلیل تنخواہ پر آپ کا ملازم ہونا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ گھریلو حالات آپ کے نہایت مخدوش اور ناگفتہ بہ تھے اس لیے اس قلیل تنخواہ پر ملازم ہونا آپ نے گوارا کیا۔

ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں آپ ۴ سال تک ملازم ۔ ہے یعنی ۱۸۶۴ء سے

۱۸۶۸ء تک۔ اس دوران آپ نے انگریزی کی بھی ایک دو کتابیں پڑھیں چنانچہ آپ کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

''اسی زمانہ میں (یعنی جب کہ مرزا صاحب سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ملازم تھے) مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے، کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن مقرر ہوئے مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔ (آپ کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ الہام لانے والا فرشتہ بھی ایک دو کتاب انگریزی کی پڑھا ہوا ہے، اسی وجہ سے بعض انگریزی الہاموں کی زبان غلط ہے، اور اکثر الہامات کی زبان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الہام لانے والا انگریزی کی معمولی شُد بُد جانتا ہے)۔

(سیرۃ المہدی، حصہ اول: ص ۱۳۷)

معلوم ہوتا ہے کہ دوران ملازمت مرزا صاحب اپنی تنخواہ اور نوکری سے مطمئن نہ تھے کیونکہ اپنے شہر سے دور رہ کر معمولی تنخواہ پر ملازمت کرنے سے گھر کے مالی حالات ٹھیک ہونے کی توقع نہ تھی۔ اس وجہ سے آپ نے مختاری کا امتحان دیا تا کہ ملازمت میں ترقی ہو کر تنخواہ میں اضافہ ہو لیکن شومیٔ قسمت سے آپ اس امتحان میں ہو بہو اسی طرح فیل ہو گئے جس طرح اہل جہنم اپنے مقصد زندگی میں فیل ہوتے ہیں چنانچہ آپ کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

''چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے''۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۳۸)

مرزا بشیر احمد ہی کا بیان ہے کہ جب پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تو اس میں عربی زبان کے استاد کی ضرورت تھی جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کو عربی زبان میں کافی مہارت ہے لہٰذا آپ بھی وہاں نوکری کے لیے درخواست دے دیں، لیکن مرزا صاحب نے یہ کہہ کر درخواست نہ دی کہ میں تدریسی کی نوکری کو پسند

نہیں کرتا کیونکہ اکثر و بیشتر یہ لوگ پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام کرتے ہیں۔
(سیرۃ المہدی، حصہ اول: ص ۳۹)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے مقدر میں بغیر مدرسی کے اللہ تعالیٰ نے وہ شرارت کا کام لکھ دیا تھا اور بڑے ہو کر انھوں نے نبوت محمدی کے خلاف کیا یعنی وہ شرارت کی کہ آج تک اس کی فصل کاٹی جارہی ہے اور وہ بھی اپنی شرارت کا انجام حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بھگت رہے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں آپ چار سال تک ملازم رہے یعنی ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک۔ شاید مختاری کے امتحان میں ناکامی سے بددل ہو کر آپ نے نوکری سے استعفاء دے دیا اور اپنے گاؤں قادیان واپس آگئے۔ آپ کے بیٹے بشیر احمد نے ترک ملازمت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ چوں کہ تمھارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ (مرزا غلام احمد) کہیں ملازم ہو جائیں، اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمھاری دادی بیمار ہوئیں تو تمھارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔ حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسیح موعود علیہ ما علیہ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے''۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول: ص ۴۵)

سیرۃ المہدی کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بشیر نے جو یہ لکھا ہے کہ مرزا امام الدین نے مرزا غلام احمد کو پھسلا کر جو پنشن کی رقم خرچ کروا دی تھی اس کی شرمساری کی وجہ سے مرزا صاحب قادیان آنے کے بجائے سیالکوٹ جا کر ملازم ہو گئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کا والد انھیں آدمی بھیج کر بلا لیتا، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا پھر بقول مرزا بشیر کی ماں کے کہ مرزا صاحب کے والد کی خود خواہش تھی کہ ملازمت کی جائے تا کہ گھر کا چولہا جلتا رہے، اس وجہ سے مرزا صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں جا کر ملازم ہو گئے اور چار سال تک وہاں ملازم رہے اپنی والدہ چراغ بی بی کی بیماری پر استعفاء دے کر واپس قادیان آگئے اور یہاں اپنی زمینداری کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے، مگر

زیادہ وقت قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا (تا کہ کسی طرح زیادہ آمدنی مہیا کی جا سکے)۔ (کتاب البریہ ص ۱۶۹ حاشیہ)

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ”میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم و مہموم رہتے تھے۔ انھوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپے کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔ (کتاب البریہ، ص ۱۶۹)

مقصد میں ناکامی انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح کھاتی رہتی ہے پھر جب کہ قوم سے غداری بھی کی ہو اور جب ساری قوم اور سارا ملک انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں اٹھ کھڑا ہوا تھا اس وقت پچاس گھوڑوں اور پچاس سواروں کے ساتھ غیر ملکی استعمار کی مدد بھی کی ہو اور پھر بھی جاگیر کی واپسی کا وہ مقصد حاصل نہ ہوا ہو تو انسان اندر اندر گھلتا رہتا ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب کے والد بھی اندر ہی اندر اپنی کارکردگیوں اور اپنی ناکامیوں پر پشیمان تھے۔ چنانچہ جب مرزا صاحب کی عمر ۳۴ یا ۳۵ برس کی تھی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور مرزا صاحب اور ان کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر پس ماندگان میں سے رہ گئے۔

ذہنی حالت:

اوائل ہی سے مرزا غلام احمد کی ذہنی حالت کچھ مخدوش تھی اگرچہ آپ کے معتقدین اس کو سادگی پر محمول کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ سادگی نہیں بلکہ حماقت کے مترادف ہے۔ گھڑی کو چابی دینا کوئی اتنا مشکل کام نہیں اور نہ اس میں زیادہ عقل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن مرزا صاحب گھڑی کو چابی بھی نہیں دے سکتے تھے۔

(مضمون یاد ایام، قاضی ظہور الدین، مندرجہ اخبار الحکم ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء)

عبداللہ سنوری کی روایت کے مطابق ایک دفعہ کسی شخص نے ایک جیبی گھڑی تحفہ کے طور پر دی۔ مرزا بجائے زنجیر لگانے کے رومال میں باندھ کر اس کو جیب میں رکھتے تھے اور جب وقت دیکھنا ہوتا تھا تو گھڑی نکال کر ایک کے ہندسے سے گن کر وقت

بتاتے تھے اور انگلی رکھ رکھ کر ہندسہ گنتے تھے اور منہ سے گنتے جاتے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول: ص۱۶۲)

حالانکہ ایک چھوٹے بچے کو بھی اگر دو تین بار آپ بتائیں تو وہ بھی فوراً آپ کو گھڑی دیکھ کر وقت بتا سکتا ہے یہ سادگی نہیں بلکہ حماقت ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے لیے گرگابی لے کر آیا۔ مرزا صاحب نے اس کو پہننا شروع کیا لیکن آپ دائیں بائیں جوتے میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر اوقات آپ دائیں پاؤں کا جوتا بائیں پاؤں اور بائیں کا دائیں پاؤں میں پہن لیتے۔ چنانچہ وہ آپ کو کاٹتا لیکن آپ کو پھر بھی پتا نہ چلتا کہ اس کاٹنے کی وجہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ کہتے کہ ان لوگوں کی کوئی شے بھی ٹھیک نہیں ہوتی، والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کی سہولت کے لیے اس پر نشان بھی لگا دیے لیکن آپ پھر بھی اس کو غلط پاؤں میں پہن لیتے چنانچہ میں نے پھر وہ نشان مٹا دیے کیونکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ (سیرۃ المہدی، ص۶۱۷)

جلال الدین شمس قادیانی نے بھی اسی قسم کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''ایک دفعہ ایک شخص قادیانی نے بھی بوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ نے اس کی خاطر پہن لیا مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے۔ اس غلطی سے بچنے کے لیے ایک طرف کے بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔

(منکرین خلافت کا انجام، جلال الدین شمس قادیانی: ص۹۶)

سردیوں میں جرابیں اس طرح پہنتے کہ وہ پیر تک ٹھیک نہ چڑھتی تھیں۔ کبھی تو کسی جراب کا سرا آگے لٹکا رہتا اور کبھی جراب کی ایڑی کی جگہ پیر کی پشت پر آجاتی اور کبھی ایک جراب سیدھی اور دوسری الٹی ہوتی۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۱۲۶)

رات سوتے وقت صدری، ٹوپی اور عمامہ وغیرہ اتار کر بجائے کھونٹی پر لٹکانے کے تکیہ کے نیچے رکھ لیتے اور تمام رات وہ کپڑے سر کے نیچے مسلے جاتے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہوتی کہ انھیں دیکھ کر ایک نیک سرشت آدمی بھی سر پیٹ لیتا۔

(سیرۃ المہدی، حصہ۲ ص۱۲۸)

چابیاں آزار بند کے ساتھ باندھ لیتے تھے جو بوجھ کی وجہ سے بعض اوقات لٹک آتا تھا۔ آزار بند ریشمی استعمال کرتے کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا اور آزار بند کھلنے میں آسانی ہو اور اگر گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوتی آزار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ (ہوسکتا ہے کہ کبھی شلوار میں پیشاب بھی نکل جاتا ہو)۔ (سیرۃ المہدی، حصہ اول ص ۴۲)

نئی جوتی جب پاؤں میں کاٹتی تو جھٹ ایڑی بٹھا لیا کرتے تھے اور اسی سبب سے سیر کے وقت گرد اڑ کر پنڈلیوں پر پڑ جایا کرتی تھی۔

واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جدا ہی رہتے تھے۔ کبھی تیل سر میں لگاتے تو تیل والا ہاتھ سر اور ڈاڑھی سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینے تک چلا جاتا۔ (شاید اس سے نیچے بھی جاتا ہو) جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔

(اخبار الحکم، قادیان جلد ۳۸ نمبر ۶ مورخہ ۲۱ رفروری ۱۹۳۵ء)

یہ ساری حرکات سادگی ہیں یا حماقت کی؟ اس کا فیصلہ قادیانی خود کریں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یہ واقعہ بھی مرزا صاحب کی حماقت کی دلیل میں لکھا ہے کہ:

"آپ کو (مرزا غلام احمد قادیانی) کو شیرینی سے بہت پیار ہے۔ اور مرض بول بھی آپ کو ایک عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اسی زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے"۔

(تتمہ براہین احمدیہ، جلد اول ص ۶۷)

ایک نبی اس قدر سادہ نہیں ہوتا جیسے قادیانی مرزا صاحب کو سادہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو نبی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوا وہ سادہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن بقول شاعر ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اب سادگی کے دو واقعات دو آپس میں بالکل متضاد ہیں، ملاحظہ فرمائیں دونوں واقعات آپ کے بیٹے بشیر احمد نے اپنی کتاب "سیرۃ المہدی" میں نقل کیے ہیں،

ایک واقعہ یہ ہے کہ:

''والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہ ہوتا تو تیز سرکنڈے ہی سے حلال کر لیتے تھے''۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۴۵)

اسی مضمون کی ایک اور روایت مرزا صاحب کی والدہ چراغ بی بی سے بھی ہے

بشیر احمد کہتا ہے:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ تمھاری دادی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں کئی دفعہ ایمہ گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں حضرت صاحب چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈے سے ذبح کر لیتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۴۵)

یہ دونوں روایتیں سیرۃ المہدی کی ہیں جو مرزا صاحب کے اپنے بیٹے کی مرتب شدہ ہے اور مرزا صاحب کی بیوی روایت کر رہی ہے کہ مرزا صاحب بچپن میں چڑی مار تھے، چڑیاں پکڑتے اور پھر سرکنڈے سے ان کو ذبح کرتے تھے جو کہ ایک نہایت مشکل کام ہے۔ ہر شخص سرکنڈے سے ذبح نہیں کر سکتا اور سرکنڈے سے ذبح اس لیے کرتے تھے کہ چاقو پاس نہیں ہوتا تھا اور اگر چاقو ہوتا تو آسانی سے ذبح کرتے۔

اب اس کے بالکل متضاد روایت جو مرزا محمود کے ماموں سے ہے اس میں مرزا صاحب کی سادگی بتانے کے لیے ایک غلط بات بیان کی گئی ہے۔ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

''خاکسار (مرزا بشیر احمد) کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور کام کرنے والا نہ تھا، اس لیے حضرت صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ہی ذبح کرنے لگے، مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون بہہ گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ ،

علیہ نے چوں کہ کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کیے تھے اس لیے بجائے چوزہ کی گردن کے انگلی پر چھری پھیر لی"۔ (سیرۃ المہدی حصہ ۲ ص ۲۴۲)

جو شخص بچپن میں چڑی مار ہو اور سرکنڈوں سے چڑیوں کو ذبح کرتا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے کبھی جانور وغیرہ ذبح نہیں کیا تھا، کس قدر غلط بیانی اور دروغ بافی ہے۔ مرزا صاحب کی بیوی تسلیم کرتی ہے کہ وہ سرکنڈوں سے چڑیاں بچپن میں ذبح کرتے تھے اور بچپن کی بات کبھی نہیں بھولتی لیکن سالا صاحب کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے انگلی کاٹ لی۔ ہو سکتا ہے کہ ذبح کرتے وقت کوئی دورہ پڑ گیا ہو کیونکہ مرزا صاحب کو دورے بھی تو بہت پڑتے تھے، اور اسی دورے میں انھوں نے اپنی انگلی کاٹ لی، شاید محمدی بیگم وغیرہ کی یاد آگئی ہو گی لیکن یہ کہنا کسی صورت صحیح اور درست نہیں کہ انھوں نے کبھی کوئی جانور وغیرہ ذبح نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہنا ایک بہت بڑی کذب بیانی ہے۔

جسمانی صحت:

جسمانی صحت کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی ایک نہایت کمزور اور ناقابل بیان صحت کے آدمی تھے چنانچہ خود لکھا ہے کہ:

"میں ایک دائم المریض آدمی ہوں۔ ہمیشہ درد سر اور دورانِ سر، کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے، بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں"۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ صفحہ ۴، روحانی خزائن جلد ۱۷، ص ۴۷۰ تا ۴۷۱)

یہ سب بیماریاں مرزا صاحب کو اوائل ہی سے تھیں خصوصی طور پر اپنی دو بیماریوں کا ذکر تو انھوں نے اپنی کئی کتابوں کیا ہے۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ میں بھی چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھا:

"مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں: ایک شدید درد سر جس میں نہایت بے تاب ہو جایا کرتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہو جاتے تھے۔ اور یہ مرض قریباً پچیس برس تک دامن گیر رہی اور اس کے ساتھ دوران سر بھی لاحق ہو گیا۔ اور طبیبوں نے لکھا

ہے کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے۔ (لیکن یہاں تو ہیضہ ہوا) چنانچہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر قریباً دو ماہ تک اسی مرض میں مبتلا ہو کر آخر مرض صرع (مرگی) میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے ان کا انتقال ہوا۔ دوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے اور ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے اور امتحان سے بول میں شکر پائی گئی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳، روحانی خزائن جلد۲۲ص ۳۷۶ تا ۳۷۷)

ایک اور کتاب میں لکھا:

''مجھے دو مرض دامن گیر ہیں: ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا، نبض کم ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس برس سے ہیں''۔ (نسیم دعوت، ص ۷۰، روحانی خزائن جلد۱۹، ص ۴۳۵)

اپنے باپ مرزا غلام مرتضٰی کی زندگی میں مرزا صاحب کو سل ہو گئی، حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ مرزا غلام مرتضٰی نے خود اپنے اس بیٹے کا علاج کیا اور چھ ماہ تک بکرے کے پائے کا شوربا کھلایا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۴۲ حیات احمد جلد۲ نمبر اول ص ۷۹ مؤلفہ یعقوب علی قادیانی)

ان امراض کے علاوہ مرزا صاحب کو اور کئی مرض تھے، گویا آپ مجموعۂ امراض تھے چنانچہ محمدی بیگم کے قصہ میں آپ نے سمدھی اور اپنے بیٹے فضل احمد کے سسر کو کئی خط لکھے۔ ان خطوط کے جواب میں مرزا علی شیر بیگ یعنی آپ کے سمدھی نے جو جواب دیا اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا:

''یہ ٹھیک ہے کہ خویش ہونے کی حیثیت سے آپ نے رشتہ طلب کیا، مگر آپ خیال فرمائیں کہ اگر آپ کی جگہ احمد بیگ (والد محمدی بیگم) ہو اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدالگتی کہنا کہ تم کن کن باتوں کا خیال کر کے رشتہ دو گے۔ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور وہ مجمع الامراض ہونے کے علاوہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہوتا اور اس پر وہ مسیلمہ کذاب کے کان بھی کتر چکا ہوتا تو آپ رشتہ دیتے''۔ (نوشتۂ غیب)

اس خط میں مرزا علی شیر بیگ نے صاف لکھا ہے کہ تم مجمع الامراض ہو یعنی

زمانے بھر کی بیماریاں تمہیں لگی ہوئی ہیں۔ ان امراض میں ایک مرض ہسٹیریا بھی تھا، ہسٹیریا کا مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے اور طب میں اس مرض کا نام اختناق الرحم ہے اور مردوں میں بھی یہ مرض ہوتا ہے جن مردوں کو یہ مرض ہو ان کو مراقی کہتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۳)

اس ہسٹیریا کے دورے آپ کو اکثر پڑتے تھے چنانچہ مرزا صاحب کی بیوی نصرۃ جہاں کے بیان کے مطابق پہلی دفعہ دورانِ سر اور ہسٹیریا کا دورہ آپ کو بشیر اول کی وفات کے چند روز بعد ہوا تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد نماز کی حالت میں چیخ مار کر زمین پر گر پڑے اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ اس کے بعد باقاعدہ دورے پڑنے لگے۔ اس میں ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے۔ بدن کے پٹھے کھنچ جاتے خصوصاً گردن کے پٹھوں اور سر میں چکر ہوتا تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۳)

ایک مرتبہ پورے رمضان میں ان دوروں کی وجہ سے آپ نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔ مرنے سے دو تین سال قبل بھی کسی رمضان میں کوئی روزہ نہیں رکھا اور ان روزوں کی قضاء نہیں کی بلکہ صرف فدیہ دیا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۵۱)

ایک مرتبہ بولتے بولتے آپ کو خالص جمے ہوئے خون کی قے ہوئی۔

(سیرۃ المہدی حصہ ا ص ۸۰)

اوائل میں ایک مرتبہ بہت سخت دورہ پڑا۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں بیٹے آگئے۔ مرزا سلطان احمد تو خاموشی سے بیٹھے رہے لیکن مرزا فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور وہ کبھی ادھر بھاگتا تھا اور کبھی ادھر۔ اور کبھی اپنی پگڑی اتار کر مرزا صاحب کی ٹانگوں کو باندھتا تھا اور کبھی آپ کے پاؤں دبانے لگ جاتا۔ (افسوس کہ آپ نے اتنے فرمانبردار بیٹے کی بھی نماز جنازہ نہ پڑھی)۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲)

ان امراض کے علاوہ مرزا صاحب کو مراق اور مالیخولیا بھی تھا۔ قادیانیوں کے مطابق آپ میں یہ مرض موروثی نہ تھا۔ (رسالہ ریویو، بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب میں یہ مرض موروثی تھا چنانچہ آپ کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی مرض سے مرا تھا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳)

شاید اسی مالیخولیا ہی کے اثرات تھے جن کے تحت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ علم طب کی مشہور کتابوں میں ہے کہ اس مرض کا مریض اپنے کو غیب دان، اور اکثر ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ وہ اپنے کو فرشتہ سمجھنے لگتا ہے۔ مریض اگر صاحب علم ہو تو نبوت اور معجزات و کرامات کا دعویٰ کر دیتا ہے خدائی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔

(ملاحظہ ہو شرح اسباب، امراضِ راس، مالیخولیا، اکسیر اعظم جلد ا ص ۱۸۸)

اس کے علاوہ مرزا صاحب شدید اعصابی امراض میں گرفتار تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) قادیان میں قادیانیوں نے مرزا صاحب کی بیماریاں گنوا کر بتایا کہ ان سب کا باعث اعصابی کمزوری تھی، چنانچہ لکھا ہے:

''حضرت صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھی''۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان بابت مئی ۱۹۲۷ء)

ان تمام بیماریوں کے ساتھ ساتھ ان کے اثرات میں سے ایک اثر یہ تھا کہ مرزا صاحب کو مرض نسیان بھی لاحق ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک خط میں لکھا:

''میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاددہانی عمدہ طریقہ ہے حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا''۔

(مکتوبات احمدیہ، جلد پنجم نمبر ۳ ص ۲۱)

اس حافظہ کی کمزوری پر بڑے بڑے قصے جن کو لطیفے کہنا چاہیے مختلف کتابوں میں مرقوم ہیں۔ چنانچہ مولوی کرم الدین موضع بھین ضلع جہلم کے مقدمہ میں جب عدالت سے باہر نکلے تو مولوی محمد علی لاہوری قادیانی نے مرزا صاحب کو ان کی چھڑی دی۔ چھڑی ہاتھ میں لے کر کہا: ''یہ کس کی چھڑی ہے؟ یعنی پوچھا یہ کس کی چھڑی ہے؟ بتایا گیا کہ آپ ہی کی ہے۔ یہ سن کر کہا: ''اچھا میں تو سمجھا تھا کہ یہ میری نہیں ہے''۔

(سیرۃ المہدی، حصہ اول ص ۲۲۷)

یہ چھری کا واقعہ بھی آپ کے مرض نسیان کی وجہ سے تھا۔ ایک مرتبہ قولنج ذحیری ہو گیا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۳۴، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۴۶)

اس مجموعہ امراض ہستی کو ان سب مرضوں کے علاوہ ایک اور مرض نامردی کا بھی تھا جس نے انھیں بہت سخت پریشان کیا ہوا تھا، چنانچہ لکھا ہے کہ:

"جب شادی کے متعلق مجھ پر مقدس وحی نازل ہوئی تھی تو اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر ابھی بکلی دور نہ ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیوں کہ میری حالت مردی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی، چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جو اب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنا چاہیے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے، مگر باوجود ان کمزوریوں کے اللہ نے مجھے پوری قوت، صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کیے"۔

(نزول مسیح ص ۲۰۹، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۵۸۷)

اسی سلسلہ میں وہ خط بھی قابل توجہ ہے جو مرزا صاحب نے حکیم نورالدین کو لکھا جس میں اپنے نامرد ہونے کا یقین دلایا گیا، چنانچہ لکھا:

بخدمت اخویم مخدوم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے، مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ (پھر شادی کس لیے کی اور کس کے لیے کی؟) آخر میں نے صبر کیا (آپ نے صبر کیا کیا؟ آپ تو تھے ہی نامرد، صبر تو آپ کی بیگم نصرۃ جہاں نے کیا کہ کس نامرد سے واسطہ پڑ گیا)

(خاکسار غلام احمد، قادیان، ۲۲ر فروری ۱۸۸۷ء)

مکتوب احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۱۴، منقول از نوشتۂ غیب، مؤلفہ خالد وزیرآبادی)

اس نامردی کو دور کرنے کے لیے اب مرزا صاحب نے کئی قسم کی دوائیں بنا کر

کھائیں۔ ایک دوا میں سے اپنے رفیق کار اور یار غار حکیم نور الدین کو بھی کچھ بھیجی اور ساتھ ہی یہ خط لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی (نور الدین) صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

وہ دوا جس میں مروارید داخل ہیں جو کسی قدر آپ لے گئے ہیں، اس کے استعمال سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ قوت باہ کو ایک عجیب فائدہ یہ دوا پہنچاتی ہے اور مقوی معدہ ہے اور کاہلی، سستی کو دور کرتی ہے۔ اور کئی عوارض کو نافع ہے آپ ضرور استعمال کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ مجھ کو تو یہ بہت ہی موافق آ گئی۔ فالحمدللہ علی ذالك۔

خاکسار غلام احمد، ۳۰ دسمبر ۱۸۸۶ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۴، مؤلفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

۱۹ر جنوری ۱۸۸۷ء کو بھی ایک اسی مضمون کا خط حکیم نور الدین کو لکھا کہ مجھے فلاں دوا سے بہت فائدہ ہوا ہے چنانچہ لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عنایت نامہ پہنچا، مجھے نہایت تعجب ہے کہ دوا معلومہ آں مخدوم سے کچھ فائدہ محسوس نہ ہوا۔ شاید کہ یہ وہی قول درست ہو کہ ادویہ کو ابدان سے مناسبت ہے بعض ادویہ ابدان کے مناسب حال ہوتی ہیں اور بعض دیگر کے نہیں۔ مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے کہ چند امراض کاہلی و سستی ورطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے ہیں۔ ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا شاید قلت حرارت غریزی اس کا موجب تھی۔ وہ عارضہ بالکل جاتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرارت غریزی کو بھی مفید ہے اور منی کو بھی غلیظ کرتی ہے۔ غرض میں نے تو اس میں آثار نمایاں پائے ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم!

خاکسار غلام احمد، قادیان ۱۹ر جنوری ۱۸۸۷ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲)

اس قسم کی مقوی باہ ادویات اب انھوں نے نوابوں کو بھی بھیجنا شروع کر دیں تاکہ وہ بھی لطف اندوز ہوں۔ چنانچہ ایک نواب صاحب کو اس قسم کی دوا بھیجی جس میں مشک، عنبر، مروارید، سونے کا کشتہ، یاقوت احمر، فاسفورس، کہربا شمعی، مرجان اور زعفران وغیرہ سو قسم کی ادویات داخل کی ہوئی تھیں۔ (مکتوبات احمدیہ، جلد پنجم ص نمبر ۴)

گویا کہ مسیح موعود قادیانی کا گھر ایک اچھا خاصا مقوی باہ ادویات کا مخزن ہو گیا۔ کچھ اپنی کوششوں اور کچھ حکیم نور الدین کے مشوروں سے وہ دوائیں تیار کی جاتیں تاکہ مسیح موعود کی قوت مردمی واپس لوٹ آئے۔

اب سیرۃ المہدی کی ایک روایت سنیے۔ اس کا لڑکا بشیر احمد لکھتا ہے:

''مولوی شیر علی صاحب نے روایت کیا کہ باہر مردوں میں بھی حضرت (مرزا) صاحب کی یہ عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب مع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۷۷)

اس روایت کے بارے میں میرؔ کا یہ شعر نہایت صحیح ہے:

میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں — ساری مستی شراب کی سی ہے

آنکھیں کھلتیں کیسے کیونکہ مقوی باہ ادویات اور پرندوں کا گوشت صبح و شام کھاتے۔ تیتر، فاختہ اور بٹیر و مرغ کا گوشت کھاتے، میوہ جات اور فروٹ نہایت مرغوب تھے۔ علاوہ ازیں روغن بادام کھاتے بھی اور مالش بھی اسی کی کرتے روغن بادام کے لیے تاکید تھی کہ وہ تازہ ہو کہنہ نہ ہو اور اس میں کسی شئے کی ملاوٹ نہ ہو۔ مریدین وہی سپلائی کرتے۔ (خطوط امام بنام غلام ۵)

مشک قوت باہ اور حرارت غریزی کے لیے ایک بیش بہا شی ہے۔ حکیم محمد حسین قریشی مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور کے نام کئی خطوط ہیں جن میں مشک اور مفرح عنبری جس میں کستوری اور عنبر پڑتے ہیں، کی اکثر و بیشتر فرمائش کی گئی ہے۔ بمبئی کے

ایک سیٹھ بھی جن کے بہت سے خطوط مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول میں ہیں، مشک وعنبر وغیرہ فرمائش پر بھیجتے رہتے۔ افیون کے مرکبات کا استعمال بھی اکثر و بیشتر کرتے کیونکہ وہ امساک کے لیے اچھے ہوتے ہیں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص ۲۶ تا ۲۷) سنکھیا کے مرکبات بھی استعمال کرتے رہے۔ (الفضل قادیان، مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۵ء)

لاہور سے پلومر دوکان، مال روڈ سے ٹانک وائن بھی منگوا کر پیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک خط میں اس کی خاص فرمائش کی۔ خط یہ ہے:

مجی اخویم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن پلومر کی دوکان سے خریدیں، مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے والسلام۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام ص ۵، مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد بنام حکیم محمد حسین قریشی قادیانی مالک دواخانہ رفیق الصحت، لاہور)

ٹانک وائن کیا ہے۔ پلومر کی دوکان سے جب ڈاکٹر عزیز احمد نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے اور اس کی قیمت ۵ روپے ۸ آنے ہے۔ (۲۱ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سودائے مرزا ص ۳۹ حاشیہ مصنفہ حکیم محمد علی پرنسپل طبیہ کالج امرتسر)

ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری جماعت نے اپنے ایک مضمون مندرجہ اخبار پیغام صلح جلد ۲۳ نمبر ۱۵ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۵ء، جلد ۲۳ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں صاف لکھا ہے کہ:

''پس ان حالات میں اگر حضرت مسیح موعود برانڈی اور رم کا استعمال بھی اپنے مریضوں سے کراتے یا خود بھی مرض کی حالت میں کر لیتے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا چہ جائیکہ ٹانک وائن جو ایک دوا ہے، اگر اپنے خاندان کے کسی ممبر یا دوست کے لیے جو کسی

لمبے مرض سے اٹھا ہو تو اس میں کیا حرج ہو گیا۔ آپ کو ضعف کے دورے ایسے شدید پڑتے تھے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے۔ نبض ڈوب جاتی تھی، میں نے خود ایسی حالت میں آپ کو دیکھا ہے کہ نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا تو اطباء یا ڈاکٹروں کے مشورے سے آپ نے ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالات کیا ہو تو عین مطابق شریعت ہے"۔

(اخبار پیغام صلح، لاہور، مورخہ ۴ رمارچ ۱۹۳۵ء ۱۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

یہی وہ چیزیں تھیں جن کے کھانے پینے کی وجہ سے مرزا صاحب کی آنکھیں نیم باز رہتی تھیں اور میر نے اس سے بہت پہلے آنکھوں کے نیم باز ہونے کی وجہ بیان کر دی تھی کہ:

میر ان نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

مذہبی زندگی:

مرزا صاحب کی مذہبی زندگی بھی کچھ عجیب وغریب قسم کی تھی۔ مجاہدات اور چلہ کشی بھی کی اور ہر وہ کام کیا جو عامل لوگ کیا کرتے ہیں۔ ان کے لڑکے بشیر احمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ لگاتار چھ ماہ روزے رکھے۔ (سیرۃ المہدی جلد ا ص ۷۶) ۱۹۸۶ء میں ہوشیار پور میں ایک مرتبہ آپ نے کافی وقت مجاہدات میں گزارا۔ (سیرۃ المہدی جلد ا ص ۷۱) لیکن بعد میں بھی بیماری اور طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ان سب چیزوں کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حکیم نورالدین قادیانی کو ایک خط میں لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

یہ بات مسلم اور واضح رہے کہ راست باز انسان کے لیے ایسے امور کی غرض سے کسی قدر مجاہدہ ضروری ہے۔ (الکرامات ثمرۃ المجاہدات)

علالت طبع بہت حرج انداز ہے اگر یہ مقابلہ صحت اور طاقت دماغی کے ایام میں ہوتا تو یقین تھا کہ تھوڑے دن کافی ہوتے، مگر اب طبیعت تحمل شدائد مجاہدات نہیں رکھتی اور ادنیٰ درجے کی محنت اور خوض اور توجہ سے جلد بگڑ جاتی ہے"۔

خاکسار غلام احمد ۳۱ رمارچ ۱۸۹۱

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۱۰۳)

یہ چلہ کشی اور توجہ دینا آپ کا معمول ہو گیا تھا اور آپ مختلف لوگوں کو توجہ دیتے تھے تا کہ لوگ ان طریقوں سے ان کے دام فریب میں پھنسیں۔ چنانچہ ایک خط میں حکیم نورالدین کو لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم (مولوی نورالدین صاحب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دو روز سے میں نے اس شخص کے لیے توجہ کرنا شروع کیا تھا، مگر افسوس کہ اس عرصہ میں میرے گھر کے لوگ یک دفعہ سخت علیل ہو گئے یعنی تیز تپ ہو گیا جس کی وجہ سے مجھے ان کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ کل ارادہ ہے کہ ان کو مسہل دوں اور بعد ان کی صحت کے پھر توجہ میں مصروف ہوں۔

والسلام

خاکسار غلام احمد

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲، مؤلفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

نماز پڑھنے کا بھی آپ کا ایک عجیب انداز تھا، اگر کسی وجہ سے یا کسی تکلیف کی بنا پر آپ مسجد نہ جا سکتے تو گھر کے اندر ہی عورتوں میں باجماعت نماز پڑھاتے تھے۔ اور مرزا صاحب کی بیوی پیچھے صف میں کھڑی نہیں ہوتی تھی بلکہ مرزا صاحب کے ساتھ کھڑی ہوتی تھی۔ (تقریر مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۷۷ مورخہ ۱۷ ر جنوری ۱۹۲۵ء)

معلوم ہوتا ہے قرآن کی تجوید سے بالکل ناواقف تھے بلکہ پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب قرآن حکیم پنجابی لہجہ میں پڑھتے تھے۔ مختلف حروف کو ان کے صحیح مخرج کے لحاظ سے ادا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا محمود نے اپنے خطبہ جمعہ میں کہا کہ:

''حضرت مسیح موعود کے پاس ایک دفعہ ایک لکھنؤ کا آدمی آیا۔ آپ نے قرآن حکیم کا ذکر کیا تو کہنے لگا کہ اچھے مسیح موعود بنے ہو کہ ق اور ک میں بھی فرق نہیں جانتے''۔

(خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۶ نمبر ۲۲، مورخہ ۱۴ ر ستمبر ۱۹۲۸)

اسی طرح ایک اور شخص نے مرزا صاحب پر یہی اعتراض کیا تھا کہ یہ تو قرآن کا صحیح تلفظ عربی لہجہ میں نہیں ادا کر سکتا۔ اس پر کچھ لوگوں نے اس شخص پر ہاتھ اٹھایا لیکن

مرزا صاحب نے روک دیا۔ (کیونکہ اعتراض اس کا درست تھا)۔

(الفضل قادیان جلد ۷ انمبر ۶۲ مورخہ ۷/فروری ۱۹۲۰ء)

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جب مسجد میں نماز باجماعت ہوتی تو مرزا صاحب مسجد میں جانے کے بجائے اپنے حجرہ ہی میں نماز شروع کر دیتے اور کبھی کبھی نماز توڑ کر گھر میں چلے جاتے۔ پوچھنے پر قادیانی حضرات بتاتے کہ نماز میں جب وحی نازل ہوتی ہے تو آپ بیتاب ہو کر اندر چلے جاتے ہیں۔

(رسالہ ول گُدز لکھنوَ بابت مارچ ۱۹۱۶ء بحوالہ قادیانی مذہب)

مرزا صاحب نے ساری زندگی اعتکاف نہیں بیٹھا جو رسول اللہ ﷺ کی دائمی سنت ہے اور عام آدمی بھی ہر سال رمضان میں یہ سنت ادا کرتا ہے اور حج جو رکن اسلام ہے اور یہ مرزا پر فرض تھا وہ بھی ادا نہیں کیا۔ (ملاحظہ ہو سیرت مہدی ۱/۲۸، ۱۱۱۹/۳)

یہ تھی مختصر مذہبی زندگی اس شخص کی جو اپنے کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہتا تھا اور بروزی رنگ میں اپنے کو محمد واحمد کے لقب سے پکارتا تھا۔

عائلی زندگی:

مرزا صاحب کی عائلی زندگی بھی کچھ عجیب وغریب تھی۔ آپ کی پہلی شادی ۱۸۵۲ء یا ۱۸۵۳ء میں آپ کی ایک رشتہ دار عورت سے ہوئی۔ عورت کا نام حرمت بی بی تھا۔ اس سے مرزا صاحب کے دو لڑکے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد پیدا ہوئے۔ محمدی بیگم سے جب آپ کا باوجود ہزار کوششوں اور حیلوں کے نکاح نہ ہوا تو چونکہ یہ بیوی محمدی بیگم کی رشتہ دار تھی اور آپ کے سمدھی اور مرزا فضل احمد کے سسر مرزا علی شیر کی بہن تھی، اس وجہ سے آپ نے اسے ۱۸۹۱ء میں طلاق دے دی۔ ''سیرۃ المہدی'' کے مطابق ''آپ کی یہ بیوی آپ کی ماموں زاد بہن تھی۔ مرزا صاحب کے ایک حقیقی ماموں تھے جن کا نام مرزا جمعیت بیگ تھا ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی ان کے دماغ میں کچھ خلل آ گیا تھا لڑکے کا نام مرزا علی شیر تھا اور لڑکی کا حرمت بی بی۔ لڑکی مرزا صاحب کے نکاح میں آئی اور اسی کے بطن سے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد پیدا ہوئے''۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۰۶)

مرزا صاحب کی یہ شادی اس وقت ہوئی جب وہ نہایت غریب تھے اور اپنی برادری میں ان کی وہ حیثیت نہ تھی جو اس کے بعد ہوئی۔ اس بات کو خود مرزا صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے یہ دو شعر بھی اسی بات کی غمازی کرتے ہیں:

میں تھا غریب وبیکس وگمنام وبے ہنر　　کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی　　میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

ان حالات میں آپ کی حرمت بی بی سے شادی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۳۔۱۴ سال تھی یا ایک دو سال اس سے بھی کم ہوگی۔ یہ شادی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، ۱۸۵۲ء یا ۱۸۵۳ء میں ہوئی جب کہ ۱۸۶۴ء میں آپ سیالکوٹ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ۱۵ روپے ماہوار پر ملازم ہوئے، اس سے اندازہ کرلیں کہ اس وقت آپ کی مالی حیثیت کیا تھی؟

دوسری شادی آپ کی میر ناصر نواب کی لڑکی نصرت جہاں سے ۱۸۸۴ء میں دہلی میں ہوئی۔ نواب ناصر نواب کے بارے میں ان کے نواسے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے نانا صاحب کا نام میر ناصر نواب ہے۔ میر صاحب میر درد دہلوی کے خاندان سے ہیں اور پنجاب کے محکمہ نہر میں ملازم تھے قریباً عرصہ پچیس سال سے پنشن پر ہیں"۔

مرزا غلام احمد کی جب یہ دوسری شادی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی اور صحت کے لحاظ سے دائم المریض تھے۔ نامردی بھی تھی جیسا کہ ان کے خط سے ظاہر ہے جو گذشتہ صفحات میں ہم نے نقل کیا ہے لیکن پھر ۱۰ عدد بچے پیدا ہوئے جبکہ اس سے قبل عین عنفوان شباب میں جب کہ آپ کی تمام توانائیاں جوبن پر تھیں آپ کے صرف دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے۔ اور ان میں سے بڑا لڑکا سلطان احمد بالکل نوعمری ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی، حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ سولہ سال کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے"۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی، منقول از منظور الٰہی ص ۳۴۳ مؤلفہ منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

نصرت جہاں سے مرزا صاحب کی جو اولاد ہوئی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام	ولادت	وفات
۱۔	عصمت	۱۸۸۶ء	۱۸۹۱ء
۲۔	بشیر احمد	۱۸۸۷ء	۱۸۸۸ء
۳۔	مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفہ قادیانی)	۱۸۸۹ء	
۴۔	شوکت	۱۸۹۱ء	۱۸۹۳ء
۵۔	مرزا بشیر احمد	۱۸۹۳ء	
۶۔	مرزا شریف احمد	۱۸۹۵ء	
۷۔	مبارکہ بیگم	۱۸۹۷ء	
۸۔	مبارک احمد	۱۸۹۹ء	۱۹۰۷ء
۹۔	امۃ النصیر	۱۸۰۳ء	۱۹۰۳ء
۱۰۔	امۃ الحفیظ	۱۹۰۴ء	

(سیرۃ المہدی، حصہ اوّل ص ۴۰)

ان دس عدد بچوں کی ولادت کو مرزا صاحب نے اپنا ایک معجزہ قرار دیا ہے۔
(نزول المسیح، ص ۲۰۹)

حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ مرزا صاحب کا معجزہ نہیں بلکہ ان کی بیوی نصرت جہاں کا معجزہ ہے کہ بیچاری نے مرزا صاحب کا نام رکھنے کے لیے دس بچے پیدا کر دیے۔ جب کہ مرزا صاحب عنفوانِ شباب میں اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی سے صرف دو بچے پیدا کر سکے۔

مرزا صاحب کی پہلی بیوی حرمت بی بی تو غریب گھر کی تھی اور دوسری بیوی نصرت جہاں کے باپ کے نام کے ساتھ ''نواب'' کا لفظ استعمال ہوتا تھا، لہٰذا اس بیوی کے ناز و نخرے کچھ زیادہ ہی تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ پہلی بیوی کے نکاح کے وقت مرزا

صاحب کی اپنی عمر ۱۳/۱۴ سال تھی جب کہ نصرت جہاں کے ساتھ نکاح کے وقت ان کی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی اور نصرت جہاں عین جوانی کے عالم میں بوڑھے میاں کے سامنے جوان بیوی کے ناز ونخرے اور بولنے کا انداز کچھ الگ ہی ہوتا ہے، لہٰذا مرزا محمود نے اپنی ماں کا یہ قول نقل کیا کہ:

''خدا کے فضل کا ذکر ہوتا تو والدہ صاحبہ کہتیں میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوتی ہے، اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم ازکم سات آٹھ دفعہ سنا اور جب بھی سنتا، گراں گزرتا۔ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بے ادبی سمجھتا، لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی اس فقرہ سے لذت پاتے تھے''۔ (لذت تو لینا ہی تھا کیونکہ دس بچے اسی کی برکت سے پیدا ہوگئے اور گھر میں مال ودولت کی بھی چہل پہل ہوگئی۔

(خطبہ نکاح مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۷/مارچ ۱۹۳۰ء)

اس شادی کے بعد مرزا صاحب نے ۱۸۸۶ء میں محمدی بیگم کے بارے میں الہام داغ دیا اور اس کے والد مرزا احمد بیگ کو بلیک میل کر کے محمدی بیگم سے نکاح کرنا چاہا، لیکن مرزا احمد بیگ نے ہر قسم کے لالچ اور دھمکیوں کے باوجود اپنی لڑکی کا ہاتھ مرزا صاحب کو نہ دیا۔ اس بارے میں تفصیل مرزا صاحب کی جھوٹی پیشینگوئیوں کے تحت ذکر کردی گئی ہے۔

محمدی بیگم کے بارے میں جب مرزا صاحب نے ناکامی دیکھی تو آپ کے دل میں تیسری شادی کی آرزو پیدا ہوئی، جس کے بارے الہام داغنے شروع کردیے چنانچہ ایک خط میں مرزا صاحب نے اپنے اسسٹنٹ حکیم نورالدین بھیروی کو لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عنایت نامہ پہنچا اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ پڑھا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لیے اشارہ غیبی ہوا

ہے، تب سے خود طبیعت متفکر اور متردد ہے۔ (کیونکہ پلے کچھ نہیں ناقل) اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع اشارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات وکشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے (جیسے محمدی بیگم سے نکاح تقدیر مبرم تھا، لیکن پھر بھی مرزا صاحب نامراد رہے ناقل)

والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۳۰ / جون ۱۸۸۶ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

اس تیسری شادی کا ذکر مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں بھی کیا ہے۔ لکھا ہے:

براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت مجھ پر کھولا گیا ہے۔ اور وہ الہام یہ ہے جو براہین احمدیہ کے ۴۹۶ میں مذکور ہے: یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة، یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة، یا احمد اسکن انت وزوجك الجنة اس میں تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے، اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے، پہلا نام آدم، یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا۔ پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ (اور یہ الہام بھی غلط عربی میں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے خدا کو نہ عربی آتی تھی، نہ اردو اور نہ انگریزی وغیرہ) کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جس کو مسیح سے مشابہت ملی اور نیز اس وقت مریم علیہا السلام کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے (اور سب سے بڑا ابتلاء نامردی کا تھا) جیسا کہ مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدباطنی اور بدظنیوں کا ابتلا پیش آیا اور تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے، اس کے ساتھ احمد کا نطفہ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشینگوئی ہے جس کا ستر اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیشینگوئی کی طرف اشارہ تھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، روحانی خزائن: جلد ۱۱ ص ۳۳۸)

ان تین کے علاوہ مرزا صاحب نے ایک مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو اپنا ایک الہام سنایا جو یہ تھا "بکر و ثیب"۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔

(تریاق القلوب ص ۳۴، روحانی خزائن: جلد ۱۵ ص ۲۰۱)

اس بیوہ کا مرزا صاحب ساری زندگی انتظار کرتے رہے لیکن کوئی بیوہ آپ کے نکاح میں نہ آئی اور وہ یہ حسرت دل میں لے کر قبر کی آغوش میں چلے گئے۔ اس الہام کو محمدی بیگم کے نکاح کی پیشینگوئی پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الہام ۱۸۸۱ء کا ہے اور محمدی بیگم اور مرزا صاحب کا قصہ بہت بعد کا ہے یہ الہام تو مرزا صاحب کے دہلی والے نکاح یعنی نصرت جہاں کے نکاح سے پہلے کا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے۔

"اسی طرح شیخ محمد حسین بٹالوی کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی، اتفاقاً ان کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ میں نے ایک تازہ الہام جو انھیں دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کے دوسرے جز پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا اور وہ یہ تھا کہ "بکر و ثیب" یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر (کنواری) سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے الہام سنایا تھا۔ اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا (یعنی بکر سے شادی ہوگئی) اور دوسرا حصہ جو ثیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے، دوسرے وقت میں دیکھ لے گا"۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴، روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۹۸)

مرزا صاحب کی پیشینگوئی کا یہ دوسرا حصہ تو پورا نہ ہوا اور نہ مولانا محمد حسین بٹالوی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے بلکہ خود مرزا صاحب بھی نہ دیکھ سکے اور نہایت حسرت و یاس کے عالم میں اس دنیا سے چلے گئے۔ اور مرزائیوں کو اس اپنی پیشینگوئی کے بارے میں مصیبت میں مبتلا کر گئے کیونکہ ان کی یہ پیشینگوئی بالکل غلط نکلی اور کنواری نصرت جہاں کے

بعد کوئی بیوہ مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آئی لیکن مرزائی تاویلات کی ٹکسال میں اس پیشینگوئی کی ایسی تاویل گھڑی گئی کہ خود مرزا صاحب کی روح بھی اس پر مسکرا اٹھی کہ جو تاویل میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آسکتی تھی وہ میری امت نے گھڑ لی۔ تاویل یہ کی:

''یہ الہام اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (نصرت جہاں) کی ذات میں ہی پورا ہوا جو بکر آئیں اور ثیب رہ گئیں خاکسار مرتب'' (تذکرہ ص ۳۸ حاشیہ)۔

مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ'' لیکن مرزائی ایک عورت میں ہی دونوں پیشین گوئیاں پوری کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب کی اکثر پیشین گوئیاں اسی انداز سے پوری ہوئیں اور اسی طرح کی تاویلات قادیانی جماعت کا ایمانی سرمایہ ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ میں تجھے ''خواتین مبارکہ'' سے نوازوں گا اور وہ خواتین مبارکہ بھی آپ کے نکاح میں نہ آئیں چنانچہ لکھا ہے کہ:

''پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

(تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۶۰ الہام مرزا قادیانی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

نصرت جہاں سے مرزا صاحب کا نکاح ۱۸۸۴ء میں ہوا یہ الہام ۲۰ فروری کا ہے۔ چنانچہ الہام کے مطابق اس سن کے بعد کچھ عورتوں کا آپ کے نکاح میں آنا ضروری ہے وگرنہ آپ کا یہ الہام دوسرے الہامات کی طرح غلط ہوگا لیکن کوئی عورت اس کے بعد آپ کے نکاح میں نہیں آئی چنانچہ لکھا ہے:

''اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشینگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی، اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔

(تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۸۹، مجموعہ اشتہارات جلد ۱)

اس اشتہار کے بعد کتنی عورتیں مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں مرزائی جواب دیں!

مرزا صاحب کی معاشرتی زندگی:

مرزا صاحب کی چودہ پندرہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی، بیوی کا نام حرمت بی بی تھا۔ باوجود اولاد کی خواہش نہ ہونے کے شروع کے دو تین سالوں ہی میں دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوگئے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:

''ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا۔ اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشینگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی جس کا شکریہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپے ماہوار بھی آئیں گے، مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اس نے میری دستگیری کی اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شاید اس سے بھی زیادہ ہو۔

''اگر اس میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا کہ معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ ان تمام مدات میں کھولا گیا ہے حالانکہ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہزارہا روپیہ کی آمدنی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آکر دیتے ہیں۔ اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱، ۲۱۲، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

اپنی اس بے کسی اور گمنامی کی حیثیت کو مرزا صاحب نے اشعار میں بھی بیان کیا ہے:

میں تھا غریب وبیکس وگمنام وبے ہنر　　کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی　　میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسے رجوع جہاں ہوا　　اک مرجع خاص یہی قادیاں ہوا
(درثمن)

حقیقۃ الوحی کے ..... میں یوں لکھا ہے کہ:

''یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف کیونکہ میں اس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احدٌ من الناس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا پھر آہستہ آہستہ ترقی ہوئی''۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۸، روحانی خزائن: جلد ۲۲ ص ۲۶۰)

اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں بھی لکھا ہے کہ:

''مرزا صاحب مرحوم (مرزا غلام مرتضٰی والد مرزا غلام احمد) کے وقت میں کوئی مجھے جانتا بھی نہیں تھا۔ ان کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے اس طور پر میری دستگیری کی اور ایسا میرا متکفل ہوا کہ کسی شخص کے وہم اور گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ مجھے صرف اپنے دسترخوان اور روٹی کی فکر تھی مگر اب تک اس نے کئی لاکھ آدمیوں کو میرے دسترخوان سے روٹی کھلائی۔ (نبوت کا مدعی ہو کر اتنی مبالغہ آرائی بلکہ جھوٹ کوئی اچھی بات نہیں۔ ناقل) ڈاکخانہ والوں کو خود پوچھ لو کہ کس قدر اس نے روپیہ بھیجا۔ میری دانست میں دس لاکھ سے کم نہیں'' (کبھی تین لاکھ اور کبھی دس لاکھ، معلوم نہیں کون سا درست ہے۔ ویسے مرزا صاحب کو جھوٹ کی بہت عادت تھی۔ ناقل)

(نزول المسیح ص ۱۱۸، روحانی خزائن: ص ۴۹۶)

مرزا صاحب کی دعویٰ نبوت سے قبل کی زندگی اور دعویٰ نبوت سے بعد کی زندگی میں نمایاں فرق نظر آتا ہے دعویٰ نبوت سے قبل کی زندگی غربت و افلاس میں ڈوبی ہوئی زندگی تھی ایسی زندگی تھی جس میں ''پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں'' ایسی زندگی تھی جس میں مرزا صاحب کو والدین اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر سیالکوٹ میں پندرہ روپے ماہوار پر ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں چار سال تک ملازمت کرنا پڑی لیکن پھر بھی دو وقت کی روٹی مشکل تھی۔ آخر مجبور ہو کر گھر آنا پڑا گھر میں کیا گزری اس کو ہر شخص بخوبی جانتا ہے باپ کی پندرہ بیس روپے ماہوار پنشن تھی جس پر گزارا تھا۔ نام کے رئیس قادیان تھے ریاست ندارد صرف قادیان کا گھر تھا جس میں بیوی بچوں کا گزارا مشکل ہوتا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قادیان میں کوئی مرزا غلام احمد کے نام کا شخص بھی رہتا ہے۔

سب سے پہلے گوشۂ خمول سے اس وقت باہر نکلے جب براہین احمدیہ کے

بارے میں اشتہار دیا کہ اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے پچاس جلدوں میں ایک کتاب لکھی جائے گی جس میں منکرین اسلام کے اعتراضات کے جوابات ہوں گے اور لوگوں سے چندے کی اپیل کی اور ۵۰ جلدوں کی پیشگی رقم مانگی لوگوں نے رقم بھی دی کافی رقم جمع ہوئی اور صرف چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔ جب لوگوں نے باقی جلدوں کی قیمت کی واپسی کا مطالبہ کیا تو کافی عرصہ کے بعد اس کتاب کا پانچواں حصہ چھاپ کر یہ کہہ کر باقی رقم ہڑپ کر گئے کہ:

''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا، اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷)

پچاس اور پانچ میں صرف ایک نقطے کا فرق بتا کر اس کو ایک کہہ دینا اور اس سے پچاس کا وعدہ پورا کر دینا ایک فراڈ نہیں ہے؟ اگر کسی شخص نے مرزا صاحب کے پچاس روپے دینے ہوں اور وہ پانچ دے کر یہ کہے کہ میں نے پچاس دے دیے تو مرزا صاحب اس کو مان لیں گے۔

رہی سہی کسر اس کی اولاد نے نکال دی جس نے اس کے مرنے کے بعد مختلف طریقوں سے خوب دولت کمائی اور بڑے بڑے محلات میں رہ کر خود داد عیش دی۔

مرزا صاحب نے اور ان کے اہل خاندان نے کن کن طریقوں سے دولت اکھٹی کی، وہ طریقے حسب ذیل ہیں:

۱۔ مختلف امیر لوگوں کو خط لکھ کر اور اپنی مختلف اغراض بتلا کر رقمیں منگوائیں اور ان کو اپنی ذات پر خرچ کیا۔ ان لوگوں میں ایک سیٹھ عبدالرحمٰن تھا جس کے بارے مکتوبات احمدیہ میں کافی مکتوب ملتے ہیں جن میں مختلف الہامات گھڑ کر ان سے پیسے منگوائے گئے ہیں ان میں ایک خط ۶ / مارچ ۱۸۹۵ء کا ہے جو ان الفاظ میں لکھا:

محبّ یکرنگ مکرمی اخویم حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن سلمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل کی ڈاک میں بذریعہ تار مبلغ پانسو روپے مرسلہ آں مکرم مجھ کو پہنچ گیا خداتعالیٰ آپ کو للّٰہی خدمات کا دونوں جہان میں وہ اجر بخشے جو اپنے مخلص اور وفادار بندوں کو بخشتا ہے۔ آمین ثم آمین، یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ مجھ کو آپ کے روپیہ سے اس قدر دینی کام میں مدد پہنچ رہی ہے کہ اس کی نظیر میرے پاس بہت ہی کم ہے''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص ۳)

اس قسم کے کئی خطوط کتاب میں موجود ہیں۔

۲۔ دوسرا طریقہ پیسے بٹورنے کا یہ تھا کہ لوگوں سے بھاری نذرانے لیے جاتے اور دوسرے احباب کی معرفت لینے کی خواہش کا اظہار کیا جاتا۔ اس کی ایک مثال حسب ذیل ہے۔

۱۹۰۸ء میں ضلع کانپور (یو۔پی) کے ایک رئیس ولی محمد نام جو ایک عرصہ سے احمدی ہو چکے تھے اور اپنے بیمار بیٹے کی صحت کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خطوط لکھا کرتے تھے۔ انھوں نے حضور کو لکھا کہ میں مدت سے دعا کرا رہا ہوں مگر اب تک میرے بیٹے کے حق میں دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے۔ ولی محمد کے خط کے ساتھ ہی اسی جگہ کے ایک احمدی یوسف علی اٹاوی کا خط بھی اسی مضمون کا آیا ہے۔ اس رئیس کے بیٹے کو اب تک صحت نہیں ہوئی۔ ہر دو خطوط کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جواب لکھ دیں کہ خدا کی یہ عادت نہیں کہ ہر ایک دعا قبول کرے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا ہاں مقبولوں کی دعائیں بہ نسبت دوسروں کے بہت قبول ہوتی ہیں۔ خدا کا مقابلہ میں کسی کا زور نہیں۔ اگر وہ رئیس ایسا ہی بے دل ہے تو چاہیے کہ اس سلسلہ کی تائید میں کوئی بھاری نذر مقرر کرے جو اس کی انتہائی طاقت کے برابر ہو اور اس سے اطلاع دے اور یاد دلاتا رہے''۔ مفتی محمد صادق قادیان ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۷ء۔ (اخبار الفضل قادیان، جلد ۲۵ نمبر ۲۴۶ مورخہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۷ء)

اندازہ فرمائیں کہ اگر بھاری نذر مقرر کر دی جائے جو اس کی انتہائی، مالی طاقت کے مطابق ہو تو پھر دعا کو پر لگ جائیں گے یہ بھی مرزا صاحب کا خدا کے سادہ دل بندوں

سے رقمیں بٹورنے کا ایک طریقہ تھا، اسی وجہ سے کئی لوگ جو کافی عرصہ سے مرزا صاحب کے معتقد تھے مرزا صاحب کو چھوڑ گئے ان میں ایک ڈاکٹر عبدالحکیم بھی تھے جو کافی مدت تک مرزا صاحب کے معتقد اور مرید رہے لیکن پھر اسی قسم کی خرابیوں کو دیکھ کر ایسے بدکے کہ اتنے ہی مخالف ہو گئے ان کے مرزا صاحب کے اعتراضات میں ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ وہ مکر و فریب سے لوگوں سے مال بٹورتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی آرگن الفضل لکھتا ہے:

''سب سے بڑا اعتراض جو اس نے (ڈاکٹر عبدالحکیم نے) مسیح موعود (مرزا صاحب) پر کیا، وہ مال کے متعلق تھا کہ لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی کتب میں بہت جگہ یہی واویلا کیا ہے جیسا کہ ''الذکر الحکیم'' نمبر ۶ کے صفحہ ۳، ۸، ۱۰، ۱۱، ۲۵، ۴۰، ۴۳، ۸۳، ۸۴ وغیرہ میں ذکر ہے کہ اپنی کتابوں کے شائع کرنے کے لیے چندے جمع کر لیتے ہیں، مکر و فریب کر کے لوگوں سے مال جمع کر لیتے ہیں اور اسے جس طرح چاہتے ہیں جا و بے جا صرف کرتے ہیں، کوئی حساب نہیں''۔ (الفضل قادیاں جلد ۸ ص ۵۲ مورخہ ۲۰ر جنوری ۱۹۲۱ء)

مرزا صاحب کی دوسری بیوی نصرت جہاں کو آپ پر ایک حاکمانہ اختیار حاصل تھا، اس کی وجوہات میں سے یقیناً ایک یہ تھی کہ وہ جوان تھی اور آپ بڑھاپے کی منزلوں میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ اس لیے جوان بیوی کو بوڑھے خاوند پر جو فوقیت ہوتی ہے، نصرت جہاں کو وہ سب کچھ حاصل تھا، چنانچہ وہ چندہ کی رقم سے اپنی تعیشانہ زندگی بسر کرتی تھی اور مرزا صاحب کو اسے روکنے ٹوکنے اور اس کے سامنے بولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی لیکن آپ کے مرید اور ان کی بیویاں نصرت جہاں کے فیشن اور اس کی تعیشانہ زندگی کو دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خواجہ کمال الدین نے مولوی محمد علی لاہوری اور سید سرور شاہ (جو دونوں مرزا صاحب کے خاص مرید تھے اور خود خواجہ صاحب بھی مرزا صاحب کے حضور ایک خاص مقام کے حامل تھے) کو ایک سفر کے دوران کہا:

''پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہیے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے، اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہیے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ

قادیان بھیجتے تھے، لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر پر چڑھ گئیں کہ تم بہت جھوٹے ہو، ہم نے تو قادیان میں جا کر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں پر عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لیے قومی روپیہ ہوتا ہے لہٰذا تم جھوٹے ہو جو جھوٹ بول کر اس عرصہ دراز تک ہم کو دھوکہ دیتے رہے اور آئندہ ہم ہرگز تمھارے دھوکہ میں نہ آویں گی۔ پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ ہم قادیان بھیجیں"۔

اس پر خواجہ (کمال الدین) صاحب نے خود ہی فرمایا تھا کہ ایک جواب تو تم لوگوں کو دیا کرتے ہو پھر تمہارا وہ جواب میرے آگے نہیں چل سکتا کہ میں خود واقف ہوں اور پھر بعض زیورات اور بعض کپڑوں کی خرید کا مفصل ذکر کیا۔"

(کشف الاختلاف ص ۱۳ از محمد سرور شاہ قادیانی)

اسی طرح کا اور واقعہ خود مرزا محمود نے اپنے خطبۂ جمعہ میں بیان کیا کہ:

"لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ اللہ رکھا صاحب کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ (یعنی مرزا صاحب کی بیوی نصرت جہاں) کے زیورات اور کپڑے بن جاتے ہیں اور ہوتا ہی کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ ما علیہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: "اس پر حرام ہے کہ وہ ایک حصہ بھی کسی سلسلہ کے لیے بھیجے"۔

(خطبہ جمعہ مرزا محمود مندرجہ الفضل قادیان جلد ۲۶ نمبر ۳۰۰ مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء)

لنگر کے ذریعے سے دولت کا حصول:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے باہر سے آنے والے مریدوں کے لیے ایک لنگر جاری کیا ہوا تھا جو لوگوں کے چندوں پر چلتا تھا۔ اس چندہ میں بڑی ہیرا پھیری ہوتی تھی۔ جس پر خواجہ کمال الدین اکثر مرزا صاحب پر اعتراض کرتے تھے اور مولوی محمد علی

لاہوری کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سید سرور شاہ قادیانی نے مولوی محمد علی لاہوری سے کہا:

''پھر جناب کو (یعنی مولوی محمد علی لاہوری قادیانی کو) یاد ہوگا کہ جب میں نے (یعنی مولوی سرور شاہ قادیانی نے) جناب کو کہا تھا کہ آج مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ ما علیہ نے گھر میں بہت رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشاء یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے۔ اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جائے گا۔ مگر یہ خواجہ وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں اور یہ سنا کر میں نے بوجہ محبت آپ کو (یعنی مولوی محمد علی لاہوری کو) یہ کہا تھا کہ آپ آئندہ کبھی اس معاملہ میں شریک نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ حضرت اقدس کی زیادہ ناراضگی کا موجب ہو جائے اور آپ کو نقصان پہنچے''۔ (کشف الاختلاف ص ۱۴، مصنفہ مولوی سرور شاہ قادیانی)

خواجہ کمال الدین نے مرزا صاحب کی طرف سے لنگر کے چندہ میں کچھ بددیانتی ضرور دیکھی تھی جس کی وجہ سے وہ ہر وقت چیں بہ جبیں رہتے تھے اور مولوی محمد علی لاہوری کو ہر وقت کہتے رہتے تھے کہ مرزا صاحب سے لنگر کا انتظام واپس لے لیا جائے لیکن مرزا صاحب لنگر کا وہ انتظام دینے پر راضی نہ تھے چنانچہ ایک مرتبہ خواجہ کمال الدین نے کہا:

یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ قوم کا روپیہ کس محنت سے جمع ہوتا ہے اور جن اغراض قومی کے لیے وہ اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ دیتے ہیں وہ روپیہ ان اغراض میں صرف نہیں ہوتا بلکہ بجائے اس کے شخصی خواہشات میں صرف ہوتا ہے اور پھر روپیہ بھی اس قدر کثیر ہے کہ اس وقت جس قدر قومی کام آپ نے شروع کیے ہوئے ہیں اور روپے کی کمی کی وجہ سے پورے نہیں ہو سکتے اور ناقص حالت میں پڑے ہوئے ہیں اگر یہ لنگر کا روپیہ اچھی طرح سے سنبھالا جائے تو اکیلے اسی سے وہ سارے کام پورے ہو سکتے ہیں۔ (کشف الاختلاف، ص ۱۵)

خواجہ کمال الدین اس بات پر بڑے مصر تھے کہ مرزا صاحب سے لنگر کا انتظام لے کر کسی اور کے ہاتھ میں دیا جائے۔ چنانچہ مرزا محمود نے ایک مرتبہ حکیم نور الدین کو

ایک خط میں لکھا تھا کہ:

''نواب صاحب نے بتایا کہ ان سے انھوں نے (مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین نے) کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے کہا کہ خواجہ صاحب (خواجہ کمال الدین) اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں۔ ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے؟ اور گھر میں آ کر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو دس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے۔''

(خط مرزا محمود بنام حکیم نور الدین مندرجہ حقیقت اختلاف، ص ۵۰، مصنفہ مولوی محمد علی لاہوری قادیانی)

غرض کہ پیغمبری اور نبوت کے نام پر مرزا صاحب اور ان کے خاندان نے خوب دولت کمائی اور چندوں سے خوب داد عیش دی اور اپنے بچوں وغیرہ کو باہر کے ملکوں میں تعلیم دلوائی۔

بہشتی مقبرے کے نام سے دولت کمانا:

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں قادیان کو حرم کے درجہ دے دیا اور کہا کہ اس میں مکہ اور مدینہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ مرزا محمود نے بھی لکھا ہے:

پھر ایک اور بڑا ذریعہ تزکیہ نفوس کا ہے جو مسیح موعود نے کہا ہے۔ اور میرا یقین ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ ہر ہر حرف اس کا سچا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو قادیان نہیں آتا یا کم از کم ہجرت کی خواہش نہیں رکھتا، اس کی نسبت شبہ ہے کہ اس کا ایمان درست ہو۔ قادیان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے "انه اوی القریة" فرمایا یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے تھے:

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(منصب خلافت، ص ۳۳، مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں لکھا:

"جو شخص سب کو چھوڑ کر اس جگہ آباد نہیں ہوتا، اور کم سے کم یہ تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے"۔ (تریاق القلوب ص ۶۰)

ایک طرف مرزا صاحب نے لوگوں کو اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر قادیان میں آباد ہونے کی ترغیب دی اور کہا کہ جو شخص قادیان میں آباد ہونے کی تمنا نہیں رکھتا اس کے ایمان کے بارے میں شبہ ہے اور دوسری طرف مرزا صاحب کے لڑکوں نے پراپرٹی ڈیلرز کا کام شروع کر دیا، اور لوگوں سے نہایت سستے داموں زمینیں خرید کر نہایت مہنگے داموں فروخت کر کے دولت اکھٹی کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد اخبار میں پراپرٹی کی خرید و فروخت اشتہار دیتے رہتے تھے۔ ان میں سے چند ایک اشتہارات یہ ہیں:

"قادیان میں اراضی خریدنے کے خواہش مند احباب مطلع رہیں کہ ہمارے انتظام میں ہر وقت، ہر قسم اور ہر موقع کی زمین موجود رہتی ہے۔ تفصیلات بذریعہ خط و کتابت معلوم کی جاویں۔ خاکسار (صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد قادیان۔

(الفضل قادیان، جلد ۹ نمبر ۱۰۰ مورخہ ۲۲ رجون ۱۹۲۲ء)

اسی طرح کا ایک اور اشتہار یوں ہے:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوٹھی واقع دارالانوار، قادیان کے احاطہ کے ساتھ بالکل ملحق جانب کچھ رقبہ مملوکہ مرزا عزیز احمد صاحب و مرزا رشید صاحب قابل فروخت موجود ہے جس کے فروخت کرنے کا مالکان کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ نہایت با موقع اور اعلیٰ درجہ کی زمین ہے۔ قیمت یک مشت وصول کی جائے گی۔ فقط'' خاکسار مرزا بشیر احمد قادیان۔

(الفضل قادیان، جلد۲۲ نمبر۱۷ مورخہ۷ رجون ۱۹۳۴ء)

زمینوں کی خرید وفروخت کے ذریعے روپیہ بٹورنے کے لیے علاوہ بہشتی مقبرہ کی آمدنی بھی مرزا صاحب کے خاندان کے لیے دولت اکٹھی کرنے کا ایک خاص ذریعہ بن گئی۔ بلکہ مرزا صاحب کی نبوت کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کا مختصر الفاظ میں جواب یہ ہے ''دولت اکٹھی کرنا''۔

مرزا صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ کے چونکہ بالکل متوازی نبوت کا شاخسانہ کھڑا کیا ہوا تھا، لہٰذا مدینہ طیبہ کی جنت البقیع کے مقابلہ میں انھوں نے قادیان میں بہشتی مقبرہ بنایا جس میں قادیانیوں کے مردے بھاری رقم لے کر دفن کیے جاتے۔ اس سلسلہ میں مرزا صاحب نے ایک الہام گھڑا جس میں کہا گیا:

''فاوحیٰ الی ربی و اشار الی ارض وقال انها الارض تحتها الجنة، فمن دخل فیها دخل الجنة وانه من الامنین''۔

تو خدا تعالیٰ نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے جس کے نیچے جنت ہے پس جو شخص اس میں دفن کیا گیا وہ جنت میں داخل ہوا اور وہ امن پانے والوں میں سے ہے۔ (الاستفتاء عربی ص۵۱ تعلیقہ، روحانی خزائن جلد۲۲ ص۶۷۵)

''صبح کی نماز کے لیے اٹھنے سے کوئی ۲۰۔۲۵ منٹ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک زمین اس مطلب کے لیے خریدی گئی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کی جائیں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا''۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم ص۴۹۶ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی)

یہی منظور الٰہی قادیانی مرزا صاحب کا ایک مکاشفہ ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:
''کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے۔
اور پھر الہام ہوا ''کل مقابر الارض، لا تقابل ھذا الارض'' (روئے زمین کی تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں''۔ (مکاشفات مؤلفہ منظور الٰہی قادیانی ص۵۹)

اس بہشتی مقبرہ میں دفن کی جنت کی بشارت دے کر ترغیب دی گئی بلکہ یہاں تک کیا گیا۔

''آج تمھارے لیے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سی فضیلت حاصل کرنے کا موقع ہے۔ اور وہ بہشتی مقام موجود ہے جہاں تم وصیت کر کے اپنے پیارے آقا المسیح الموعود کے قدموں میں دفن ہو سکتے ہو۔ اور چونکہ حدیثوں میں آیا ہے مسیح موعود رسول کریم کی قبر میں دفن ہو گا، اس لیے تم اس مقبرہ میں دفن ہو کر خود رسول اکرم کے پہلو میں دفن ہو گے۔ اور تمھارے لیے اس خصوصیت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ ہونے کا موقع ہے''۔

(بہشتی مقبرہ کا اعلان مندرجہ الفضل قادیان جلد۳ ص۹۹، ۲۲ر فروری ۱۹۱۵)

اس بارے میں ایک اور اعلان پڑھیے کہ کس کس طریقے سے لوگوں کو چکر دیے گئے۔

''مقبرہ بہشتی اس سلسلہ کا ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے اور ایسا عظیم الشان انسٹیٹیوشن یعنی محکمہ ہے جس کی اہمیت ہر دوسرے محکمے سے بڑھ کر ہے یہ وہ نعمت ہے جس کو آدم کے وقت سے اس وقت تک کے لوگ ترستے مر گئے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم اول کو جب شیطان نے ایک عارضی بہشت سے نکالا تھا تو اس کی تلافی کے لیے چھ ہزار سال کے بعد پھر آدم ثانی (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی معرفت یہ محکمہ دائمی جنت میں داخل ہونے کا اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے لیے کھولا ہے۔ اگلے زمانہ میں انبیاء اپنے خاص خاص مقبروں کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دیا کرتے تھے۔ اور یہاں تو یہ نظر آتا ہے کہ بہشت کا دروازہ ہی کھل گیا ہے صرف ذرا کھڑا ہونے اور قدم اٹھانے کی دیر ہے۔ (الفضل قادیان، جلد۲۴ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۶ء)

اسی بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ وہ بھی ملاحظہ فرما لیں۔ مرزا

صاحب اپنے رسالہ ’’الوصیت‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’چونکہ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھےملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمة یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی رحمت نہیں کہ اس قبرستان والوں کو اس سے کچھ حصہ نہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ جو شخص اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لیے چندہ داخل کرے، دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔

ہر ایک میت جو قادیان کی زمین میں فوت نہیں ہوئی اس کو سوائے صندوق قادیان میں لانا ناجائز ہوگا۔

یہی فراڈ مرزا صاحب ساری زندگی لوگوں سے کرتے رہے اور فراڈ اور غلط طریقے سے لوگوں سے پیسے اینٹھ کر اپنی عیش وعشرت کی زندگی کو گزارا۔

حکومت نے جب ۱۸۹۸ء میں انکم ٹیکس لگایا تو مرزا صاحب نے غلط حلفی بیان دے کر جان چھڑائی۔ اور معاملہ کی تفتیش کرنے والے تحصیلدار کے سامنے مریدوں کی جو فہرست پیش کی اس میں مریدوں کی تعداد صرف تین سو اٹھارہ بتائی جبکہ ۱۸۹۶ء میں مریدین کی تعداد آٹھ ہزار لکھ چکے تھے۔ اپنی جو سالانہ آمدنی ظاہر کی وہ حسب ذیل ہے اور اس آمدنی کے بارے بیان حلفی پیش کیا۔ زمین کی تخمیناً آمدنی ۳۰۰ روپے سالانہ۔ باغ کی آمدنی تخمیناً دو سو روپے، چار سو روپے اور پانچ سو روپے سالانہ۔ یہ بھی بیان کیا کہ اس سال اس کو مریدوں سے پانچ ہزار دو سو روپے پہنچا ہے ورنہ اوسط آمدنی قریباً چار ہزار روپے سالانہ کی ہوتی ہے۔ (ضرورت الامام، ص۴۲ تا ۴۵)

حالانکہ آمدنی اس سے بہت زیادہ تھی۔ اور اس آمدنی سے عیش وعشرت کی زندگی

گزاری جاتی تھی۔ بیان حلفی میں کہا تھا کہ مریدوں کی آمدنی میرے ذاتی خرچ میں نہیں آتی، لیکن مرزا صاحب کے ایک مرید کے رسالہ خطوط امام بنام غلام میں اتنی مشک لاہور سے منگوائی ہے کہ پڑھ کر ایک شخص حیران رہ جاتا ہے۔ اس زمانہ میں مشک کی قیمت ۲۵ روپے فی تولہ تھی۔ گورنمنٹ کے سامنے اپنی غربت ظاہر کرنے کے لیے مرزا صاحب نے ۲۷ جون ۱۸۹۸ء کو اپنی تمام زمین اپنی زوجۂ ثانیہ نصرت جہاں کے نام بذریعہ رجسٹری گروی رکھ کر چار ہزار روپے کا زیور اور ایک ہزار نقد وصول کیا اور میعاد رہن ۳۰ سال رکھی۔ اور رجسٹری میں لکھا کہ اب تمام آمدنی میری زوجہ کی ہوگی۔ (سیرۃ المہدی، ص ۲۲۔۲۳)

ادھر اپنی آمدنی نہایت قلیل ظاہر کی اور اپنی تمام زمین زوجہ مطلقہ حرمت بی بی کے حق مہر کی ادائیگی سے بچنے کے لیے نصرت جہاں زوجۂ ثانیہ کے نام فرضی رہن رکھ دی اور مریدوں کی آمدنی ان کے ذاتی خرچہ میں نہیں آتی، ادھر مشک عنبر اور دیگر مصنوعات اور ریشمی پارچات، زیورات اور رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ کی یہ بہتات، پھر آئے روز بیمار سلسل البول اور دیگر بیماریوں کا تسلسل یہاں تک کہ دن بھر میں سو سو دفعہ پیشاب آتا تھا۔ ان بیماریوں کے علاج معالجے پر خرچ۔ اس قلیل آمدنی میں اتنے بھاری اخراجات کیسے برداشت کرتے تھے؟ پھر ۲۱ جون ۱۹۲۰ء میں ان کے صاحبزادے نے ڈیڑھ لاکھ کی جائیداد بروئے بیعنامہ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۲۰ء کو مرزا اکرم بیگ ولد مرزا افضل بیگ وخاتون سردار بیگم بیوہ مرزا افضل بیگ ساکنان قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے خرید کی۔ ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف طریقوں سے خوب دولت کمائی اور اس کا دعویٰ نبوت اس کی کمائی کا ایک ذریعہ تھا۔ اور اس کی رہی سہی کس اس کی اولاد نے پوری کر دی۔

اگر کوئی صاحب خدانخواستہ طاعون کے مرض سے فوت ہوں ان کی نسبت یہ ضروری حکم ہے کہ وہ دو برس تک صندوق میں رکھ کر کسی علیحدہ مکان میں امانت کے طور پر دفن کیے جاویں۔

اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً ان کی موت ایسی ہو کہ مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میت کو لانا متعذر (مشکل) ہو تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا کے

نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں۔اور جائز ہوگا کہ ان کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے اور اس پر واقعات لکھے جائیں۔

میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔

(الوصیۃ ٢٠۔٢٧۔روحانی خزائن: جلد٢٠ص٣١٨۔٣٢٦)

مرزا غلام احمد قادیانی یورپی استعمار کا آلۂ کار:

قادیانی میں مرزا غلام احمد کی زندگی نہایت عسرت اور تنگی کی زندگی تھی۔اقتصادی طور پر وہ نہایت کمزور ہو چکا تھا۔ بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے بھی اقتصادی تعاون سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ کسی ہنر اور کام کاج سے وہ نا آشنا تھا لہٰذا وہ کسی ولی نعمت کے تلاش میں تھا جس کے مفادات کے لیے وہ کام کر کے اپنے تنور شکم کے لیے ایندھن مہیا کر سکے۔

دوسری طرف ١٨٥٧ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریز کا تسلط پورے ہندوستان پر اگرچہ قائم ہو چکا تھا لیکن اسے ہر دم یہ فکر پریشان کیے ہوئے تھی کہ اگر پھر بغاوت کا لاوا اور ہندوستانی مسلمانوں میں پھوٹ پڑا تو پھر اس پر قابو پانا بہت مشکل ہوگا۔ چنانچہ ١٨٦٩ء میں انگریزوں نے ایک وفد ولیم ہنٹر کی قیادت میں ہندوستان بھیجا جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے اسکالروں کے علاوہ مشنریوں کے بھی کئی نمائندے تھے۔اس وفد کو اس لیے ہندوستان بھیجا گیا تاکہ وہ ان اسباب وعوامل کا پتہ لگائیں جن کو بروئے کار لا کر ہندوستانی مسلمانوں کے ذہن وقلب سے بغاوت کے جراثیم کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جا سکے۔ وہ وفد قریباً ایک سال تک ہندوستان میں رہا۔کئی افراد سے اس نے ملاقاتیں کیں۔حالات کا مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے مطالعہ کیا۔ہندوستانی مسلمانوں کے نشیب وفراز اور عروج وزوال کا جائزہ لیا۔ان کی افتادِ طبع کا تجزیہ کیا اور بالآخر واپس جا کر ١٨٧٥ء میں اس نے ہاؤس آف لارڈز میں اپنی سفارشات پیش کیں اس دستاویز کا نام ہے (The Arrival of British Empire In India) ان سفارشات میں زیادہ وہ مشہور سفارشات یہ تھیں:

۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کو ختم کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ جذبۂ جہاد جب تک ان کے قلب وذہن سے ختم نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہر لمحہ ان سے بغاوت اور انگریزوں کے خلاف یورش کا خطرہ موجود ہے لیکن جہاد کا یہ نظریہ دین اسلام کا ایک نہایت اہم نظریہ ہے، اس وجہ سے اس نظریہ اور جذبہ کو کوئی مولوی یا پیر یا اور کوئی مذہبی راہ نما ختم نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ایک نبی کی ضرورت ہے چنانچہ یہ نہایت ضروری ہے کہ کوئی نبی امت مسلمہ میں پیدا کیا جائے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے دینی راہ نماؤں کی اندھا دھند پیرو کار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (Apostolic Prophet) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکھٹے ہو جائیں گے۔ اگر حکومت برطانیہ ایسا کوئی آدمی ڈھونڈ نکالے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریق احسن پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب جب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور جمہور مسلمانوں کی داخلی بے چینی اور باہمی انتشار کو ہوا دینے کے لیے اس قسم کے عمل کی اشد ضرورت ہے۔

۲۔ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جائے جو ان علماء کی پوزیشن اور وقار کو مجروح کرے جن کا جمہور مسلمانوں میں اثر ورسوخ ہے اور ذہنی طور پر انگریزی حکومت کے خلاف ہیں اور ان کی حکومت کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے نقصان کا باعث سمجھتے ہیں۔ جب ان علماء کی مذہبی حیثیت لوگوں کی نظر میں مختلف فتوؤں اور بیانات کی وجہ سے مجروح ہو جائے گی تو لوگ حکومت خلاف ان کی بات کو کوئی حیثیت نہیں دیں گے۔ اگر وہ حکومت کے برطانیہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی دیں گے پھر بھی لوگ ان کی اس بات کو نہیں مانیں گے۔

۳۔ کچھ ایسے لوگ بھی تلاش کیے جائیں جو ایسا نظام ملک میں رائج کریں خصوصی طور پر مسلمانوں میں، جن کو پڑھ کر مسلمان ذہنی طور پر انگریزی حکومت کے محکوم ہو جائیں۔ دیکھنے اور نام ونسب کے لحاظ سے وہ مسلمان ہوں لیکن ذہنی

طور پر انگریز ہوں۔

ان سفارشات کی روشنی میں انگریزوں نے ایسے لوگ تلاش کیے اور انہی کی وجہ سے حکومت پھر ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا اعادہ نہ ہوا اور انگریز بے خوف و خطر ہندوستان پر سو سال تک حکومت کرتا رہا۔

مرزا کے خاندان کا تاریک ماضی:

ان سفارشات کی روشنی میں انگریزوں کی نگاہِ انتخاب نے مرزا غلام احمد کو اپنی استعماریت کے قیام اور تنسیخ جہاد کے لیے منتخب کیا اور اس سے زیادہ موزوں شخص انھیں اور کوئی مل بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ مرزا غلام احمد کے خاندان میں مسلم دشمنی اور کافروں کی حمایت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور تاریخ کے رپورٹر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے خاندان اور خصوصی طور پر اس کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔ وہ سکھوں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑا جس کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے اس کی کچھ جائداد واگذار کر دی۔

مرزا صاحب کے اپنے بیٹے نے اپنے ابا کی سیرت میں لکھا ہے کہ ۱۸۴۲ء میں مرزا صاحب کا والد ایک پیادہ فوج کا کماندان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے (یعنی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مجاہدین جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔ ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں ان کے بھائی غلام محی الدین (یعنی مرزا غلام احمد کے چچا اور مرزا غلام مرتضٰی کے بھائی) نے بھی بہت اچھی اور بڑی خدمات سر انجام دیں۔ ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں (یعنی مسلمانوں) سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دی۔

(سیرت مسیح موعود ص ۳،۴، مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود، قادیان)

سکھوں کے علاوہ انگریزوں کی حکومت کی بھی اس خاندان نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر مدد کی۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں جب پورا ملک انگریزوں کے خلاف صف آراء تھا اور ہندوستان کے ہر عالم نے نہ صرف انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا بلکہ خود مورچوں میں بیٹھ کر اسلحہ سے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں حصہ لیا، اس

وقت مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے انگریزوں کی پوری پوری مدد کر کے ان کا حقِ نمک ادا کیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ملت اسلامیہ سے اپنے باپ کی اس غداری کا خود اعتراف کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری سے کرسی ملی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ ''رئیسان پنجاب'' میں ہے۔ اور ۱۸۵۷ء میں انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو امداد دی تھی۔ یعنی پچاس گھوڑے اور سوار بہم پہنچائے عین زمانہ غدر کے وقت (جبکہ پورا ہندوستان اس استعمار سے آزادی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا۔ ناقل) سرکار انگریزی کی امداد میں دیے تھے''۔

(اشتہار واجب الاظہار مندرجہ کتاب البریہ ص ۳، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۴)

یہ اشتہار مرزا صاحب نے قیصرۂ ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی خاص توجہ کے لیے لکھا ہے۔ اس میں ذرا آگے انھوں نے اس سلسلہ میں مزید یہ لکھا کہ:

''ان خدمات (یعنی ملت سے غداری اور انگریزوں کی خیر خواہی۔ ناقل) کی وجہ سے جو چٹھیاں خوشنودیٔ حکام ان کو ملی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں۔ (ایسی چٹھیوں کو تو تعویذ بنا کر مرزا صاحب کو گلے میں ڈال لینا چاہیے تھا۔ ناقل) مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد و تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں کیں''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۴، ۷، کتاب البریہ ص ۴، ۷ کشف الغطاء ص ۴)

اسی کتاب میں وہ تین خط بھی دیے ہوئے ہیں جو انگریزوں نے ملت سے غداری اور انگریزوں سے وفاداری پر مرزا غلام احمد کے والد کو دیے تھے اور مرزا صاحب نے پوری زندگی ان کو تعویذ بنا کر رکھا اور موقع بے موقع انگریزوں کو اپنی وفاداری جتلانے کے لیے ان کو اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ چنانچہ اپنی کافی کتابوں میں ان چٹھیوں کو نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک چٹھی مسٹر ولسن نے ان کے والد سے گورنمنٹ کے اظہار خوشنودی اور ان کی خدمات کے اعتراف میں لکھی۔ جس میں لکھا:

''میں خوب جانتا ہوں کہ بلاشبہ آپ کا خاندان سرکار انگریزی کا جاں نثار، وفادار اور ثابت قدم خدمت گار رہا ہے''۔ (خط ۱۱ جون ۱۸۴۹ء مراسلہ نمبر ۳۵۳)

دوسری چٹھی مسٹر رابرٹ کسٹ کمشنر لاہور نے غلام مرتضیٰ کو لکھی جس میں ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی میں انگریزوں کے لیے ان کی خدمات کا اعتراف اور اس کے بدلے میں خلعت فاخرہ اور اپنی خوشنودی سے نوازنے کی اطلاع دی ہے۔ اس پر ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور تیسری چٹھی مسٹر رابرٹ ایجرٹن، فنانشل کمشنر پنجاب کی جانب سے ہے۔ اور یہ ۲۹ جون ۱۸۷۶ء کی ہے۔ یہ مرزا غلام احمد کے بھائی مرزا غلام قادر کے نام ہے جس میں ان کے باپ کے مرنے کی تعزیت کی گئی ہے کہ:

''آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمھارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی''۔

انگریزوں کی یہ خاندانی اطاعت جس شخص کی گھٹی میں تھی، اس کو انھوں نے مسئلہ جہاد کی تنسیخ کے لیے منتخب کر لیا۔ اور وہ مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا مرزا غلام احمد تھا جس نے اپنی وفا شعاریوں کا یوں اعتراف کیا ہے کہ پہلے اپنے باپ کے بارے میں لکھا اور ملت اسلامیہ سے اس کی غداری کو ان لفظوں میں بیان کیا:

جواہرات کا خزانہ:

''میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم جنھوں نے سکھوں کے عہد میں بڑے بڑے صدمات دیکھے تھے، انگریزی سلطنت کے ایسے منتظر تھے جیسا کہ کوئی سخت

پیاسا پانی کا منتظر ہوتا ہے اور پھر جب حکومت انگریزی کا اس ملک پر دخل ہوگیا تو وہ اس نعمت یعنی انگریزی حکومت کی قائمی سے ایسے خوش ہوئے کہ گویا ان کو جواہرات کا ایک خزانہ مل گیا اور وہ سرکار انگریزی کے بڑے خیر خواہ اور جان نثار تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے معہ سواران بہم پہنچا کر سرکاری انگریزی کو بطور مدد دیے تھے اور وہ بعد اس کے بھی ہمیشہ اس بات کے لیے مستعد رہے کہ اگر پھر بھی کسی وقت ان کی مدد کی ضرورت ہو تو بدل و جان اس گورنمنٹ کو مدد دیں اور اگر ۱۸۵۷ء کے غدر کا کچھ اور بھی طول ہوتا تو وہ سو سوار تک اور بھی دینے کو تیار تھے''۔

(ستارۂ قیصریہ، ص ۳، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۱۱۳)

الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ مرزا صاحب نے اپنے باپ کی ان خدمات کا اعتراف اپنی کتاب کشف الغطاء ص ۴، شہادۃ القرآن ص ۸۴ پر اور کئی دوسری کتابوں میں بھی کیا ہے پھر اپنی خدمات کو ملکہ وکٹوریہ کے حضور ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

پچاس ہزار کتابیں اور رسائل:

''مجھ سے سرکاری انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے، لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں، یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بخوبی شائع کر دیں۔ اور روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں ممکن تھا، اشاعت کر دی گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا''۔ (تحفہ قیصریہ، ص ۳، ۴، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۱۱۴)

پچاس الماریاں:

اپنی ایک اور کتاب میں اپنی خدمات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (تریاق القلوب ص ۲۷، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۱۵۵)

اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' ص ۸۲ پر مرزا صاحب نے ''گورنمنٹ کی توجہ کے لائق'' کے عنوان سے پہلے اپنے بھائی اور والد کی حکومت برطانیہ کے لیے خدمات کا اظہار کیا اور لکھا کہ:

چونسٹھ گھوڑے اور چونسٹھ سوار کے صلے میں عزت کی کرسی ملی:

''سن ستاون کے مفسدہ (یعنی جنگ آزادی) میں جب کہ بے تمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ملک میں شور ڈال دیا تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور پھر ایک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گزاری کی اور انھیں مخلصانہ خدمات کی وجہ وہ اس گورنمنٹ میں ہر دل عزیز ہو گئے۔ چنانچہ جناب گورنر جنرل کے دربار میں عزت کے ساتھ ان کو کرسی ملتی تھی اور ہر ایک درجہ کے حکام انگریزی بڑی عزت اور دل جوئی سے پیش آتے تھے انھوں نے میرے بھائی کو صرف گورنمنٹ کی خدمت گزاری کے لیے بعض لڑائیوں پر بھیجا اور ہر ایک باب میں گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کی اور اپنی تمام عمر نیک نامی کے ساتھ بسر کر کے اس ناپائیدار دنیا سے گزر گئے۔ بعد اس کے

اس عاجز کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر جس قدر مدت تک زندہ رہا اس نے بھی اپنے والد مرحوم کے قدم پر قدم مارا اور گورنمنٹ کی مخلصانہ خدمت میں بہ دِل و جان مصروف رہا۔ پھر وہ بھی اس مسافر خانہ سے گزر گیا"۔

(شہادۃ القرآن ص۸۲، روحانی خزائن جلد۶ ص ۳۷۸)

اپنے خاندان کا تعارف کرانے کے بعد مرزا غلام احمد نے اپنی خدمات کا تعارف ان لفظوں میں کرایا:

"ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح کہ ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا ضروری ہے۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔



باب نمبر(3)

مرزا قادیانی کا مذہب

سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ (شہادت القرآن ص ۸۴، روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۸۰)

مرزا صاحب نے ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی (جون ۱۸۹۷ء) کے موقع پر قادیان میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ قادیانیوں کو انگریزوں کی وفاداری کی تلقین کی اور ساتھ ہی ''تحفۂ قیصریہ'' کے نام سے ایک کتاب ڈپٹی کمشنر کے توسط سے ملکہ کو بھیجی۔ ڈپٹی کمشنر یا ملکہ نے کتاب کی رسید تک نہ بھیجی تو مرزا صاحب نے لکھا:

''تحفۂ قیصریہ حضرت قیصرۂ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمۂ شاہانہ سے بھی ممنون نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس حسن ظن نے جو میں حضور سے رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ اس تحفۂ قیصریہ کی طرف جنابہ ممدوحہ کی توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں'' (ستارہ قیصریہ ص ۲)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے خوشامد کی انتہا کر دی کہ آستان شاہی پہ تبسم و نگاہ کی بھیک مانگ رہے ہیں اس قسم کی تحریرات کی وجہ سے مرزا بشیر الدین نے مندرجہ ذیل تبصرہ کیا تھا:

''مسیح موعود نے فخریہ لکھا ہے کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں میں نے

گورنمنٹ کی تائید نہ کی ہو، مگر مجھے افسوس ہے کہ میں نے غیروں کو نہیں بلکہ احمدیوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہمیں مسیح موعود کی ایسی تحریریں پڑھ کر شرم آتی ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

اپنے ایک رسالہ میں ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کر کے مرزا صاحب نے لکھا:

"اے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند! خدا تجھے اقبال اور خوشی کے ساتھ عمر میں برکت دے۔ تیرا عہد حکومت کیا ہی مبارک ہے کہ آسمان سے خدا کا ہاتھ تیرے مقاصد کی تائید کر رہا ہے۔ تیری ہمدردی رعایا اور نیک نیتی کی راہوں کو فرشتے صاف کر رہے ہیں۔ (وہ مرزا صاحب کے ٹیچی اور درشنی فرشتے ہوں گے۔ خدا کے فرشتے تو اس کی راہوں کو صاف نہیں کر سکتے۔ ناقل) تیرے عدل کے لطیف بخارات بادلوں کی طرح اٹھ رہے ہیں۔ (تا کہ قادیان پر برسیں کیونکہ ملک کو تو انگریزوں نے اپنے ظلم وستم سے جہنم بنایا ہوا تھا۔ ناقل) تا کہ تمام ملک کو رشک بہار بنا دیں۔ شریر ہے وہ انسان جو تیرے عہد سلطنت کی قدر نہیں کرتا اور بدذات ہے وہ نفس جو تیرے احسانوں کا شکر گزار نہیں۔

قیصرہ ہند ملکہ وکٹوریہ کی "پاک نیت" اور تحریک سے مرزا کی بعثت:

اے بابرکت قیصرۂ ہند! تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا کہ پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہوں کو دوبارے دنیا میں قائم کروں"۔

(ستارۂ قیصریہ ص۹، روحانی خزائن جلد ۶ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

"ملکہ وکٹوریہ" خدا کا نور، جیسی روح ویسے فرشتے:

اسی رسالہ میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:

"اے ملکہ معظّمہ! تیرے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے۔ اس لیے تیرے عہد سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو

مسیح کے ظہور کے لیے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا کیونکہ نور نور کو اپنی طرف کھینچتا ہے''۔

(ستارہ قیصریہ ص ۶، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۱۱۷)

انگریزی گورنمنٹ کی حمایت کے جوش میں لکھتے لکھتے مرزا صاحب اس قدر جوش میں آ گئے کہ اپنی حقیقت کے راز کو طشت از بام کر دیا۔ ایک درخواست میں لکھا کہ:

خود مرزا کا اپنا اعتراف انگریز کا خود کاشتہ پودا ''یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس ''خود کاشتہ پودے'' کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے اور تحقیق توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا کہ ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبرو ریزی کے لیے دیرنہ کر سکے۔ اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں پھر مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے ۱۳۱۶ آدمیوں کے نام دیئے ہیں۔

(درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۹۸ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۱، تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۹)

علاوہ ازیں اپنی اور کتابوں میں بھی مرزا صاحب نے انگریزوں سے اپنی وفاداری اور ملت اسلامیہ سے اپنی اور اپنے خاندان کی غداری کا مندرجہ بالا الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ میں اظہار کیا ہے اور ہر ممکن طریق سے انگریزوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا ہے اور بتایا ہے کہ میری بعثت کی وجہ صرف آپ ہیں کیونکہ آپ کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے میں نے مسیح اور مہدی ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے لیے اقبال مرحوم نے کہا تھا:

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم الٰہی

تنسیخ جہاد:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ولیم ہنٹر کی سرکردگی میں جو سفارشاتی کمیٹی انگریزوں کی حکومت کو مستحکم (Established) کرنے کے لیے بنائی گئی تھی، اس کی سفارشات میں سے سب سے بڑی سفارش عقیدہ جہاد کی تنسیخ تھی۔ اس مسئلہ جہاد کی تنسیخ اور لوگوں کے اذہان سے اس کو نکالنے کے لیے مرزا صاحب کی خدمات کو انگریزوں نے خریدا تھا اور ان کی خودساختہ نبوت کی پرورش اپنی نگرانی میں کی تھی اور اب تک کر رہے ہیں اور آج قادیانیت کا سب سے بڑا مرکز انہی کا ملک ہے۔ کیونکہ جس خود کاشتہ پودا کی آبیاری انھوں نے اپنے ہاتھوں سے کی تھی، اس کی فصل بہار بھی وہ دیکھنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے اس پودے کو بہار کے دن دیکھنا نصیب نہیں ہوں گے بلکہ اس سے قبل ہی خزاں کا تیشہ اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے گا۔

انگریزوں کی انہی وفا شعاریوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کھلم کھلا جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ جہاد اسلام کا وہ مقدس فریضہ ہے جس پر مسلمانوں اور اسلام کی بقا کا دارومدار ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اسے قیامت تک اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں فریضۂ جہاد کی ابدیت تا قیامت ظاہر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

لن یبرح هذا الدین قائما یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة۔

یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳۰)

ایک اور حدیث میں سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الجهاد ماض الی یوم القیامة

جہاد قیامت تک قائم اور جاری رہے گا۔

مرزا غلام احمد نے انگریز کے مفادات کے تحفظ اور عالم اسلام کو ہمیشہ ان کے طوق غلامی میں باندھنے، مسلمانوں کی آزادی کو پابند سلاسل کرنے اور کافر حکومتوں کے زیر سایہ ان کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شدومد سے عقیدۂ جہاد کی مخالفت کی اور نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہری اور خفیہ سرگرمیوں کا موقع مل سکا، جہاد کے خلاف نہایت شدت سے پروپیگنڈہ کیا گیا اور جہاد کو مسلمانوں کی نظروں میں نہایت مکروہ اور ناپسندیدہ مسئلہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔

مرزا صاحب کو جہاد حرام کرنے کی کیا ضرورت تھی، اس کا جواب ہمیں لارڈ ریڈنگ، وائسرائے ہند، کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس مندرجہ اخبار الفضل، قادیان، مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۲۱ء میں نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے جس میں کہا گیا:

''جس وقت آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے دعویٰ کیا، اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی کی ایسی حالت تھی کہ وہ پٹرول کے پیپہ کی طرح بھڑکنے کے لیے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا، مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی تعزیت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے پیش نظر اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گونمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لیے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی، اس کے لیے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا''۔

مسئلہ جہاد منسوخ ہونے اور دنیا سے جہاد کا حکم تا قیامت اٹھ جانے پر مرزا صاحب کس شدومد سے زور دیتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کی اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے، لکھتے ہیں:

جہاد کا حکم قطعاً موقوف:

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے

حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا، اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے: نعوذ باللہ من ذالك یہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ مرزا صاحب نے یہ بات اس انداز میں پیش کی گویا ایمان لانے کے باوجود اور شیر خوار بچوں کی بھی شریعت موسویہ میں بچنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی)۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کو قتل کرنا حرام کہا گیا۔ اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا۔ اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا)۔

(اربعین نمبر۴ص ۱۳ تعلیقہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۴۴۳)

اپنے رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' ص ۱۵ پر لکھا ہے کہ:

''دیکھو، میں ایک حکم لے کر آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ رب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے''۔ انگریزی حکومت کے نام اپنی ایک یادداشت میں جو کہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۱۲ بابت ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی، یہ لکھا:

''یہی وہ فرقہ (قادیانیت) ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے''۔ (از قادیانی مذہب ص ۵۳۷)

اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے:

اپنے رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کے ضمیمہ میں لکھا:

''عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں۔ (گویا کہ جہاد وحشیانہ حملہ ہے۔ ناقل) جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے''۔

اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو چند سال میں ہی یہ مبارک اور امن پسند جماعت جو جہاد اور غازی پن کے خیالات کو مٹا رہی ہے، کئی لاکھ تک پہنچ جائے گی، اور وحشیانہ جہاد کرنے والے اپنا چولہ بدل لیں گے"۔

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۷، روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۹)

اسی طرح تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں "دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس میں یہ فتویٰ دیا کہ دین کے لیے جنگ اور قتال حرام ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور مسیح کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا مسئلہ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
لوگوں کو یہ بتائیے کہ وقت مسیح ہے — اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶، روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۷۷)

اپنے رسالہ نور الحق میں لکھا کہ:

وليس حرام عليه ان ينظر في هذه الرسالة ايضاً يفتح عليه كسف اعلنت بصوت عال في منع الجهاد والخروج علىٰ هذه الدولة وتخطية المجاهدين۔

اور اس پر حرام نہیں ہے جو اس رسالہ کو بھی دیکھے تا کہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیوں کر بلند آواز سے کہہ دیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ خطا پر ہیں۔

(نور الحق جلد ا ص ۴۲، روحانی خزائن جلد ۸ ص ۴۲)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا

انکار کرنا ہے''۔ (تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۷، مجموعہ اشتہارت جلد ۳ ص ۱۹)

اپنے ایک اشتہار میں جو ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب نے طبع کروادیا اور جس کا عنوان ہے: اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکۂ معظّمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ اس اشتہار میں آپ نے لکھا:

''تاہم میں نے ۱۶ برس سے یہ اپنے اوپر حق واجب ٹھہرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں اور اس کی سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں چنانچہ میں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہر ایک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا (یہاں پر مرزا صاحب نے فٹ نوٹ میں ان کتابوں کے نام دیے ہیں جن میں یہ مضمون آپ نے لکھا ہے۔ ۱۔ براہین احمدیہ، ۲۔ شہادۃ القرآن، ۳۔ سرمۂ چشم آریہ، ۴۔ آئینہ کمالات اسلام، ۵۔ حمامۃ البشریٰ، ۶۔ نور الحق وغیرہ) کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۱۲۴)

انگریزی حکومت سے جہاد قطعاً حرام ہے:

پھر اسی اشتہار میں آگے چل کر لکھا:

''میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کیے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کیے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے۔ اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ص ۱۲۷)

میں برطانیہ کا خیر خواہ ہوں:

پھر مزید یہ لکھا:

''میرے اس دعویٰ پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں، دو ایسے شواہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو، تب بھی وہ دروغ گو ثابت ہوگا۔ (اول) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر

اپنی تعلیمات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

دوسری یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں، جن میں برابر یہی مضمون اور یہی تاکید ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

پھر ۲۷ر فروری ۱۸۹۵ء کو بھی اسی مضمون کا اشتہار ''قابل توجہ گورنمنٹ'' شائع کیا۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۱۳۲۔۱۳۳)

پھر ۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء ایک ''دردناک فریاد کی درخواست'' انگریزی حکومت کو پیش کی جس میں اسی مضمون کو دہرایا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۱۷۰)

پھر ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء کو ایک اشتہار میں کہا کہ ''اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں۔ اور اس بات کا فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گزاری کی جائے اور اس کی خدمت گزاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں''۔

پھر لکھا کہ ''میں تو اس عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۱۷۹۔۱۸۰)

انگریزی حکومت کے لیے دعا:

پھر ایک اور درخواست میں لکھا جس کا عنوان ہے ''عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی''۔ اس میں پہلے تو اپنے خاندان کی خدمات کا تعارف کرایا۔ پھر اپنی سترہ برس کی خدمات بتائیں پھر لکھا کہ ''خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکلیف پہنچائے حالانکہ تو اس کو عملداری میں رہتا ہے۔ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ میرا اس گورنمنٹ کی پرامن سلطنت اور ظل حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لیے میں دعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، [illegible] میں نہ روم میں نہ ایران میں نہ کابل میں، مگر اس

گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے"۔
(حاشیہ میں لکھا "غرض میں گورنمنٹ کے لیے بہ منزلہ حرز سلطنت ہوں")۔

(ملاحظہ ہو مجموعۂ اشتہارات جلد ۲، ص ۳۶۶۔۳۷۱)

اس مضمون کو مختلف کتابوں اور اشتہارات میں مرزا صاحب نے بار بار دہرا کر گورنمنٹ برطانیہ سے اپنی ہمدردی اور مسئلہ جہاد کی تنسیخ و تحریم کا اعلان کیا جو کہ برطانوی حکومت کو ولیم ہنٹر اور اس کے وفد کی سفارشات کی روشنی میں انگریزی حکومت میں مستحکم کرنے اور مسئلہ جہاد کی تنسیخ کے لیے تھا تاکہ پھر ۱۸۵۷ء کی طرح کی بغاوت کی آگ نہ بھڑک اٹھے۔

مرزا صاحب نہ صرف مسئلہ جہاد کو منسوخ اور حرام کرنے کی حد تک مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے بلکہ انگریزوں کے پکے جاسوس بھی تھے۔ چنانچہ اس جاسوسی کے لیے انھوں نے گورنمنٹ کو ان لوگوں کے نام اور پتے لکھ کر بھیجے جو انگریزوں کو کافر اور ہندوستان کو "دارالحرب" سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں مجموعۂ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۲۲ پر ایک درخواست بحضور نواب گورنر جنرل وائسرائے کشور بالقابہ بمراد منظوری تعطیل جمعہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"بعض حنفی فقہاء نے لکھا ہے کہ دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں ہے مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کو درخواست دی کہ مسلمانوں کے لیے ہفتہ وار چھٹی بجائے اتوار کے جمعہ کو رکھی جائے تاکہ جو لوگ اس دن جمعہ نہ پڑھیں ان کے بارے میں اس وجہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف اپنے دل میں اس حکومت کے بارے بدخواہی کے جذبات رکھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے وائسرائے کو لکھا:

جمعہ کی تعطیل کی اصل غرض:

"بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے اس ملک برٹش

انڈیا کو دارالحرب قرار دے کر اپنے خود تراشیدہ خیالات کی رو سے جمعہ کی فرضیت کے منکر ہیں کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دارالحرب ہے اور دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بد باطن کمال صفائی سے شناخت کیے جائیں گے کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر نہ ہوئے تو یہ بات کھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب ہی قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عبادت خاصہ کا ایک دن ہوگا بلکہ گورنمنٹ کے لیے بھی ایک سچے ''مخبر'' کا کام دے گا۔ یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور کون اس کی نفی کرتا ہے۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کو پرکھنے کے لیے ایک معیار ہے''۔

پھر صفحہ ۲۲۷ پر مرزا غلام احمد کے نام سے تجویز تعطیل جمعہ کے بارے میں یوں لکھا:

انگریز دشمن مسلمانوں کی جاسوسی:

''چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ کے منکر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں، لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا تاکہ اس میں ان ناحق شناسوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں''۔

اس خط کے آخر میں لکھا:

''لیکن ہم گورنمنٹ میں بہ ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز

کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے نام مرزا صاحب باقاعدگی سے مخبرانہ طور پر بھیجتے تھے) گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا ہے، جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون ہے جو ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں۔ (نیچے مرزا صاحب نے نقشہ کی نقل دی ہوئی ہے)۔ (مجموعۂ اشتہارات: جلد۲، ص ۲۲۷۔۲۲۸)

اس اقتباس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسیحیت نبوت کا دعویٰ صرف اور صرف انگریزوں کی حکومت کو عالم اسلام اور خصوصی طور پر ہندوستان میں مستحکم کرنے کے لیے تھا، اسی مقصد کے لیے انھوں نے مسئلہ جہاد کو حرام قرار دیا اور اسی مقصد کے لیے انھوں نے مختلف زبانوں میں اتنی تعداد میں کتابیں طبع کیں اور اسی مقصد کے لیے یہ جاسوسی کا سلسلہ انھوں نے شروع کیا۔ مندرجہ بالا خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب انگریزوں کے بلاشبہ جاسوس تھے۔ اور ان کی پوری جماعت اُن کی ہدایات پر انگریزوں کے لیے جاسوسی کا کام کرتی تھی۔ اسی جاسوسی کے جرم پر افغانستان کی حکومت نے دو مرزائیوں کو موت کی سزا دی، کیونکہ ان پر جاسوسی کا جرم ثابت ہو گیا تھا۔

انگریزوں کی وفاداری اور خوشامد کی وجوہات:

قادیانیوں نے یہ جاسوسی کیوں کی؟ یہ سوال بعض لوگوں کو کچھ پریشان کرتا ہے اصل بات یہ ہے کہ قادیانیت چونکہ انگریزوں کا ''خود کاشتہ پودا'' تھی اس وجہ سے انھوں نے آزاد مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان کو انگریزوں کا غلام بنوانے کے لیے ہر طرح کی خدمات انجام دیں تاکہ انگریزوں کی حکومت کو پورا پورا تحفظ ملے اور قادیانی اپنے عقیدہ اور نظریہ کے پرچار کے لیے ہر قسم کا مفاد حاصل کریں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں مرزا بشیر الدین نے کہا تھا:

''ہمارے آدمی کابل میں مارے گئے محض اس لیے کہ وہ جہاد کرنے کے مخالف تھے۔ اٹلی کے ایک انجینئر نے جو حکومت افغانستان کا مخالف تھا، یہ صاف لکھا ہے

کہ امیر حبیب اللہ خان نے صاحبزادہ عبداللطیف کو اس لیے مروایا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دے کر مسلمانوں کے شیرازے کو بکھیرتا تھا پس ہم نے اپنی جانیں اس لیے قربان کی ہیں کہ انگریزوں کی جانیں بچیں۔

(خطبۂ جمعہ مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل قادیان، ۱نومبر ۱۹۳۴ء)

اس وقت (بہ عہد امان اللہ خان) جو کابل نے گورنمنٹ انگریزی سے جنگ شروع کر دی ہے۔ احمدیوں کے لیے یہ فرض ہے کہ وہ گورنمنٹ کی خدمت کریں کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے، لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لیے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے قیمتی وجود مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لیے صداقت کے قیام کے لیے گورنمنٹ (انگریزی) کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ کارروائیوں کے لیے گورنمنٹ کی مدح کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے پس کوشش کرو تا کہ تمھارے ذریعے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی حضرت مسیح موعود نے اطلاع دی ہے۔

(خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء)

پنجاب کے گورنر ایڈورڈ میکلیگن کو ایک دفعہ قادیانی جماعت نے اپنے ایڈریس میں اپنی وفاداریوں اور وفا شعاریوں کا یقین دلاتے ہوئے کہا تھا:

ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مذہباً ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں ہم اپنے مذہبی نقطۂ خیال سے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو اپنا مذہبی پیشوا سمجھیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی (مرزا بشیر الدین محمود) ہیں۔ اور ہمارے سلطان اور بادشاہ حضور ملک معظم۔"

(قادیانی جماعت ایڈریس بخدمت ایڈورڈ میکلیگن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب)

(مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء)

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کی وفاداری کو قادیانیوں نے اپنا مذہبی عقیدہ قرار دیا جبکہ دوسرے تمام سرکار پرست عناصر کے لیے یہ اظہار وفاداری صرف ایک سیاسی پالیسی کی حیثیت رکھتا تھا۔

انگریزوں کی اسی حمایت کی وجہ سے قادیانیوں کو تحریک آزادی وطن بھی سخت ناپسند تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ انگریزی حکومت کی غلامی کے جوئے سے آزاد ہوں۔ لوگ بھی اس جماعت کو انگریزوں کے جاسوس اور انگریزی حکومت کے وفادار خیال کر کے ان سے ہر ممکن احتراز کرتے تھے۔ چنانچہ وائسرائے ہند، لارڈ ارون کو ایک ایڈریس میں قادیانی جماعت کے نمائندوں نے کہا:

''ہماری نسبت یہ شک کیا جاتا ہے کہ ہم گورنمنٹ سے ساز باز رکھتے ہیں اور اس کا یہ نتیجہ ہمیں ہندوستان میں بھی اور ہندوستان سے باہر بھی پہنچ رہا ہے اور ہمارے آدمی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بعض دوسری گورنمنٹوں کے تحت بھی اس شبہ کی وجہ سے اذیتیں پا رہے ہیں لیکن چونکہ یہ اصول کا سوال ہے اس لیے ہم ان اذیتوں کو بہادری سے برداشت کر رہے ہیں۔ سلسلۂ احمدیہ کی غیر متزلزل وفاداری کے غیر معمولی کارناموں نے حکام حکومت برطانیہ کو اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ سلسلہ ہماری وفاداری کا ایک بے نظیر نمونہ ہے۔

(قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت لارڈ ارون مندرجہ اخبار الفضل ۸ مارچ ۱۹۲۷ء)

اس بات کا بھی خیال ہے کہ حضور سیکرٹری آف سٹیٹ کے ہندوستان میں تشریف لانے پر اس بات کو پیش کیا جاوے کہ احمدیہ جماعت اور گورنمنٹ برطانیہ کے مفاد ایک دوسرے سے ملحق ہیں اور ہوم رول کے متعلق تحریک کرنے والے اور ان کے ساتھی سب احمدیہ جماعت کے جہاد اور سلطان ترکی کی خلافت کے انکار کے باعث دشمن ہو گئے ہیں لہٰذا جماعت احمدیہ کی وفاداری کا خیال رکھتے ہوئے قبل اس کے کہ سیلف گورنمنٹ کے متعلق کوئی کاروائی کی جائے جماعت احمدیہ کی حفاظت کے مناسب انتظام فرمایا جاوے۔'' (اخبار الفضل قادیان، ۲۵ ستمبر ۱۹۱۷ء)

''اس کے بعد ہر موقع پر جب کانگرس نے شورش کی، ہم نے حکومت کی مدد کی گذشتہ دنوں گاندھی موومنٹ کے موقع پر ہم نے پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے ٹریکٹ اور اشتہار شائع کیے اور ہم ریکارڈ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ سینکڑوں تقریریں اس تحریک کے خلاف ہمارے آدمیوں نے کیں۔ اعلیٰ مشورے ہم نے دیے جنہیں اعلیٰ حکام

نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔"

(خطبہ مرزا بشیر الدین خلیفۂ قادیان، اخبار الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء)

"ہماری جماعت وہ جماعت ہے جسے شروع سے ہی لوگ کہتے چلے آئے کہ یہ خوشامدی اور گورنمنٹ کی پٹھو ہے۔ بعض لوگ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے جاسوس ہیں۔ پنجابی محاورہ کے مطابق جھولی چک اور نئے زمینداری محاورہ کے مطابق ہمیں ٹوڈی کہا جاتا ہے۔ ہم نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی۔ ہم ہمیشہ یہ فخر کرتے رہے کہ ہم ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا ہیں۔ کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جو میرے نام یا میری جماعت کے سیکرٹریوں یا افراد جماعت کے نام ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی۔ اس طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہوں گے۔ ان لوگوں کے تمغے جنھوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کے لیے فدا کیں (گویا اسلام کے لیے جہاد میں جان فدا کرنا حرام اور انگریزوں کے لیے جان فدا کرنا عین عبادت اور ثواب۔ ناقل) یہ اتنے ٹوکرے ہیں کہ افسر کے وزن سے بھی ان کا وزن زیادہ ہے۔"

(خطبہ مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل، قادیان، ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء)

"ہم نے پچاس سال سے دنیا میں امن قائم کر رکھا ہے۔ ہم نے لاکھوں روپیہ گورنمنٹ کی بہبودی کے لیے قربان کیا ہے۔ ہمارے پاس وہ کاغذات موجود ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہمارے خاندان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ہم نے کانگرس کا مقابلہ کیا۔ ہم نے احرار موومنٹ کا مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ جانیں قربان کیں۔ جنگ کے موقع پر اپنی جماعت کے بہترین آدمی پیش کیے۔ سر ایڈوائر (جلیانوالہ باغ کے واقعے کا محرک) لارڈ چیمسفورڈ، لارڈ ارون، سر میلکم ہیلی، سر جیفرے، ڈی مانٹ مورنسی اور دوسرے اعلیٰ حکام کی تحریریں جن میں سے بعض ان کی دستخطی ہیں اور بعض ان کے نائبین کی ہیں، میرے پاس موجود ہیں جن میں وہ ہماری جماعت کی وفاداری اور انتہائی قربانی کا ذکر کرتے ہیں۔" (خطبہ مرزا بشیر الدین مندرجہ الفضل، قادیان، ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

"ہم حکومت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپے

ماہوار تنخواہ پانے والے ملازم بھی کیا کریں گے۔''

(ارشاد مرزا بشیر الدین مندرجہ الفضل یکم اپریل ۱۹۳۰ء)

''زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جناب خلیفہ قادیان کانگرس کے اشد ترین مخالف تھے قادیانی حضرات نے کانگرس کے مقابلہ میں حکومت کی امداد کی اور کار خاص (جاسوسی) کی خدمات انجام دیں۔'' (اخبار پیغام صلح، لاہوری قادیانی ۳ جون ۱۹۳۶ء)

''پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ علیحدگی میں آپ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔

ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگرس کے سیکرٹری ہیں ایک دفعہ قادیان آئے اور انھوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لال نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انھوں نے اسٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا کہ اگر انگریزی حکومت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے جماعت احمدیہ کو کمزور کیا جائے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ایجنٹ ہے۔''

(خطبہ میاں بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل، قادیان، ۱۷ اگست ۱۹۳۵ء)

قادیانیوں کو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ دنیا بھر میں انگریزوں کے ایجنٹ سمجھے جاتے ہیں ''ایسی حالت میں جب لوگوں پر یہ اثر تھا کہ احمدی انگریزی قوم کے ایجنٹ ہیں، تو تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہماری باتیں سننے کے لیے تیار نہ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ گویہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں مگر دراصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں''۔

(خطبہ مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل، قادیان، ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء)

''دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیت کی عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم اس جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے''۔ (خطبہ مرزا بشیر الدین مندرجہ الفضل قادیان یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

مسلم لیگ کی مخالفت:

قادیانیوں نے نہ صرف کانگرس کی مخالفت کی بلکہ مسلم لیگ کی بھی سخت مخالف کی چنانچہ ایک دفعہ مرزا بشیر الدین نے کہا: ''ہمیں یاد ہے کہ مسلمان کے مصلح حقیقی اور دنیا کے سچے ہادی حضرت مسیح موعود و مہدی آخرالزمان کے حضور جب مسلم لیگ کا ذکر آیا تو حضور (مرزا صاحب) نے اس کی نسبت ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تھی پس کیا کوئی ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ ناپسند فرمائے مسلمانوں کے حق میں سازگار اور بابرکت ہوسکتا ہے؟ ہرگز بھی نہیں۔ اگر مسلمانوں کو اپنے حقیقی نفع وضرر کی کچھ فکر ہے تو ایسے فضول مشاغل سے باز رہیں جن کے نتائج نہ ان کو دنیا کا فائدہ دے سکتے ہیں نہ دین کا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کئی سال سے یہ نیشنل کانگرس کی نقل ہوتی ہے اس سے مسلمانوں نے کیا کچھ حاصل کیا۔'' (اخبار الفضل قادیان، ۸ جنوری ۱۹۱۶ء)

قادیانی ساری زندگی تو مسلم لیگ کی مخالفت کرتے رہے لیکن جب یقین ہوگیا کہ انگریز جانے والا ہے تو آخر وقت تک وہ اس بات کے خواہش مند رہے کہ پاکستان نہ بنے اور ہندوستان اکھنڈ رہے۔ ہندوستان کا تقسیم ہونا ان کو آخر وقت تک ناگوار رہا اور اگر اس پر وہ راضی ہوئے بھی تو اس امید پر کہ یہ ایک عارضی تقسیم ہے اور پھر یہ دونوں ملک ایک ہو کر اکھنڈ ہندوستان ہو جائے گا۔ چنانچہ قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین نے اپنی جماعت کو ہدایت کی:

''ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بیشک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں۔ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔

(اخبار الفضل قادیان، ۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

کچھ دنوں کے بعد مرزا بشیر الدین نے یہ بیان دیا:

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن اگر قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے۔ بسا اوقات عضو ماؤف کو ڈاکٹر کاٹ دینے کا مشورہ دیتے ہیں، لیکن یہ خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری اور معذوری کے عالم میں۔ اور صرف اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس عضو ماؤف کی جگہ دوسرا عضو لگ سکتا ہے تو جاہل اس کے لیے کوشش نہ کرے گا۔ اس طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضا مند ہوئے ہیں تو وہ خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں کیونکہ جس ملک میں ہم لوگ رہتے ہیں اس ملک کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "حب الوطن من الایمان" یعنی وطن سے محبت کرنا اور اس کی فلاح و بہبود میں کوشاں رہنا صرف دنیوی چیز ہی نہیں بلکہ دین کا بھی حصہ ہے۔" (اخبار الفضل قادیان، ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء)

قادیانیوں کا مکہ و مدینہ .... "قادیان":

قصبہ قادیان جو اس وقت ہندوستان میں ہے قادیانیوں کا مدینہ ہے جس کی قیمت ان کے لیے دنیا کی ہر شے سے زیادہ ہے اور یہ صرف تقسیم ہی ان کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب نہیں بلکہ اس بات کا سبب بھی ہے کہ وہ اس کی خاطر پاکستان کو ختم کر دیں۔ چنانچہ قادیانی آرگن الفضل نے لکھا ہے:

"قادیان کیا ہے؟ وہ خدا کے جلال اور اس کی قدرت کا چمکتا ہوا نشان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ کے مطابق "خدا کے رسول کی تخت گاہ ہے۔" (اخبار الفضل قادیان، ۱۲ دسمبر ۱۹۳۹ء)

مکہ کی طرح اس کے شرف کو بھی قائم کرنے کے لیے ایک ایسے مکین کو منتخب کیا کہ جس کے نام سے دنیا واقف تھی۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں، اس کا پاک وجود ہے۔" (اخبار الفضل قادیان ۱۷ دسمبر ۱۹۲۴ء)

''میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔
(ارشاد خلیفۂ قادیان مندرجہ الفضل قادیان، ۳؍جنوری ۱۹۲۵ء)

''خدا، ابراہیم کا خدا، یعقوب کا خدا، عیسیٰ کا خدا، محمد کا خدا، میرے مرزا کے خدا نے اس مقام کو برکت دی۔ برکت ہی نہیں دی بلکہ ہمیشہ کے لیے اسے دارالامان ٹھہرایا۔ اسے بیت المقدس کا قائم مقام بنایا''۔ (الفضل قادیان ۲۴؍دسمبر ۱۹۱۴ء)

عرب نازاں ہے گر ارض حرم پر
تو ارض قادیان فخر عجم ہے

(الفضل قادیان، ۲۵؍دسمبر ۱۹۲۲ء)

''پس قادیان اور باہر کی اینٹوں میں فرق ہے۔ اس مقام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اسے عزت دیتا ہوں جس طرح بیت الحرام، بیت المقدس یا مدینہ اور مکہ کو برکت دی ہے۔ اور اب اگر ہماری غفلت کی وجہ سے اس کے تقدس میں فرق آئے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ اس لیے کہ یہاں کی اینٹیں بھی انسانی جانوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اور یہاں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے اگر ہزاروں احمدیوں کی جانیں بھی چلی جائیں تو پھر ان کی اتنی حیثیت بھی نہ ہوگی جتنی ایک کروڑ پتی کے لیے ایک پیسے کی ہوتی ہے۔ پس قادیان اور قادیان کے وقار کی حفاظت زیادہ سے زیادہ ذرائع سے کرنا ہمارا فرض ہے''۔ (الفضل قادیان، ۱۳؍نومبر ۱۹۳۲ء)

جب قادیانیوں کے نزدیک قادیان کا یہ درجہ اور مرتبہ ہے اور اب وہ بھارت کا ایک شہر ہے تو اس قسم کا اعتقاد رکھنے کے بعد یہ حضرات بھارت کے مقابلے میں پاکستان کے کیسے ہمدرد اور بہی خواہ ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اگر سیاست کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو پاکستان کے ہر بحران میں ان لوگوں کا ہاتھ نظر آئے گا۔ چنانچہ ایک موقع پر مرزا بشیر الدین خلیفہ ثانی نے کہا تھا:

''جب تک قادیان ہم سے کٹا رہے گا، وہاں کے اخراجات کے بوجھ کو بھی ہمیں نے اٹھانا ہے۔ پھر ایسی تدابیر اختیار کرنے کے لیے جن سے قادیان ہمیں واپس مل

جائے، بہت بڑے اخراجات کی ضرورت ہے"۔ (الفضل، یکم جنوری ۱۹۵۰ء)

"جب قادیان ہمیں ملے گا،" "تو ہم مکانوں کی پروا نہیں کریں گے۔ ہم ربوہ کے مکانوں کو چھوڑ دیں گے اور وہاں دوڑ کر پہنچیں گے۔"

(خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین، الفضل، ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

ایک اور موقعہ پر مرزا بشیر الدین نے کہا:

"ہم اپنے آنسوؤں کو روکیں گے یہاں تک کہ ہم قادیان کو واپس لے لیں۔ چاہے صلح کے ساتھ ہمیں قادیان ملے، چاہے جنگ کے ساتھ ہمیں قادیان واپس ملے۔ بہر حال ہم نے اس واپس لینا ہے"۔ (الفضل ۵؍ جون ۱۹۴۹ء)

قادیان کی اسی محبت کی وجہ سے ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر شنکر نے قادیانیوں کی حمایت میں مضمون لکھا تھا جس میں کہا تھا:

"سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ کبھی ان کے ساتھ سودے معاہدے اور پیکٹ کیے جاتے ہیں۔ کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاسیات کا جزو بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے، مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں۔ اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔ اس تاریکی میں اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے، اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان احمدیوں کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور اس طرح محبّ ہندو اور قوم پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں احمدیہ تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام، کرشن، وید گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے، اس طرح جب کوئی

مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد (ﷺ) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی، وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے اور مکہ مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔

''کوئی بھی احمدی چاہے عرب، ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی شکتی کے لیے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے۔ قادیان کی سرزمین اس کے لیے بنیہ بھومی (نجات کی زمین) ہے اور اس میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے اور احمدی کے دل میں ہندوستان کے لیے پریم ہوگا، کیونکہ قادیان ہندوستان ہے۔ مرزا صاحب بھی ہندوستانی تھے اور اب جتنے خلیفے اس فرقہ کی رہبری کر رہے ہیں، وہ سب ہندوستانی ہیں''۔ (اخبار بندے ماترم ۲۲/اپریل ۱۹۳۲ء)

اخبار بندے ماترم کے اس اقتباس میں قادیانی عقیدے کا صحیح تجزیہ کیا گیا ہے اور حقیقت بھی یہ کہ پاکستان یا دنیا کے دوسرے ممالک میں جو قادیانی رہتے ہیں ان کو جو محبت اور وفاداری ہندوستان سے ہے وہ کسی اور ملک کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔ اسی وجہ سے مرزا محمود اور دوسرے قادیانی اکھنڈ ہندوستان کے حامی تھے، حامی ہیں اور حامی ہوں گے۔ اور یہ جو اس اخبار نے لکھا ہے کہ ''جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد (ﷺ) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے''۔ یہ بھی بالکل صحیح ہے کیونکہ ایک تو وہ مرزا صاحب کو سب سے آخری نبی ماننے لگتا ہے اور آخری نبی سب سے افضل ہوتا ہے اور دوسرے قادیانیوں کی تعلیم یہ ہے کہ:

''ہم کل مسلمانوں کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً نصیحت کرتے ہیں کہ انہیں اس حملے پر جو آنحضرت پر کیا گیا ہے، برافروختہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جس نبی کے ماننے والے ہیں وہ خدا کا پیارا ہے اور جو شخص اس پر حملہ کرتا ہے وہ ہمارے جواب کا محتاج نہیں''۔ (اخبار الفضل قادیان، ۳/نومبر ۱۹۱۴ء)

سرکار دوعالم ﷺ کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے:

''سب سے پہلی اور مقدم چیز جس کے لیے ہر احمدی اپنے خون کا آخری قطرہ

تک بہا دینے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے، وہ حضرت مسیح موعود اور سلسلہ کی ہتک ہے۔''

(تقریر مرزا محمود خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۲۰/اگست ۱۹۳۵)

انگریزوں کا اصلی چہرہ، تصویر کا دوسرا رخ:

جس انگریزی حکومت کی مرزا صاحب مدح وستائش کر رہے ہیں اور جس کی حکومت کے قیام کے لیے ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے بھی ۶۴ گھوڑے اور ۶۴ سوار مہیا کیے تھے اور ملت اسلامیہ سے غداری کر کے اس بدیشی اور ظالم حکومت کو ہندوستان میں قائم کرنے کے لیے اپنی طاقت سے بڑھ کر اس کی مدد کی اس انگریزی حکومت کا اصل چہرہ کیا تھا؟ اس حکومت نے ہندوستان سے باہر اسلامی حکومت پر جو ظلم ڈھائے اس کی داستان بڑی طویل بھی ہے اور دردناک بھی لیکن ہندوستان میں اس نے مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کے بارے میں اجمالی طور پر کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۶۰۸ء میں انگریزوں نے سورت کی بندرگاہ پر قدم رکھا۔ یہاں انھوں نے ایک تجارتی ادارہ بنالیا اور مغل شہنشاہ سے تجارتی حقوق حاصل کر لیے اور اپنی حفاظت کے لیے کچھ فوج بھی رکھ لی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے جوڑ توڑ کر کے ہر طرف فتنہ و سازش کا ایک جال پھیلا دیا۔

۱۶۸۱ء میں انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف اعلان جنگ کر دیا لیکن شکست فاش کھائی اور تمام تجارتی حقوق سے محروم ہو گئے لیکن پھر خوشامد و چاپلوسی وغیرہ سے دوبارہ تجارتی حقوق حاصل کر لیے اور اندر ہی اندر اپنی فوجی طاقت کو بڑھانا شروع کر دیا۔ اب انھوں نے اپنی توجہ شہنشاہ سے ہٹا کر راجوں اور نوابوں کی طرف منعطف کر لی۔ چنانچہ کلکتہ میں نواب سراج الدولہ کے خلاف فتنہ اٹھایا اور کلکتہ کو آگ لگا کر ہزارہا انسانوں کو زندہ جلا دیا اور ہزارہا کو مفلس وقلاش بنا دیا کیونکہ ان کی ساری پونجی نذر آتش ہو گئی تھی۔ آگ لگانے سے انگریزوں کا مقصد لوگوں کی اقتصادی قوت کو ختم کرنا تھا۔ سراج الدولہ کا ایک نہایت قریبی شخص امی چند تھا۔ یہ شخص انگریزوں کا وفادار اور سراج الدولہ کا

غدار تھا لیکن اس جنگ میں وہ بھی زندہ نہ بچ سکا۔ انگریزی فوجی اس کے گھر میں بھی داخل ہو گئے اور اس کی عورتوں کی عصمت دری کی غیرت میں آ کر گھر کے محافظ نے گھر کو آگ لگا دی اور تمام عورتوں کو اپنے سمیت زندہ جلا دیا۔ اس جنگ میں سراج الدولہ نے انگریزوں کو شکست فاش دی لیکن اسلامی رواداری کے جذبہ کے تحت انہیں پھر معاف کر دیا۔ انگریزوں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھایا۔ اپنی جنگی قوت کو مجتمع کیا اور ۴/جنوری ۱۷۵۷ء کو اچانک سراج الدولہ پر حملہ کر دیا۔ سراج الدولہ شکست کھا کر بھاگ گیا اور انگریزوں نے اس غدار وزیر میر جعفر کو سوا دو لاکھ پونڈ رشوت لے کر بنگال کے تخت پر بٹھا دیا۔

تین سال کے بعد ایک اور امیدوار میر قاسم نے بنگال کے تخت کی قیمت ۲۵ لاکھ روپیہ پیش کی جسے انگریزوں نے منظور کر کے میر جعفر کے بجائے میر قاسم کو بنگال کی گدی پر بٹھا دیا اور اس سے تین اضلاع اپنے قبضے میں لے لیے علاوہ ازیں بیس لاکھ روپیہ مزید طلب کیا میر قاسم کے پاس رقم نہ تھی لہٰذا اس نے رعایا پر بھاری ٹیکس عائد کئے بیگمات کے زیور تک فروخت کر دیا لیکن رقم پھر بھی پوری نہ ہو سکی۔ انگریزوں نے جب یہ دیکھا تو ان کے تیور بدل گئے اور انھوں نے میر جعفر سے ۷۵ لاکھ روپے لے کر دوبارہ اسے بنگال کا نواب بنا دیا۔ میر جعفر جلد ہی فوت ہو گیا انگریزوں نے اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے نجم الدولہ کو ۳۵ لاکھ روپے کے عوض بنگال کا حاکم بنا دیا۔ مختصر یہ کہ ۹ سال کے قلیل عرصہ کمپنی نے جوڑ توڑ سے ۳۰ کروڑ روپے سے زیادہ روپیہ اکٹھا کیا۔

۱۵/ستمبر ۱۷۶۴ء میں شاہ اودھ شجاع الدولہ پر بلاوجہ حملہ کر کے انگریزوں نے بڑی خون ریزی سے کام لیا اس خونریزی سے شاہ اودھ بہت خوفزدہ ہو گیا۔

۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز نے الہ آباد پر حملہ کر دیا۔ مغل فوج کو شکست ہوئی لیکن وارن ہیسٹنگز نے بعد میں ۲۶ لاکھ روپیہ لے کر الہ آباد شاہ اودھ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

روہیل کھنڈ کے ساٹھ لاکھ بہادر اور غیور روہیلے انگریزوں کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے، لہٰذا وارن ہیسٹنگز نے اس بہادر قوم پر اچانک حملہ کر دیا اور ان کی بستیوں کو نذر آتش کیا۔ عورتوں کی عصمت کو دل کھول کر لوٹا اس واقعے کے بارے میں انگریز دانشور لارڈ

میکالے نے لکھا ہے:

''ایک لاکھ روہیلہ وطن چھوڑ کر خانہ بدوش بن گیا اور بے وطنی کی حالت میں ان لوگوں نے بعض اوقات اپنی عورتوں کی عصمت بیچ کر ایک وقت کی روٹی حاصل کی ان کے بچے ذبح کر دیے گئے اور دیہات کو آگ لگا دی گئی۔

(کمپنی کی حکومت، باری ص۱۱۴)

لطف کی بات یہ ہے کہ اس حملے کا خرچ ۴۰ لاکھ روپیہ نواب اودھ سے زبردستی وصول کیا۔

۱۷۷۶ء میں انگریزوں نے مرہٹوں پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ ایک معاہدے پر ختم ہوئی لیکن اس معاہدہ کی جلد ہی انگریزوں کو دھجیاں بکھیر دیں اور دوبارہ حملہ کر کے بہت کچھ کما لیا۔

۱۷۶۹ء میں انگریزوں نے میسور پر حملہ کر دیا۔ یہاں کا حکمران سلطان ٹیپو کا باپ حیدر علی تھا۔ وہ بہت بہادر انسان تھا۔ اس نے ڈٹ کر انگریزوں کا مقابلہ کیا اور نتیجے میں انگریزوں کو شکست فاش ہوئی اور انگریزوں نے ایک معاہدہ کر کے صلح کر لی لیکن انگریز جیسی بدعہد قوم کسی معاہدہ کا کب لحاظ کر سکتی تھی لہٰذا جلد ہی معاہدہ ٹوٹ گیا بلکہ مرہٹوں سے میسور پر حملہ کروا دیا۔

بنارس کا راجہ چیت سنگھ ہر سال ۲۲ لاکھ روپیہ بطور خراج کمپنی کو ادا کرتا تھا کیوں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہمیں نہیں ملا۔ ۱۷۷۸ء میں وارن ہیسٹنگز نے مزید پانچ لاکھ کی رقم طلب کی۔ دوسرے سال پھر اتنی مزید رقم کا مطالبہ کیا پھر کچھ دنوں بعد راجہ چیت سنگھ سے دو ہزار سپاہی کسی علاقے پر چڑھائی کے لیے بطور مدد مانگ لیے چیت سنگھ صرف ایک ہزار سپاہی مہیا کر سکا اس گستاخی پر انگریز کی گوری چتون پر بل پڑ گئے۔ اور فوراً راجہ کو ۵۰ لاکھ روپے کا جرمانہ کر دیا اور اس رقم کی وصولی کے لیے فوج بھی بھیج دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ چیت سنگھ حکومت چھوڑ کر بھاگ گیا۔ انگریزوں نے اس کے ایک خوردسال بھتیجے کا ۴۰ لاکھ روپیہ لے کر بنارس کی گدی پر بٹھا دیا۔

۱۷۷۵ء میں شاید کمپنی کو کسی سودے میں خسارہ ہوا اسے پورا کرنے کے لیے

اودھ کے نواب سے انگریزوں نے ۷۵ لاکھ روپے کا مطالبہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ رقم وصول کرنے کے لیے فوج بھی بھیج دی۔ فوج نے حرم میں داخل ہو کر بیگمات کے زیورات نہایت وحشیانہ طریقے سے نوچے۔ یہ ایک نہایت لرزہ خیز اور زہرہ گداز داستان ہے۔

گورنر جنرل لارڈ کارنوالس (۱۷۸۶ء۔۱۷۹۳ء) نے چپکے سے میسور پر حملہ کر دیا اور بنگلور کا شاندار علاقہ ہتھیا لیا۔ آخر نواب اور کمپنی میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے آدھی ریاست انگریزوں کو چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں نے اس جرم کی پاداش میں کہ انگریزوں کا مقابلہ کیوں کیا، تین کروڑ تیس ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ لے لیا۔

بچے کھچے روہیلے پھر جمع ہوئے لیکن سر جان شور نے ان پر حملہ کر کے انہیں دوبارہ تاخت وتاراج کر دیا اور بقدر ظرف خون ریزی کی یہ واقعہ ۱۷۹۴ء میں پیش آیا۔

سلطان فتح علی خان ٹیپو کی بہادرانہ داستانیں پورے ہندوستان میں زبان زد عام تھیں۔ یہ واحد فرمانروا تھا جو انگریز کی مکاریوں اور چالاکیوں سے واقف اور ان کے دام سے گریزاں تھا۔ جب ۱۷۹۸ء میں لارڈ ویلزلی ہندوستان کا گورنر جنرل بن کر آیا تو اس نے آتے ہی سلطان ٹیپو کے استیصال کے لیے زبردست جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ ایک روز اچانک اس پر حملہ کر دیا گیا ٹیپو نہایت بہادری اور بے جگری سے لڑا لیکن کہاں تک، آخر شہید ہو گیا۔ انگریز نے ریاست کے کچھ اضلاع نظام پر فروخت کر ڈالے اور بندرگاہیں خود سنبھال لیں۔

۱۳/مئی ۱۷۹۹ء کو لارڈ ویلزلی نے کرناٹک کے نواب کو اس کے جرائم سے آگاہ کیا اور پھر اس کی ریاست پر قبضہ کر لیا

۷/اگست ۱۸۰۳ء کو قلعہ احمد نگر اور ۲۹ اگست کو علی گڑھ پر قبضہ کر لیا ۲۲/دسمبر ۱۸۰۳ء کو انگریزی افواج دہلی میں داخل ہو گئیں۔

یکم اگست ۱۸۲۳ء کو برما کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ۱۵/مارچ ۱۸۲۴ء کو رنگون پر قبضہ کر لیا۔ برما پر لشکر کشی کے لیے ایک ہندوستانی کمپنی کو برما جانے کا حکم دیا۔ اس نے کچھ مذہبی رکاوٹ کا ذکر کیا۔ صاحب بہادر کے ماتھے پر شکن پڑ گئے اور پوری کمپنی کو

گولیوں سے اڑا دیا۔

اس تمام عرصہ میں انگریزوں نے سکھوں کے ساتھ اپنے تعلقات اچھے رکھے کبھی کبھی وہ سکھوں کی مدح اور تعریف بھی کر دیتے، لیکن جب انگریز دربار دہلی اور دوسری تمام ریاستوں کے معاملات نپٹنا چکے تو وہ اب سکھوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۸۰۸ء میں سکھوں پر انگریزوں نے پہلا حملہ کیا تھا، لیکن پھر بعد میں جلد ہی صلح کر لی۔ اب انگریز ہر طرف سے فارغ تھے اب ان کی پوری توجہ سکھوں کی طرف تھی۔ نیز پنجاب کی سرزمین ان کے لیے سونا کی چڑیا تھی، لہٰذا ۱۸۵۳ء میں انھوں نے پورے پنجاب پر قبضہ کر لیا اور جان لارنس کو پنجاب کا پہلا گورنر مقرر کیا۔

انگریز ہندوستان پر قابض تو ہو گئے، لیکن افغانستان ان کی نگاہ میں بہت کھٹکتا تھا۔ انہیں خطرہ تھا کہ پھر کوئی غزنوی، غوری یا ابدالی ان کو ہساروں سے نہ اُٹھ کھڑا ہو، چنانچہ انھوں نے انیسویں صدی کے شروع میں سر میلکم کو ایران کا سفیر بنا کر بھیجا اور اندرون خانہ اسے یہ ہدایات دیں کہ ایران وافغانستان کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی جائے۔ سر میلکم کی یہ کوشش تو بارآور نہ ہوئی، لیکن افغانستان کے شاہی خاندان میں رقابت کی آگ بھڑکانے میں وہ کامیاب ہو گیا جس کی وجہ سے افغانستان میں انتشار کی لہر پیدا ہو گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۸۳۷ء میں انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کر کے اپنے ایک پٹھو اور کاسہ لیس معزول شجاع کو تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ اس حملے میں بھی انگریزوں نے کابل کے بازار جلائے، نہتوں پر تلوار اور گولیاں چلائیں اور سب سے بڑھ کر حرم شاہی کی آبروریزی کی اس پر غیور افغانیوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی چنانچہ انھوں نے موقع پا کر انگریزی سپہ سالار مسٹر میکنائن اور سولہ ہزار گورہ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۸۴۲ء میں انگریز پھر کابل پر چڑھ دوڑے اور اس کو تاخت وتاراج کیا۔ بازاروں کو پھر آگ لگائی اور اس مہم کا سارا خرچ نوابانِ سندھ سے زبردستی وصول کیا۔

۱۸۴۱ء میں انگریزوں نے سندھ کی طرف توجہ کی اور متعدد حملوں میں اس صوبے کو بھی زیر نگین کر لیا حرم شاہی میں گھس کر بیگمات کے نہ صرف زیور نوچے بلکہ انہیں برہنہ کر کے بہت رسوا اور ذلیل بھی کیا۔

انگریزوں نے ہندوستان میں تجارت بھی نہایت غلط طریقے سے کی اور اندرون خانہ جوڑتوڑ سے یہاں کے شاہی خاندانوں کو ذلیل ورسوا بھی کیا اور آخر کار ان سے حکومت بھی چھین لی۔ سید طفیل احمد منگلوری نے اپنی مشہور کتاب ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' میں لکھا ہے کہ شروع شروع میں انگریز ہندوستانیوں کے بچے چرا کر ادھر ادھر فروخت کر دیتے تھے۔ صرف ایک انگریز نے دو ہزار بچے بیچے۔

انگریزوں نے حکومت چونکہ مسلمانوں سے چھینی تھی لہٰذا انھوں نے ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو زیادہ ذلیل کیا۔ ان کے اوقاف ضبط کیے ان کے قاضیوں کو برطرف کیا، ان کے مذہبی فرائض پورے کرنے کے ذرائع چھین لیے۔ ہر ضلع میں کسی نہ کسی شہزادہ کی اولاد بے بام محلات اور پر از خار تالابوں میں خون جگر پیتی نظر آتی۔ وہ ٹپکتے ہوئے مکانوں میں اور اداس زندگیاں بسر کر رہے تھے اور روز بروز تباہ کن گڑھوں میں گرتے چلے جا رہے تھے۔ ۱۸۶۳ء کے بندوبست دوامی میں مسلمانوں سے زمینیں چھین کر دے دی گئیں اور اس طرح لاکھوں خاندانوں کو حصول رزق کے ذرائع سے محروم کر دیا سرکاری ملازمتوں سے مسلمانوں کو محروم کر دیا گیا۔ بنگال کے ایک انگریز دانشور ولیم ہنٹر نے ایک کتاب لکھی ہے Our Indian Musalmans۔ اس کے صفحہ ۲۴۳ پر اس نے ایک جدول دی ہے جس میں مسلمانوں کا سرکاری ملازمتوں کا تناسب دیا ہے جس میں حکومت کے محکموں میں جہاں ۱۲۶۰ء غیر مسلم تھے اس کے مقابلہ میں مسلمان صرف ۶۹ تھے۔ اس کا یہ سبب نہیں تھا کہ مسلمان غیر تعلیم یافتہ تھے بلکہ انگریز جان بوجھ کر مسلمانوں کو حکومت کے امور اور ملازمتوں سے الگ رکھنا چاہتا تھا۔

پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر ظلم کے جو پہاڑ توڑے گئے اور علماء کا جس قدر قتل عام کیا گیا اور بعضوں کو ملک بدر اور کالے پانی کی سزائیں دی گئیں، اس کو تحریر میں لانے سے خود قلم کا سینہ شق ہو جاتا ہے اور تہذیب حیاء سے منہ چھپا لیتی ہے۔ اندرون خانہ مرزا صاحب کو بھی انگریزوں کی ان سب خرابیوں کا علم ہے لیکن وہ اسے عیسائیوں کے سر مڑھتے ہیں حالانکہ سب سے بڑے عیسائی تو اس وقت خود انگریز تھے، اور ہندوستانی جو کچھ شوخیاں اور خرابیاں کر رہے تھے وہ انہی کی وجہ سے کر

رہے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے انگریزوں کی ان خرابیوں کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

''اور جس قدر اسلام کو ان لوگوں (عیسائیوں) کے ہاتھ سے ضرر پہنچا ہے اور جس قدر انھوں نے انصاف اور سچائی کا خون کیا ہے، ان تمام خرابیوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے''۔ (ازالۂ اوہام ص ۴۹۱)

اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۱ پر انگریز کو دجال کہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''دجال میں دینی عقل نہیں ہوگی اور دنیا کی عقل اس میں تیز ہوگی اور ایسی حکمتیں (ریل، موٹر، طیارہ اور ریڈیو وغیرہ) ایجاد کرے گا اور ایسے عجیب کام دکھائے گا کہ گویا خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے''۔ (ص ۵۰۱)

مرزا صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں انگریز کو دجال ثابت کیا ہے اور اس کا گدھا ریل کو بتایا اور پھر یہ لکھا کہ ''گروہ دجال شر الناس ہے''۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۴)

اب اس انگریز کی اطاعت کا وہ اپنی کتابوں میں حکم دے رہے ہیں اور اپنی بعثت کا مقصد ہی وہ انگریزوں کی اطاعت کروانا بتا رہے ہیں اور اسی کی خیر خواہی کے لیے اور اسی کی حکومت کے قیام کے لیے وہ اسلام کے ابدی مسئلہ جہاد کو منسوخ اور حرام قرار دے رہے ہیں۔ گویا وہ لوگوں کو دجال کی اطاعت کروانے کے لیے آئے تھے:

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

یہ تھی مختصر تاریخ انگریزوں کے ظلم و استبداد کی، جس کو نہایت اجمال کے ساتھ ہم نے بیان کیا ہے۔ گویا کہ یہ ایک فتنۂ عظیمہ تھا جس کے استقبال کے لیے ''مسیح موعود'' مبعوث ہوئے۔ حالانکہ بقول مرزا صاحب:

مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے شرمی اور خرکوں کی بے حیائی اور نجاست خوری ہے، ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کرے گا۔''

(ازالۂ اوہام جلد اول ص ۳۴ حاشیہ طبع دوم)

ایک اور کتاب میں لکھا کہ:

''مسیح کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجال اکبر ہے''۔ (انجام آتھم ص ۴۷)

اس دجال اکبر کو جو کائنات کا سب سے بڑا فتنہ ہے اور جس نے گذشتہ ڈیڑھ سو برس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی لوٹ مار، قتل و غارت، دھوکہ وفریب اور بے حیائی اور عیاشی کا طوفان بدتمیزی اٹھا رکھا تھا، جس نے مسلمانوں کی سلطنت چھین کر رزق کے تمام وسائل بھی چھین لیے۔ بیسیوں حرم خانوں میں گھس کر نہ صرف بیگمات کے زیور نوچے بلکہ عصمت دری بھی کی، اور جس میں ''خنزیروں کی بے شرمی اور خرکون کی نجاست خوری اور بے حیائی'' بھی پائی جاتی تھی، کس طرح قتل کیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جو اس فتنۂ اکبر اور دجال اکبر کے خلاف لڑی گئی کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:

انگریز دجال کے لیے مسیح کی دعائیں:

''ان لوگوں (مسلمانوں) نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح (زبان ملاحظہ فرمائیں کیسی کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی ہے۔ ظفر!) اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا''۔ (حاشیہ ازالۂ اوہام ص ۷۲۴)

جب ۱۸۹۱ء میں انگریز دجال اوس سے ایک جنگ میں الجھنے لگا تو قصر مسیح موعود سے یہ اپیل کی گئی:

''ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں''۔ (ازالۂ اوہام ۵۰۹)

دجال اور مسیح موعود کا محسن؟ قادیانی غور کریں اور جواب دیں۔

''گورنمنٹ انگلیشیہ (یعنی دجال) خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لیے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔
(شہادۃ القرآن ص ۱۲، گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)

''ہماری جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لیے دعا گو ہیں''۔ (آریہ دھرم ص ۸۱)

قادیانیوں کی تاویل:

اس بارے میں قادیانیوں نے عجیب وغریب قسم کی تاویلات کی ہیں، ان میں سب سے بڑی اور اہم تاویل ان کی یہ ہے کہ چونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت قائم ہوگئی اور وسائل جہاد مفقود تھے، بدیں وجہ وقتی طور پر مرزا صاحب نے جہاد کو موقوف اور منسوخ کیا لیکن اگر اس تاویل کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بالکل بے وزن نظر آتی ہے کیونکہ مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی عبارتوں کے مالۂ وما علیہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں جہاد کی ممانعت ایک وقتی حکم نہیں بلکہ وہ مکمل طور پر جہاد کے خاتمہ کو دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دین کے لیے لڑنا منسوخ اور ممنوع قرار دیتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف دل میں معمولی سا میل لانا بھی ایک گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب ۱۸۵۷ء میں انگریزی سلطنت کے قدم جمانے اور مستحکم ہونے کی وجہ سے مجبوراً جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں تو ۱۸۵۷ء سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے فوراً بعد سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے مجاہدین کے جہاد میں مرزا صاحب اور ان کا سارا خاندان سکھوں اور انگریزی استعمار کے لیے میدان ہموار کرنے کے لیے جانی اور مالی قربانیاں کیوں دیتا رہا جس کا مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے نام اپنے خطوط میں بڑے فخر سے اعتراف کیا ہے اور ان مساعی کی پورے شدومد سے تحسین کی ہے۔ چنانچہ ان کے خاندانی بزرگوں نے سکھوں سے مسلمانوں کے جہاد میں سکھوں کی پوری پوری حمایت کی۔

پھر انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں اور ہندوستان کے دوسرے باشندوں نے مل کر جو بغاوت کی اس میں مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے چونسٹھ گھوڑوں اور چونسٹھ سواروں کے ساتھ انگریزی سرکار کی امداد کی۔ اور خود مرزا غلام احمد نے اس جہاد آزادی کے غیور اور جان نثار مجاہدین کو جہلاء اور بدچلن کہا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: براہین احمدیہ ص ا، روحانی خزائن جلد ا ص ۱۳۸) چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''۱۸۵۷ء میں جو فساد ہوا اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا''۔

(براہین احمدیہ ص ا، روحانی خزائن: جلد اص ۱۳۸)

انگریزوں کے خلاف اس جہاد میں شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم نورالدین خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی کے استاد مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم شامل تھے۔ کیا یہ سب بدچلن اور جاہل تھے؟ کیا انہیں دین کی سمجھ نہیں تھی؟

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب اور ان کا خاندان شروع ہی سے ملت اسلامیہ کا غدار اور دشمنان اسلام خواہ وہ سکھ ہوں یا انگریز، کا وفادار رہا۔ انگریز کے ہاتھوں ہندوستان میں مسلمانوں کی مظلومیت پر جب ہندوستان کا ذرہ ذرہ اشکبار تھا، اسلامیان ہند کی عظمتیں لٹ رہی تھیں۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ عظمت رفتہ پامال ہو رہی تھی۔ ہندوستان کے علماء اور شرفاء کو سؤر کی کھالوں میں سی کر اور درختوں کے ساتھ لٹکا کر توپ کے گولوں سے اڑایا جا رہا تھا، اسلام کے نام لیواؤں کو جب دہلی کے چوکوں میں زندہ جلایا اور پھانسی پر لٹکایا جا رہا تھا، مغلیہ خاندان کی لاشوں پر انگریزی سلطنت کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، اور انگریزوں کا شقی القلب نمائندہ جنرل نکلسن، ایڈورڈ سے ایسے آئینی اختیارات مانگ رہا تھا جن سے مجاہدینِ آزادی کے زندہ حالت میں چمڑے ادھیڑے جا سکیں اور انہیں زندہ جلایا جا سکے، اس کٹھن اور مشکل وقت میں وہ شقی نکلسن مرزا غلام احمد اور اس کے خاندان کے اپنے مفادات کا نگران اور وفادار ٹھہرا رہا تھا۔ جنرل نکلسن نے مرزا غلام قادر کو سرٹیفکیٹ دیا جس میں اس خاندان کی خدمت کی تحسین کی اور کہا کہ ۱۸۵۷ء میں یہ خاندان، قادیان ضلع گورداس پور کے دوسرے تمام خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔ (سیرۃ مسیح موعود، ص ۴ مؤلفہ مرزا بشیر الدین محمود)

ایک طرف تو مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں اور دوسری طرف انھوں نے دعوئ نبوت کے بعد قرآن حکیم کے قطعی حکم کو حرام قرار دیتے ہوئے

عملاً بھی قرآن حکیم کی تمام آیات جہاد اور خمس و فے کو منسوخ کر کے اپنے تشریعی نبی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ پھر جس دور میں انھوں نے جہاد کو حرام قرار نہیں دیا اس دور میں بھی وہ خود عملی طور پر اس میں شریک نہیں ہوئے بلکہ اس وقت بھی وہ جہاد سے گریز کر کے اپنی زبان وقلم سے انگریزی حکومت کی سچی محبت، خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف مسلمانوں کے دلوں کو پھیرتے رہے۔ (ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت، جلد ۷ ص ۱۰)

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے جہاد کی مخالفت کی اور برصغیر میں انگریزی سلطنت کی حمایت میں تبلیغ اور الہام شایع کیے تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنی ان کارروائیوں کو برٹش انڈیا تک ہی محدود رکھتے، لیکن مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے اور انھوں نے خود بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ان کی تبلیغ کا اصل محرک نہ صرف برٹش انڈیا تھا بلکہ پورے عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے قلوب واذہان سے جذبۂ جہاد نکالنا اور انگریزوں کے لیے راستہ ہموار کرنا تھا تا پورے عالم اسلام کو انگریزی استعماریت اور اس کے حلیفوں کے قدموں میں لاگرایا جائے۔ اس وجہ سے ممانعت جہاد کی تبلیغ انھوں نے صرف برٹش انڈیا تک محدود نہ رکھی اور نہ صرف اردو زبان پر اکتفاء کیا بلکہ عربی اور فارسی میں کتابیں لکھ لکھ کر بلاد روم، شام، مصر، ایران، بخارا اور افغانستان وغیرہ بلکہ مکہ اور مدینہ تک بھیجیں اور پھیلائیں تا کہ اگر زار روس کی فوجیں آئیں تو کوئی مسلمان مزاحمت کا ہاتھ نہ اٹھائے اگر فرانس، الجزائر، تیونس اور مراکش پر لشکر کشی کرے اور ان کو اپنی نوآبادی (Colonies) بنانے کے لیے لشکر کشی کرے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان جہاد کو حرام سمجھیں۔ عرب اور مصر دل وجان سے انگریز کے مطیع بن جائیں اور ترک وافغان کی غیرت ایمانی ہمیشہ کے لیے جذبۂ جہاد سے ہمیشہ کے لیے سرد پڑ جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود ان تمام باتوں کا اعتراف کیا کہ میں نے نہ صرف برٹش انڈیا میں لوگوں کو انگریزوں کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تحریر کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطیع کیا۔

ان تمام اقتباسات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب مغربی استعمار کے

آلۂ کار تھے اور انھوں نے اس بات کا بلا جھجک اپنی ہر تصنیف و تحریر میں اقرار کیا ہے اور حکومت انگلیشیہ کو انھوں نے رحمت خداوندی اور انگریز کی اطاعت کو انھوں نے مقدس دینی فریضہ قرار دیا ہے۔

یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں مغربی سامراج دنیا کے بیشتر حصوں پر اپنے نوآبادیاتی نظام کے ساتھ حملہ آور ہوا تاکہ اپنے ملک کی صنعتوں کے لیے منڈیاں تلاش کی جائیں۔ ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا۔ اطالوی، پرتگالی اور فرانسیسی براعظم افریقہ کو اطالوی، صومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ اور مشرقی افریقہ کو مختلف سامراجی طاقتوں میں منقسم کرنے کے بعد مشرق وسطیٰ کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اس زمانے میں مغربی سامراج نے ہندوستان، برما اور لنکا وغیرہ کو زیر نگین لانے کے لیے اپنی کوششیں شروع کر دیں اور بحیرۂ ہند کو اپنی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنا لیا۔ مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بحری اڈہ تھا جس کو بنیاد بنا کر بحر ہند، بحر الکاہل ڈچ ایسٹ انڈیز (Dutch East Indies) اور جنوبی آسٹریلشیا کو جدا جدا کیا جا سکتا تھا۔ استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل میں اس وقت زیادہ آسانی ہوگئی جب ۱۷۶۹ء میں نہر سویز کی تعمیر کا مرحلہ اختتام پذیر ہوا اس کی وجہ سے "راس امید" کا لمبا چکر لگانے کے بجائے بحیرہ قلزم اور بحیرہ احمر کا آسان راستہ اختیار کیا جانے لگا۔ ۱۸۷۸ء تک برطانیہ جبرالٹر اور مالٹا کو زیر اثر لا کر قبرص پر تسلط جما چکا تھا۔ عدن ۱۸۳۹ء میں محکوم بنایا جا چکا تھا۔ اب پورے جنوب مغربی ایشیاء پر قبضہ کرنا باقی تھا۔

انگریز نے جب برصغیر پاک و ہند اور عالم اسلام میں اپنا پنجۂ استبداد جمانا شروع کیا تو اس کی راہ میں دو باتیں رکاوٹ بننے لگیں۔ ایک تو مسلمانوں کی نظریاتی وحدت، دینی معتقدات سے غیر متزلزل وابستگی اور مسلمانوں کا وہ تصور اخوت جس نے مشرق و مغرب کو جسد واحد بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور دوسرے مسلمانوں کا لافانی اور ابدی جذبۂ جہاد جو عیسائی یورپ کے لیے صلیبی جنگوں کے بعد وبال جان بنا ہوا تھا اور اس کے سامراجی منصوبوں کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹ ثابت ہو رہا تھا۔ اور یہی جذبۂ جہاد تھا جو

مسلمانوں کی ملی بقاء اور سلامتی کے لیے گویا حصار کا کام دے رہا تھا۔

انگریزی سامراج ان چیزوں سے بے خبر نہ تھی لہٰذا اس نے اپنی معروف ابلیسی سیاست لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide and Rule) کے ذریعے عالم اسلام کی جغرافیائی وحدت کو ٹکڑے کرنا چاہا۔ دوسری جانب عالم اسلام بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں نہایت عیاری اور مکاری سے مباحثوں اور مناظروں کا بازار گرم کر کے فکری انتشار اور تذبذب پیدا کرنا چاہا۔ اور اس کے ساتھ ہی سلطان فتح علی خان ٹیپو شہید، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے بعد جماعت مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیاں، علمائے حق کا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دینا اور بالآخر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی اور قریباً تمام عالم اسلام میں مغربی استعمار کے خلاف مجاہدانہ تحریکوں سے یہ حقیقت اور بھی واشگاف اور عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ جب تک مسلمانوں کے قلوب میں جذبۂ جہاد قائم ہے، مغربی سامراج کبھی بھی اور کہیں بھی اپنے قدم مضبوطی سے نہیں جما سکے گا۔ یہ جذبۂ جہاد نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے عالم اسلام میں یورپی سامراج کے لیے وبال جان بنا ہوا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے نشوونما کا دور انیسویں صدی کا نصف آخر ہے، اس وقت اکثر اسلامی ممالک جہاد اسلامی اور جذبۂ آزادی کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور پڑوسی ملک افغانستان میں ۱۸۷۹۔۱۸۷۸ء میں برطانوی افواج کے خلاف افغانوں کے جذبۂ جہاد اور سرفروشی کی جنگ لڑی جا رہی تھی جو آخر کار انگریزوں کی شکست پر منتج ہوئی۔ ترکی میں ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور در پردہ معاہدوں کو دیکھ کر جذبۂ جہاد بھڑکتا ہے اور ادھر طرابلس الغرب میں شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ، الجزائر میں ۱۸۸۰ء میں امیر عبدالقادر اور روس کے علاقہ داغستان میں شیخ محمد شامل ۱۸۷۰ء بڑی جرأت اور پامردی سے فرانسیسی اور روسی استعمار کو للکارتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں مصری مسلمان سربکف ہو کر انگریزوں کی مزاحمت ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح کرتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں سوڈان میں مہدی سوڈانی اور اس کے درویش جہاد کا علم لے کر اٹھتے ہیں اور انگریز جنرل گارڈن اور اس کی فوج کا خاتمہ

کرتے ہیں۔ اسی زمانہ میں خلیج عرب، بحرین اور عدن وغیرہ میں مسلمان فوجیں استخلاص وطن اور آزادی کے لیے جذبۂ جہاد کا اظہار کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کی ان کامیابیوں کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ مسلمانوں میں دینی سرگرمی بھی کام کرتی تھی کہ اگر فاتح ہوئے تو غازی ہوں گے اور حکومت حاصل ہوگی۔ اور اگر مر گئے تو شہید اس لیے مرنا یا مار ڈالنا بہتر ہے اور پیٹھ دکھانا بیکار۔

(تاریخ برطانوی ہند، ص ۳۰۲، مطبوعہ ۱۹۳۵)

ان حالات میں مرزا صاحب نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں بھی کسی قسم کے جہاد کے روادار اور حامی نہ تھے افغانستان کے امیر امان اللہ خان کے عہد حکومت میں نعمت اللہ خان قادیانی اور عبداللطیف قادیانی کو افغانستان کے علماء کے متفقہ فتویٰ سے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کے محرکات اور عوامل یہی تھے کہ یہ لوگ در پردہ مرزا قادیانی کی ممانعت جہاد کی تعلیم دیتے تھے۔ تاکہ افغانستان میں انگریزوں کا اقتدار چھا جائے، حالانکہ افغانستان میں جہاد اسلامی کی شرائط مکمل موجود تھیں۔ اس سلسلہ میں مرزا بشیر الدین کا ایک بیان پڑھنے کے قابل ہے اس نے اپنے جمعہ کے خطبہ میں کہا:

''عرصۂ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہوگئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر جو افغانستان میں ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا، وہ لکھتا ہے کہ صاجزادہ عبداللطیف (قادیانی) کو اس لیے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے۔ تو حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہو جائے گا، اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ ایسے معتبر راوی کی روایت ہے کہ یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاجزادہ عبداللطیف خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی''۔ (خطبۂ جمعہ مندرجہ الفضل قادیان، مورخہ ۶ راگست ۱۹۳۵)

ان دو آدمیوں کے علاوہ دو آدمی افغانستان سے قادیانی پکڑے گئے جن پر جاسوسی کا الزام ثابت ہوا تھا۔ ان میں ایک ملا عبدالحلیم اور نور علی دوکاندار قادیانی تھا ان

کے بارے میں افغانستان کے وزیر داخلہ کا بیان الفضل ہی نے نقل کیا ہے کہ:

''کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم قادیانی اور دوسرا نور علی دوکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو ان عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے میں پائے گئے، جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکے تھے۔

(اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۵ء)

انگریزوں کے لیے جہاد جائز:

یہ بات نہایت حیرت واستعجاب کی ہے کہ ایک طرف تو قادیانیوں نے نہایت شدّ ومد کے ساتھ اسلام کے قطعی اور متفق علیہ مسئلہ کو منسوخ اور حرام قرار دیا اور مرزا غلام احمد نے اپنی ہر کتاب میں اپنی بعثت کا مقصد ہی یہی بتایا لیکن دوسری طرف انگریزوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیا۔ ایک طرف اسلامی نظریہ جہاد کو ملاؤں کا وحشیانہ اور جاہلانہ بے ہودہ خیالات قرار دے کر اس کو امن وآشتی کے مخالف قرار دیا اور دوسری طرف یورپی استعمار کے زیر قیادت مسلمانوں پر وحشت وبربریت کے پہاڑ توڑے جانے لگے اور انگریزی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے والی انگریزی فوج کی امداد کی جانے لگی۔ اس سے صاف عیاں ہوتا ہے قادیانیوں کی ممانعت جہاد کی یہ ساری جدوجہد صرف اور صرف انگریزوں اور دوسرے کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لیے تھی۔ تاکہ نہ تو اپنی عزت وناموس کے تحفظ اور نہ ملک وملت کی بقاء کے لیے لڑیں اور نہ اپنے دینی شعائر کے لیے علم جہاد بلند کریں، لیکن انگریزی فوجوں کے ساتھ مل کر بلاد اسلامیہ پر بمباری اور دوسرے ظلم وستم روا رکھیں۔

افغانستان اور انگریزوں کی جب جنگ ہوئی تو قادیانی جن کے عقیدہ میں:

''دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال'' اور جن کا نبی مرزا غلام احمد صرف مسئلہ جہاد حرام کرنے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوا تھا، کابل کے خلاف انگریزوں کے معاون و

مددگار ہو گئے۔ اور مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانیوں کو انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر افغانستان کے خلاف لڑنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اس نے اپنے جمعہ کے خطبہ میں کہا:

''اس وقت (یعنی امان اللہ خان کے عہد میں) جو کابل نے انگریزوں کے ساتھ جنگ شروع کی ہے، نادانی کی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں کیوں کہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے، لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لیے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں، اس لیے صداقت کے قیام کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالم لوگوں کو دفع کرنے کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمھارے ذریعہ سے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی مسیح موعود نے اطلاع دی''۔

(خطبہ جمعہ بشیر الدین محمود، الفضل قادیان، ۲۷ر مئی ۱۹۱۹ء)

چنانچہ جب افغانستان سے انگریزوں کی جنگ ہوئی تو قادیانیوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر انگریزی حکومت کی مدد کی۔ چنانچہ الفضل نے اعتراف کیا ہے کہ:

''جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ کئی قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ ایک ڈبل کمپنی پیش کی بھرتی بوجہ جنگ ہونے کے رک گئی، ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لیے نام لکھوا چکے ہیں، اور خود ہمارے سلسلے کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔

جہاد اسلامی کے حرام کرنے والے قادیانیوں کے عزائم مرزا بشیر الدین کے ان الفاظ سے اور بھی کھل کر سامنے آجاتے ہیں، جب اس نے یہ کہا: ''اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا، مگر اب مسیح اس لیے آیا ہے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیے''۔

(عرفان الٰہی ص ۹۳، چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ تقدیر الٰہی ص ۱۶، مرزا بشیر الدین)

یہاں یہ بات ہم اپنے قارئین کے ذہنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ اگر جہاد قطعی موقوف ہو چکا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

تو پھر سمجھ لیجئے کہ آدھا قرآن منسوخ ہو گیا، اگر آپ کہیں کہ اشاعت اسلام کے لیے جہاد حرام ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ یہ جائز کب تھا۔ جہاد کے جواز کی صرف چار صورتیں ہیں:

(۱) قیام امن (۲) مدافعت (۳) مقابلہ ظلم (۴) حمایت مظلوم

یہ چاروں صورتیں دینی ہیں اور ہر صورت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ (فی سبیل اللہ) کہا ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا جہاد ہے ہی نہیں جس کا مقصد ملک گیری، نوآبادتی نظام قائم کرنا یا معدنی اور زرعی دولت پر قبضہ کرنا ہو۔ جب قرآن کی تلوار ہے ہی دینی، روحانی اور اخلاقی تو پھر یہ کہنا کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اگر جنگ وقتال دین کے لیے حرام ہے تو کیا بے دینی کے لیے جائز ہے؟ کیا نو آبادیاتی نظام کے قیام کے لیے جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پھر مرزا صاحب نے انگریزوں کو اس قسم کی دھاندلی سے کیوں نہ روکا۔ کیا انگریزوں نے دنیا میں نوآبادیاتی نظام قائم نہیں کیا؟ کیا انھوں نے مختلف ملکوں میں زرعی اور معدنی دولت پر قبضہ نہیں کیا؟ کیا اس نے دنیا میں مظلوم اور کمزور قوموں کا خون نہیں بہایا۔ کیا مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں ان کے بارے میں کچھ لکھا؟

ان کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ انگریزوں کی خاطر جان چھڑکنے اور خون بہانے کے لیے بالکل تیار تھے بلکہ ہر وقت تیار تھے۔ چنانچہ قادیانی نبوت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا ہے:

"عراق کو فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہایا اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے"۔ (الفضل قادیان، مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

اللہ کی راہ میں خون بہانا حرام اور انگریزوں کی راہ خون بہانا جائز یہ کون سا اسلام ہے؟ جب ۱۹۲۹ء میں لاہور کے ایک ہندو راجپال نے سرکار دو عالم ﷺ کے خلاف ایک کتاب "رنگیلا رسول" کے نام سے لکھی تو لاہور ہی کے ایک نوجوان غازی علم الدین شہید نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس پر مرزا بشیر الدین نے یہ کہا:

"وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لیے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ (الفضل قادیان، ۱۹/اپریل ۱۹۲۹ء)

یہ بیان تو سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے تھا لیکن جب اپریل ۱۹۳۰ء میں اخبار مباہلہ قادیان کے مدیر مولوی عبدالکریم قادیانیت کو چھوڑ کر مرزا صاحب اور ان کے لڑکے مرزا بشیر الدین محمود پر تنقید کرنے لگے تو مرزا محمود نے کہا:

"اپنے دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا حتی کہ قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔ اگر (اس سلسلے میں) کسی کو پھانسی بھی دی جائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم ہرگز اسے منہ نہیں لگائیں گے بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا"۔ (الفضل قادیان، ۱۱/اپریل ۱۹۳۰ء)

یہ دونوں بیانات پڑھیں اور پھر دیکھیں سرکار مدنی ﷺ کی قادیانیوں کے دلوں میں کتنی محبت ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے نبی سے محبت کرنا اور اس کی عزت و ناموس کے لیے جان دینا تو عین دین ہے اور مرزا صاحب کا فتویٰ ہے "کہ دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال"۔ یہ قتل و خون آپ کے لیے مرزا صاحب کی تعلیمات کے برعکس کیسے جائز ہو جائے گا؟

مرزا صاحب کے اس اشتعال انگیز خطبہ سے مشتعل ہو کر ایک قادیانی نوجوان محمد علی نے مولوی عبدالکریم اور ان کے ایک ساتھی محمد حسین پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ عبدالکریم تو زخمی ہو گئے اور محمد حسین ہلاک۔ مجرم کو ۱۶/مئی ۱۹۳۱ء کو پھانسی دی گئی اور اس کا جنازہ مرزا محمود نے نہ صرف پڑھایا بلکہ اس کے جنازہ کو کندھا بھی دیا، اور نہایت احترام کے ساتھ "بہشتی مقبرہ" میں دفن کیا۔

اور درست کہا تھا مرزا محمود نے کہ:

''ہمیں تو حضرت مسیح موعود نے خصی کر دیا ہے مگر ساری دنیا تو خصی نہیں''۔

(الفضل قادیان، ۲۰ رجنوری ۱۹۳۵ء)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب کی نبوت کو قادیانی ہر لحاظ سے محمد عربی ﷺ کی نبوت سے افضل و اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے جان دینے کو وہ ایک جرم سمجھتے ہیں لیکن مرزا صاحب کے بارے میں معمولی سی گستاخی کے لیے وہ اپنی جان دینا بھی باعث سعادت سمجھتے ہیں:

بہ بیں تفاوت راہ از کجا یابہ کجا

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قادیانیت انگریزی استعماری قوت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ایک آلۂ کار تھی اور مرزا غلام احمد کی نبوت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھی۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت حکومت برطانیہ کی استعماری قوت کے ہاتھ میں آلۂ کار تھی اور مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت نے پورے عالم اسلام کے ساتھ استعماری عزائم کی تکمیل کی خاطر جو رویہ اختیار کیا اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ جماعت اسلام کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے اور اسی نے پورے عالم اسلام کے اتحاد اور سلامتی کو برباد کرنے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ عالم اسلام کو نو آبادیاتی نظام (Colonialism) میں جکڑنے اور انگریزوں کا غلام بنانے میں قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ عالم اسلام میں جہاں بھی کہیں انگریزوں کو فتح نصیب ہوئی، قادیان میں اس کے لیے ضروری خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا، چراغاں کیا گیا، جشن منائے گئے۔ انگریزی فوج کے لیے ''ہماری فوج'' اور مسلمانوں کی فوج کے لیے ''دشمن کی فوج'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے۔ چنانچہ جب انگریزی حکومت نے عراق پر قبضہ کرنا چاہا اور اس غرض کے لیے لارڈ ہارڈنگ نے عراق کا دورہ کیا تو قادیانی اخبار ''الفضل'' نے لکھا:

''یقیناً اس نیک دل افسر (لارڈ ہارڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ ہم ان نتائج پر خوش ہیں کیونکہ خدا ملک گیری اور جہاں بانی اسی کے سپرد کرتا ہے

جو اس کی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے۔ اور اسی کو زمین پر حکمران بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لیے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا۔ اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے"۔

(الفضل قادیان، مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء)

پھر جب اس واقعہ کے آٹھ سال بعد انگریزوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی تو قادیانی آرگن "الفضل" نے لکھا:

"حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدی معہود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلہ میں ان علماء کی کچھ نہیں جاتی اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو"۔

"عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں"

یہ بات جسٹس منیر نے بھی لکھی ہے کہ:

"جب پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو شکست ہوگئی تھی اور بغداد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا تو قادیان میں اس فتح پر جشن منایا گیا"۔

(تحقیقاتی رپورٹ مرتبہ جسٹس منیر و جسٹس کیانی ص ۲۰۸)

"یہ بات بھی جسٹس منیر ہی نے لکھی ہے کہ:

"بانیٔ قادیانیت نے اسلامی ممالک کا انگریزی حکومت کے ساتھ توہین آمیز مقابلہ و موازنہ کیا"۔

انگریزوں کو قادیانیوں پر اس قدر اعتماد تھا کہ سقوط بغداد کے بعد انگریزوں نے مرزا بشیر الدین محمود کے سالے میجر حبیب اللہ شاہ کو شروع میں بعد میں اپنا گورنر نامزد کیا۔ میجر حبیب اللہ شاہ پہلی جنگ عظیم میں بھرتی ہو کر عراق گیا تھا اور وہاں فوج میں ڈاکٹر تھا۔

یہی نہیں بلکہ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ان کے صدیوں پرانے وطن سے نکال کر عربوں کے سینے میں مغربی سامراجیوں کے ہاتھوں اسرائیل کی شکل میں خنجر بھونکا جا رہا تھا تو قادیانی ایک پورے منصوبے کے تحت اس کام میں صیہونیت اور مغربی سامراجیت

کے لیے فضا بنانے میں مصروف تھی، چنانچہ ایک قادیانی مبلغ اس بارے میں لکھتا ہے:

''میں نے یہاں کے ایک اخبار میں اس پر آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدہ کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی، مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا، اور یہودیوں کی سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی اور بعد میں عیسائیوں کو ملی پھر مسلمانوں کو، اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے کیا مسلمانوں نے کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادئ مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پا رہے ہیں اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلینڈ) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں، اس کے متعلق وزیر اعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں''۔ (الفضل قادیان، جلد ۵ نمبر ۷۵ مورخہ ۱۹ رمارچ ۱۹۱۸ء)

مرزا محمود نے ایک مرتبہ کہا تھا ''فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں''۔ (الفضل ۳ راگست ۱۹۵۰ء)

ان تمام اقتباسات سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہوتی ہے کہ مسئلہ جہاد کی ممانعت صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے تھی تاکہ خاموشی سے بیٹھ کر انگریزوں کے سامراجی مقاصد کو اپنے علاقوں میں پورا ہونے دیں لیکن کافر حکومتوں کے جھنڈے تلے مرزائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ جنگ و قتال کرنا سب کچھ جائز تھا بلکہ یہ ان کا مقدس مذہبی فریضہ تھا۔ یہ منطق کسی باشعور آدمی کے ذہن میں نہیں آسکتی کہ یہ مسیح موعود اور مہدی معہود مسلمانوں کے لیے دین اسلام کے لیے جہاد حرام کرنے آیا تھا لیکن کافر حکومتوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا راستہ کھولنے کے لیے اس کی بعثت ہوئی تھی۔

مرزا صاحب کی تبلیغی خدمات کا تجزیہ:

بہت سے لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اس

کی اسلام کے بارے میں مناظرانہ بحثوں اور علمی مدافعانہ کوششوں کا بہت ذکر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آریہ سماج، برہمو سماج، اور عیسائیوں کے ساتھ اسلام کے دفاع میں انھوں نے بڑے معرکے سر کیے اس غلط فہمی میں عوام کے علاوہ بہت سے تعلیم یافتہ افراد بھی مبتلا ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جو عوام و خواص میں قادیانیوں کے پراپیگنڈے کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ ہمارے اوپر دیے ہوئے اقتباسات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی تبلیغ کے نام پر ساری سرگرمیاں اسلام کے لیے نہ تھیں بلکہ استعمار کے لیے تھیں۔ اس غلط فہمی کو بھی ہم مرزا صاحب کے لفظوں ہی سے دور کرنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے عیسائی مشنریوں کی اشتعال انگیزی تحریروں اور اسلام پر ان کے جارحانہ حملوں سے مسلمانوں کے قلوب واذہان میں انگریزی حکومت کے خلاف پر جوش ردعمل کا خطرہ محسوس کیا۔ اہل اسلام کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے انھوں نے حکمت عملی کی بنا پر عیسائیوں کا کسی قدر سختی سے جواب دیا اور ان کے خلاف سخت کتابیں لکھیں تاکہ کہیں مسلمان جوش میں آکر انگریزی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں مرزا صاحب نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

مسلمانوں کے غیظ وغضب کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر عیسائیوں کے خلاف محاذ:

''اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک کہ چوبیس برس کا زمانہ ہے۔ ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خودغرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثہ بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں

شائع کرتا رہا ہوں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ ''نور افشاں'' میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا۔ اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور بایں ہمہ جھوٹا تھا۔ اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا۔ تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہوا تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا''۔

(تریاق القلوب، ضمیمہ نمبر۳ ص ۳۶۱۔۳۶۲، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۸۹۔۴۹۰)

چند سطور کے بعد مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ (گویا مرزا صاحب کو سرکار دو عالم ﷺ کی غیرت اور محبت نہیں بلکہ انگریزوں کی خوشنودی مقصود تھی اور یہ تھا کہ کہیں مسلمان محبت رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہو کر انگریزوں کی حکومت کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اور جو مسلمان غیرت نبوت میں کچھ کر بیٹھے، مرزا صاحب کے نزدیک وہ وحشی ہے) اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں سے اول درجہ کا خیر خواہ

گورنمنٹ انگریز کا ہوں (کیونکہ آپ ان کے خود کاشتہ پودے جو ہوئے اور انھوں نے ہی آپ کی نبوت کا ذبہ کی آبیاری کی تھی، اس لیے خیرخواہی تو آپ کے ہر بن موسے ٹپکتی ہے اور ٹپکنی چاہیے بھی کیونکہ مثل مشہور ہے کہ بندر مداری کے سامنے ناچتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو وہ کہتا ہے۔ظفر!) کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اول درجے پر بنا دیا ہے۔ (۱) اول والد مرحوم کے اثر نے۔ (۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (۳) خدا تعالیٰ کے الہام نے''۔

(تریاق القلوب، ص۳۶۳، روحانی خزائن جلد۱۵ص۴۹۱)

دوسری وجہ مرزا صاحب کی ایسی تحریرات اور مناظرانہ مباحث کی یہ تھی کہ وہ ان طریقوں سے لوگوں کی توجہات اور عقیدت اپنی طرف مبذول کراتے چلے گئے اور اس طرح بتدریج اپنے مختلف دعاوی کے لیے فضا ہموار کرتے چلے گئے یہاں تک کہ جب انھوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا تب بھی ان کے مریدین کی ارادت میں فرق نہ آیا۔انھوں نے جب جیتے جاگتے لوگوں کے سامنے اپنے خطبۂ الہامیہ، میں یہ کہا کہ:

''اعطیت صفة الافناء والاحياء من رب الفعال''(خطبہ الہامیہ ص۵۶)

مجھے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دی گئی ہے۔

اور اپنا یہ الہام بھی نقل کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے یہ کہا ہے:

''انما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون''۔

(حمامۃ البشریٰ جلد۲ص ۱۲۶، تذکرہ، ص۲۵۰)

تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔تو پھر بھی لوگ ان کی عقیدت کے جال میں پھنسے رہے اور ان کی ہر جائز و ناجائز بات پر ان کے عقیدت مندان کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے رہے کیونکہ ''محبت کی آنکھ ہر عیب پر بند رہتی ہے''(عين الرضاء عن كل عيب كليلة) حالانکہ یہ دونوں صفتیں (یعنی افناء اور احیاء کی صفت اور کن فیکون کی صفت) خاصۂ خداوندی ہیں اور پھر یہاں تک کہہ دیا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر

لیا کہ میں وہی ہوں‘‘۔ سب جانتے ہیں کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے لہٰذا وحی کے ذریعے انہیں بتایا گیا کہ وہ خدا ہیں اور انہیں اپنے خدا ہونے کا پورا پورا یقین بھی ہو گیا۔ پھر زمین و آسمان کو بھی انھوں نے پیدا کیا اور آدم کی پیدائش بھی انہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۶۴)

باقی رہا یہ کہ اس کی تحریری اور تقریری سرگرمیاں بہت ہیں تو اس میں بھی بہت مغالطہ سے کام لیا گیا ہے۔ اگر اس کی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس کی تمام تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا محور صرف یہی ملتا ہے کہ اس نے گذشتہ چودہ سو سال متفقہ اور طے شدہ اجماعی مسئلہ ’’حیات و نزول مسیح‘‘ کو اپنی تحقیق کا نشانہ بنا کر اپنی ساری جدوجہد وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے دعویٰ پر مبذول کر دی ہے اور ملت اسلامیہ کو عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ کی طرح ظلی اور بروزی گورکھ دھندوں میں الجھانا چاہا۔ جدلیات اور سفسطوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر گویا یہ مرزا صاحب کی عملی اور تبلیغی خدمات کا دوسرا نام ہے۔ اگر ان کی تصنیفات میں سے ان کے متضاد دعاوی، ان کے جھوٹ اور ان کے دعاوی سے پیدا ہونے والے مختلف مسائل و مباحث نکال لیے جائیں تو پھر جو کچھ بچتا ہے، وہ جہاد کی ممانعت اور حرمت، انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری ہے۔ ان کی تمام تصنیفات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق دعوت کے مطابق کوئی وقیع اور کام کی بات نہیں آتی بلکہ انھوں نے اپنے قلم اور زبان سے مسلمانوں کے ذہنی انتشار اور انہیں غیر ضروری ذہنی فکری اور سیاسی اختلافات میں ڈال کر ان کے اتحاد کے شیرازے کو پاش پاش کرنے کوشش کی ہے جبکہ وہ پہلے ہی اس انتشار اور مغربی مادہ پرست تہذیب اور خود فراموش تمدن کی لپیٹ میں تھے۔

مرزا صاحب کے تدریجی دعوے:

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے مسئلہ جہاد کو کھرچ کھرچ کر نکالنے کے لیے انگریزوں کو جس شخص کی تلاش تھی وہ انہیں قادیان کی سرزمین

میں مرزا غلام احمد کی شکل میں مل گیا۔ حکومت نے اس کی پشت پناہی کی اور وہ میدان میں ایک مصنف اور مناظر کی حیثیت سے کود پڑا۔

گذشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ۴ سال ملازمت کرنے اور پھر وہاں ناظر کے امتحان میں فیل ہونے کے بعد مرزا غلام احمد واپس اپنے گاؤں قادیان آگئے اور یہاں مختلف مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف و منہمک ہو گئے۔ ان کے مطالعہ کا موضوع زیادہ تر مسیحیت، آریہ سماج، برہمو سماج اور سناتن دھرم کی کتابیں تھیں۔

اس دور میں ملک کے اندر ایک قسم کی مذہبی انارکی پائی جاتی تھی۔ ہر طرف مختلف مذاہب میں مناظروں کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ عیسائی پادری حکومت کی پشت پناہی میں اپنی دعوت و تبلیغ اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم عمل تھے اور وہ اس بات کے لیے پوری طرح کوشاں تھے کہ ہندوستان کو اسپین بنا دیا جائے جہاں حکومت پر قبضہ کے بعد اسلام کا کوئی نام لینے والا نہیں تھا۔ دوسری طرف آریہ سماج اور ہندوؤں کے دوسرے فرقے اسلام کی تردید میں مصروف تھے اور ان کے پیچھے بھی انگریزی حکومت کا ہاتھ تھا کیونکہ ملک میں اس قسم کی مذہبی انارکی انگریزی حکومت کی Stability کے لیے نہایت مفید تھی۔

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار:

پیشتر اس کے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اور اس کی دعوتی زندگی پر کچھ تبصرہ کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی عیسائی دعوتی جدوجہد کے بارے میں قارئین کرام کو کچھ روشناس کرایا جائے تاکہ اس زمانہ کے ماحول کی صحیح تصویر ان کے ذہنوں میں آسکے۔ انگریزوں نے ہندوستان میں آکر نہ صرف ایسٹ انڈیا تجارتی کمپنی کا آغاز کیا بلکہ عیسائیت کی دعوت بھی لوگوں کو دینی شروع کی۔ انگریزوں سے قبل پرتگالیوں نے بھی تجارتی کمپنیوں کی اوٹ میں دعوتی جدوجہد شروع کی تھی لیکن انھوں نے اس میں بہت غلطیاں کی تھیں۔ انگریزوں نے پرتگالیوں کی دعوتی جدوجہد اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کا بڑا اہتمام کیا کہ اپنی تجارتی کمپنیوں کو صرف تجارتی

مقاصد کے لیے مصروف کر دیا اور عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کی سرگرمیوں سے ان کو دور رکھا، ظاہری طور پر تو انھوں نے ان دونوں شعبوں کو الگ الگ رکھا لیکن خفیہ طور پر عیسائی مبلغین کی ان تجارتی کمپنیوں نے بھر پور مدد کی اور اس کے ساتھ ان مبلغین کو ہدایت کی کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے کمپنی کے مفادات کو نقصان پہنچے یا ہندوستانیوں اور خصوصی طور پر مسلمانوں کو دینی حیثیت سے انگریزوں کے خلاف فتنہ و فساد کا موقع فراہم ہو۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تک اسی پالیسی پر عمل ہوتا رہا، لیکن جوں جوں انگریز کمپنیوں کی طاقت اور اثر ونفوذ میں اضافہ ہوتا گیا، انگریزوں کی اس پالیسی میں تبدیلی آتی گئی، اور عیسائی مبلغین کو آہستہ آہستہ ڈھیل دی جاتی رہی۔ ڈھیل دینے اور پالیسی میں تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پورا ہندوستان انگریزوں کا محکوم ہو گیا تھا، اور غلامی میں صرف آزادی ہی سلب نہیں ہوتی بلکہ عقل انسانی بھی اپنی صلاحیتوں سے محروم ہو جاتی ہے اور مذہب کی پاکیزگی غلامی کے گناہوں سے آلودہ ہو کر اپنا دامن داغدار کر لیتی ہے۔ غلام قوم اپنا وقار کھو چکتی ہے اور حکمران قوم کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور نسیم سحر گاہی کا ہر جھونکا باد سموم بن جاتا ہے اور چمن کا ایک ایک پتا صیاد کا ہمنوا اور معاون بن کر لالہ وگل کی پتیاں بکھیرنے لگتا ہے، اس وجہ سے غلام قوم سے حکمران قوم کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچانے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا، اس لیے انگریزوں نے اب اپنی پالیسیاں تبدیل کر لیں اور یہ ہدایات جاری کی گئیں کہ اب دعوتی جدوجہد ان علاقوں میں انجام دی جائیں جہاں غیر مسلموں کی آبادی ہے جبکہ مسلم آبادی میں تبلیغی کام قطعاً نہ کیا جائے کیونکہ مسلمان حکمران قوم سے انگریزوں نے حکومت چھینی تھی، لہٰذا ابھی انگریز کی سیاسی قوت شامہ مسلمان قوم سے باوجود اس کے محکوم ہونے کے مزاحمت کی بو سونگھ رہی تھی۔

انگریز نے اپنی اس پالیسی کے تحت نہایت خاموشی سے پورے ملک میں گرجا گھر، تعلیمی ادارے، ہسپتال اور شفا خانے بڑی تعداد میں قائم کر دیے۔ ۱۷۹۲ء، ۱۷۹۵ء

اور ۱۷۹۹ء میں مختلف ناموں سے عیسائیت کی تبلیغ کی انجمنیں قائم کی گئیں، اور اس کے بعد ہی یورپ، امریکہ، جرمنی اور دوسرے یورپی ملکوں سے عیسائی مشنریز نے ہندوستان میں یورش کر دی، لیکن ان سب کے سامنے یہ اہم سوال تھا کہ کن لوگوں سے کام کا آغاز کیا جائے۔ آیا عام لوگوں میں تبلیغ کی جائے یا روشن خیال، مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کو عیسائیت کی دعوت دی جائے۔

کئی ماہ تک اس سوال پر غور وخوض ہوتا رہا بہت سے عیسائی دانشور اور مبلغ سر جوڑ کر بیٹھے۔ آخر میں اس بات پر فیصلہ ہوا کہ کم سن بچوں کو خرید کر یا زبردستی اغوا کر کے انہیں عیسائی بنانا زیادہ مفید ہے، لیکن لارڈ منٹو کو یہ منصوبہ پسند نہ آیا۔ کمپنی کے عیسائی مبلغین اور برطانوی حکومت لارڈ منٹو کے ان خیالات سے متفق نہ ہوسکی البتہ اس نے عیسائی مبلغین کو متنبہ کر دیا کہ اصل خطرہ کیتھولک مبلغین سے ہے جو کمپنی کے تابع نہیں۔ اس لیے اس بات کا انتہائی اندیشہ ہے کہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک مبلغین کے درمیان مسابقت کا جذبہ ہندوستانیوں کے دینی جذبے کو ٹھیس پہنچا دے، لہٰذا کمپنی کے مبلغین کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ کیتھولک مبلغین کی دعوتی جدو جہد کو حدود میں رکھیں اور پروٹسٹنٹ مبلغین کی ہر طرح مالی سے اعانت اور سر پرستی کریں۔ چنانچہ اس طریقے سے کیتھولک مبلغین کی سرگرمیاں کم ہو گئیں اور ساتھ ہی یورپ اور امریکہ سے آنے والی مالی امداد بھی کم ہوگئی۔

اب پروٹسٹنٹ مبلغین کے لیے میدان کھلا ہو گیا۔ کمپنی کا اپنا عقیدہ بھی چونکہ پروٹسٹنٹ تھا لہٰذا کمپنی نے ان کی کھل کر سرپرستی کی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے درمیان عیسائی دعوت کی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں۔ اسلامی عقائد، شخصیات، تاریخ وتہذیب کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم اور رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو شکوک وشبہات کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ جدو جہد زیادہ دیہی علاقوں کے سادہ دل مسلمانوں میں مرکوز کی گئی تا کہ ان کے اسلامی عقائد متزلزل ہو جائیں اور وہ آسانی سے عیسائیوں کے جال میں پھنس جائیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد حکومت نے سرکاری سطح پر یہ کام

اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انگریز حاکم فوجیوں اور سرکاری عہدیداروں کو گاہے بہ گاہے یہ حکم دیتے رہتے تھے کہ عیسائی مشنریز کی تائید و حمایت جاری رکھی جائے اب چونکہ پورے ہندوستان میں انگریز کا سیاسی اقتدار تھا اور انگریز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو مکمل طور پر ختم کر چکا تھا لہٰذا اس کی دلی خواہش تھی کہ اب سرزمین اندلس کی طرح یہ قطعہ بھی عیسائیت کی اکثریت والا علاقہ بن جائے۔ ہندوستان کی سرزمین میں انہیں اندلس سے زیادہ جاذبیت تھی، لہٰذا وائسرائے ہند لارڈ کیننگ (Lord Canning) نے اس بات کا عہد کیا کہ تین سال کے اندر پورے ہندوستان کو عیسائی اکثریت میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ ادھر انگلستان میں ایک برطانوی ممبر پارلیمنٹ نے ۱۸۵۷ء میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ:

''آج پورا ہندوستان انگریزوں کے زیر نگین ہے، اب پورے ملک پر ''مسیح'' کا پرچم لہرایا جائے گا۔ اب ہم تمام عیسائیوں کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ ہندوستان کو عیسائی بنانے کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔ ایک اور رپورٹ میں اس بات کہ ہندوستان کے عیسائی مبلغین کو عیسائیت کی ترویج کا اشارہ کیا گیا تھا۔ مبلغین بڑے امن وسکون سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں، اس لیے کہ حکومت برطانیہ کی سرپرستی اور حمایت میں وہ یہ کام انجام دے رہے ہیں۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ دولۃ الاباطرہ المفعول الاسلامیہ ص ۶۳، نور الدین داؤد: محنۃ فی الفردوس ص ۱۸۶، عبدالمنعم نمر: تاریخ الاسلام فی الہند ص ۴۰۴ الساداتی: تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الہند جلد ۲ ص ۲۷۱، ۲۸۱، عبدالعزیز نوار: الشعوب اسلامیہ ص ۵۴۸، ۵۵۵، عبداللہ حسین: المسئلۃ الہندیہ ص ۲۰۵۔۲۰۷)

ایک طرف تو مسلمانوں سے حکومت چھینی جا چکی تھی اب دوسری طرف دین بھی چھینا جا رہا تھا۔

چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی نے بھی اس بارے میں اپنے الفاظ میں کچھ یوں لکھا ہے:

''ہندوستان میں اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا۔ ہر طرف مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے۔ اگرچہ قحط کے دوران میں ان کو دبلا پتلا شکار پیٹ بھراؤ مل جاتا تھا، مگر وہ اس پر قانع نہ تھے اور ہمیشہ صید فربہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ دانت ان کا مسلمانوں پر تھا، اس لیے کہ ان کے اشتہارات میں ان کے اخباروں میں اور ان کے رسالوں میں زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے برائیاں ظاہر کرتے تھے۔ بانیٔ اسلام کے اخلاق و عادات پر انواع و اقسام کی نکتہ چینیاں کرتے تھے۔ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب ان کے دامِ تزویر میں آ گئے''۔ (حیات جاوید)

اسی طرح علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس زمانہ کے حالات کا ایک نقشہ حیات شبلی کے دیباچہ میں پیش کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں پر کئی طرف سے فتنوں کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ چنانچہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''انگریزوں کے برسرِ عروج آتے ہی تین طرف سے حملوں کا آغاز ہوا۔ عیسائی مشنریوں نے اپنی نئی نئی سیاسی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کے قلعۂ روشن پر حملے شروع کر دیے دوسری طرف ہندوؤں میں آریہ تحریک نے اپنے سابق مسلمان حکمرانوں سے نجات پا کر ان پر حملہ کی جرأت پائی اور سب سے آخر میں یورپین علوم و فنون اور تمدن کی ظاہری چمک دمک مسلمانوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی''۔ (دیباچہ حیات شبلی)

مرزا صاحب ایک مصنف کی حیثیت سے:

یہ تھی ان حالات کی ایک معمولی سی تصویر، ورنہ اصل حالات تو اتنے مخدوش تھے کہ قلم کو تاب نگارش نہیں۔ مرزا صاحب نے ان حالات اور مسلمانوں کے ذہنی اور فکری اضطراب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی سرگرمیوں کے لیے اس موقع سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جوابات کے لیے ایک ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اٹھایا اور اعلان کیا کہ اس کتاب میں اسلام کی صداقت، قرآن حکیم کے

اعجاز اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے جن میں بیک وقت عیسائیت، آریہ سماج، برہمو سماج اور سناتن دھرم کی تردید ہوگی اور کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' ہوگا۔ مرزا صاحب نے یہ اعلان بھی کیا کہ کتاب میں اسلام کی حقانیت اور صداقت کے تین سو دلائل دیئے جائیں گے۔

چنانچہ مرزا صاحب کے لڑکے بشیر احمد کے بیان کے مطابق ۱۸۷۹ء میں کتاب کی تصنیف کا آغاز ہوا (سیرۃ المہدی جلد۲ ص ۱۵۱) مرزا صاحب نے تین سو دلائل دینے کا اعلان تو کر دیا لیکن انہیں اپنے علمی حدود اربعہ کا پتہ تھا لہٰذا اس زمانہ کے بعض علماء اور دانشور حضرات کو خطوط لکھ کر درخواست کی کہ وہ بھی اس بارے میں اپنے مضامین اور خیالات و دلائل ارسال کریں تاکہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں ان سے بھی مدد لی جائے۔ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی درخواست کو قبول کیا ان میں ایک مولوی چراغ علی صاحب بھی تھے جو سر سید احمد خان کی بزم کے ایک اہم رکن تھے، مرزا صاحب نے ان کی تحقیقات اور دلائل کو بھی شامل کتاب کیا لیکن پوری کتاب میں ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ کیونکہ مرزا صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی کتابوں کی تصنیف کے دوران دوسرے علماء سے بھی مدد مانگتے تھے جیسا کہ مولوی چراغ علی کو خطوط لکھے کہ مجھے کچھ دلائل یا مضامین مرحمت فرمائیں۔

(ملاحظہ ہو چند ہم عصر، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ص ۴۸، طبع کراچی)

بعض دفعہ مرزا صاحب کسی غیر مطبوعہ کتاب یا مسودہ کتاب سے مضمون یا دلیل اپنی کتاب میں نقل کر دیتے اور اس کتاب کا کوئی حوالہ نہ دیتے۔ چنانچہ مولوی محمد فضل خان کی کتاب ''اسرار شریعت'' سے آپ نے اپنی کتابوں میں ان کی عبارتیں لفظ بلفظ نقل کیں لیکن اس کتاب کا کوئی حوالہ انھوں نے اپنی کتابوں میں نہیں دیا، مثال کے طور پر صرف ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں ایک عبارت نقل کی ہے جو کہ مولوی محمد فضل خان کی کتاب ''اسرار شریعت'' سے لفظ بلفظ ملتی ہے:

اسرارِ شریعت از مولوی محمد فضل خان	''کشتی نوح'' از مرزا غلام احمد قادیانی
الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں۔ وہ تمھارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمھاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمھاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: پہلے جب کہ تم مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمھارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمھاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا کیونکہ اس سے تمھاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ (اسرار شریعت جلد ا ص ۱۰۷)	پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں۔ وہ تمھارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمھاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمھاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (ا) پہلے جب کہ تم مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمھارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمھاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمھاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ (کشتی نوح ص ۶۳، ۶۴)

اس قسم کی اور کئی عبارتیں مرزا صاحب کی کتابوں میں ''اسرار شریعت'' کی موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

مرزا صاحب کی شبانہ روز کوششوں سے بالآخر وہ کتاب منصۂ شہود پر آئی۔ لوگ ان کے اعلان کے بعد کتاب کی آمد کے بڑے منتظر تھے۔ کتاب چار حصوں میں طبع ہوئی

حالانکہ وعدہ پچاس حصوں کا تھا صفحات کی کل تعداد ۵۶۲ تھی۔ کتاب کی طباعت کے ساتھ ایک اعلان اردو اور انگریزی میں شائع کر کے سلاطین، وزراء، عیسائی مشنریوں اور پنڈتوں کو بھیجا گیا جس میں اور چیزوں کے علاوہ یہ بھی لکھا گیا کہ وہ اسلام کی حقانیت اور صداقت ظاہر کرنے کے لیے خداتعالیٰ کی طرف سے مامور کیے گئے ہیں۔ چنانچہ لکھا:

''یہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی اور فروتنی وغربت وتذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہِ راست سے بے خبر ہیں، صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھادے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کے ۳۷ جزو چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اور اس کا خلاصۂ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا درج ہے، لیکن چونکہ ساری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے، اسی لیے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل یہ خط مع اشتہار انگریزی شائع کیا جائے اور اس کی ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال بذریعہ خط ممکن ہو جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز برہمو صاحبان وآریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں ارسال کی جاوے''۔

(مرزا غلام احمد کے حالات، مرتبہ معراج الدین عمر قادیانی شامل حصہ اول براہین احمدیہ ص ۸۲)

مرزا صاحب بلند بانگ دعوے کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ہر بات میں بلند بانگ دعویٰ کرنا ان کی زندگی کا شعار بن چکا تھا، چنانچہ انھوں نے یہاں بھی یہ چیلنج کیا کہ کوئی شخص بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی مذہب کا کوئی نمائندہ اپنے دین کی صداقت وسچائی کے لیے اس تعداد میں دلائل پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ کتاب کے شروع میں انہوں نے نہایت جلی الفاظ میں ۱۰ ہزار روپے کا انعام مقرر کیا۔

(ملاحظہ ہو براہین احمدیہ، جلد ا ص ۱۷ تا ۲۲)

اس کتاب میں ''التماس ضروری'' کے عنوان سے مرزا صاحب نے عوام

وخواص سے اپیل کی ہے کہ وہ فراخ حوصلگی اور وسعت قلبی سے مالی امداد دیں تاکہ اس کام کو مزید آگے بڑھایا جاسکے۔ لیکن کتاب کے تیور بتارہے ہیں کہ عوام وخواص نے ان کی اس اپیل کا جواب خاص اچھا نہ دیا چنانچہ براہین کی بعد کی جلدوں میں انھوں نے شکوہ ورنج کا اظہار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حصہ دوم عرض ضروری بحالت مجبوری)

کتاب کے تیسرے اور چوتھے حصے میں مرزا صاحب نے ''اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری اور مسلمانوں کی نازک حالت اور انگریزی گورنمنٹ'' کے عنوان سے انگریزی حکومت کی مدح وتوصیف کی ہے اور اہل اسلام پر ان کے احسانات گنوائے ہیں اور نہایت زور دے کر یہ اپیل کی ہے کہ تمام اسلامی انجمنیں باہم مل کر ایک میموریل تیار کریں اور اس پر تمام سر برآوردہ مسلمانوں سے دستخط کروا کر گورنمنٹ کو بھیجیں۔ اس میں اپنی خاندانی خدمات کا بھی ذکر کیا اور ممانعت جہاد کی بھی پرزور تحریک کی۔

(ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ سوم، ب)

کتاب کے ان چاروں حصوں کو پڑھنے کے بعد جو تأثر ذہن پر وارد ہوتا ہے کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی آئندہ زندگی کی تمہید اور نقطۂ آغاز تھا اور اس میں ان کے مستقبل کے عزائم عکاسی ہے نیز لوگوں کو مطمئن کرنے اور حق وصداقت کے ثبوت کے لیے آسمانی نشانیوں اور الہامات پر اعتماد نظر آتا ہے۔ مصنف کی بسیار نویسی اور دراز نفسی کی جھلک بھی نظر آتی ہے، لیکن ایک قاری کے لیے اس ضخیم دفتر میں کوئی نادر علمی تجسس، مسیحیت کے مأخذ اور اس کی قدیم کتابوں اور اس کے وحقائق سے ایسی کوئی آشنائی نظر نہیں آتی جو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کی کتابوں اظہار الحق، ازالۃ الاوہام اور دوسری کتابوں میں نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ ندرت استدلال اور شیریں گفتاری نظر آتی ہے۔ جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی کتابوں ''تقریر دلپذیر حجۃ الاسلام اور مباحثہ شاہجہان پور'' وغیرہ میں دکھائی دیتی ہے۔ ہاں ایک قاری کو اس میں دو باتیں صاف دکھائی دیتی ہے ہیں:

۱۔ اس کے اشتہارات میں تجارتی اور کاروباری روح جھلکتی ہے۔

۲۔ اس میں کثرت میں الہامات، مکاشفات، مکالمات خداوندی اور طویل وعریض

دعاوی اور مختلف پیشین گوئیوں کا انبار ملتا ہے بلکہ کتاب کا مرکزی نقطۂ خیال یہ ہے کہ الہامات کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور نہ اسے منقطع ہونا ہی چاہیے۔ چنانچہ یہ کتاب ایک پاکیزہ علمی بحث کے بجائے ایک مدعیانہ تصنیف نظر آتی ہے جس میں مصنف نے اپنی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لیے جگہ جگہ اس کا اشتہار دیا ہے۔

مرزا صاحب نے اس میں جو عربی الہامات نقل کیے ہیں وہ قرآن حکیم کی مختلف آیات کے غیر مربوط ٹکڑوں کا مجموعہ ہیں۔ کچھ عربی الہامات ایسے ہیں جن میں عربیت اور قواعد کی فاش غلطیاں ہیں۔ عربی کے علاوہ کچھ انگریزی الہامات بھی درج ہیں جن کی انگریزی مصنف کی انگریزی سے جہالت کی غمازی کرتی ہے۔

کتاب کے چاروں حصوں میں مرزا صاحب نے اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ الہام کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور اس بات کا بار بار اظہار کیا ہے کہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی دعوت کے لیے میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور عصر حاضر کا مجدد ہوں۔ اور یہ کہ انہیں سیدنا مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک گونہ مماثلت ہے، لیکن اس کتاب میں انھوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ آسمان پر تشریف لیے گئے تھے اور وہی مسیح ابن مریم علیہ السلام دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی بعد والی کئی تصانیف میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ ''براہین احمدیہ'' کے لکھنے کے وقت تک عقیدہ رفع و نزول مسیح کے اسی طرح قائل تھے جیسے کہ دوسرے مسلمان قائل تھے۔ (ملاحظہ ہو نزول المسیح ص ۶، براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵)

اس کتاب میں آپ نے بڑی شد و مد سے کسی جدید نبی اور کسی جدید وحی کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

''اور جب کہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف و مبدل ہو جانا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال و ممتنع ہوا تو نئی شریعت و نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں خاتم رسل ہیں''۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، ص ۱۱۱ حاشیہ)

اس کتاب کی وجہ سے مرزا صاحب ایک گمنامی کی زندگی سے نکل کر شہرت و احترام کے منظر عام پر آ گئے اور لوگوں کو آپ کی شخصیت کے بارے میں تعارف ہو گیا۔ چنانچہ آپ کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

''براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور گوشہ نشینی میں درویشانہ حالت تھی۔ دراصل مستقل طور پر ''براہین احمدیہ'' کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اٹھنی شروع ہوئیں جس نے اس تحدی اور اتنے بڑے انعام کے وعدے کے ساتھ اسلام کی حقانیت کے متعلق ایک عظیم الشان کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔ اب گویا آفتاب ہدایت جو لاریب اس سے قبل طلوع ہو چکا تھا افق سے بلند ہونے لگا۔ اس کے بعد ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا۔ مسلمانوں نے عام طور پر مصنف براہین کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین اسلام کے کیمپ میں بھی اس گولہ باری سے ایک ہل چل مچ گئی۔'' (سیرۃ المہدی، حصہ اول، ص ۱۰۳، ۱۰۴)

علماء کے حلقہ میں خصوصی طور پر اس کتاب کی کوئی پذیرائی نہ ہوئی کیونکہ اس میں کوئی کام کی بات نہ تھی صرف الہامات اور اشعار وغیرہ سے کتاب کے اوراق سیاہ کیے گئے تھے۔ لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی نے حق دوستی ادا کرتے ہوئے مرزا صاحب کی اس کتاب کی اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں تعریف کر دی جس کو قادیانی حضرات اب تک پیش کرتے ہیں لیکن اکثر علماء کی دینی اور علمی قوت شامہ نے اسی وقت محسوس کر لیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور عنقریب دعویٰ نبوت کرنے والا ہے۔ ان لوگوں میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے دونوں صاحبزادے مولانا محمد اور مولانا عبدالعزیز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امرتسر کے اہل حدیث علماء اور غزنوی خاندان کے علماء نے بھی ان الہامات سے نبوت کے دعویٰ کی بو سونگھ لی تھی۔

اگر چہ اس کتاب میں مرزا صاحب ایک مصنف اور مجدد کی حیثیت سے منظر

عام پر آئے لیکن ان کے مستقبل کے عزائم کا اس کتاب سے صاف پتہ چلتا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع ونزول کا عقیدہ آپ نے وہی بیان کیا ہے جو تمام مسلمانوں کا ہے لیکن آپ نے بعد میں نبوت کے منصب پر از خود فائز ہو جانے پر اس عقیدہ کو شرکِ عظیم سے تعبیر کیا ہے۔ گویا ۱۹۹۰ء تک آپ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح رفع مسیح اور نزول مسیح کے عقیدہ کا حامل ہو کر مشرک اعظم تھے حالانکہ نبی قبل از نبوت بھی نہ صرف شرک بلکہ دوسرے عملی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسا نبی اور رسول ہے جو پہلے مشرک تھا بلکہ مشرک اعظم تھا اور پھر یکا یک نبی اعظم ہو گیا؟



باب نمبر(4)

مرزا قادیانی کی نبوت کے ارتقائی مراحل

مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ:

۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب کا دعویٰ صرف مبلغ اسلام اور مجدد ہونے کا تھا، لیکن "براہین احمدیہ" کی اشاعت کے وقت ہی علماء نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ شخص کسی روز نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء تک بقول مرزا بشیر احمد، مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہتے رہے کہ مجھے اصلاح خلق کے لیے مسیح ناصری کے رنگ میں قائم کیا گیا ہے۔ اور مجھے مسیح سے مماثلت ہے۔" (سیرۃ المہدی حصہ اول، ص ۳۹)

لیکن ۱۸۹۱ء میں حکیم نور الدین نے ایک خط کے ذریعے یہ مشورہ دیا کہ وہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کریں چنانچہ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مرزا صاحب نے اپنے پہلے دعویٰ میں تبدیلی کرنی شروع کر دی۔ پہلے آپ کا عقیدہ تھا کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۵، ۴۹۸) لیکن اب یہ کہنا شروع کیا:

"اس نزول سے مراد در حقیقت مسیح ابن مریم کا نزول نہیں ہے بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے۔ (توضیح المرام: ص ۲)

حکیم صاحب اس خط کا جواب مرزا صاحب نے ۲۴ رجنوری ۱۸۹۱ء میں کچھ یوں دیا:

"جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ

چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں، لیکن یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے، لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء ہی کو رکھا ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد ۵، ص ۲، ص ۸۵)

حکیم نور الدین کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کا فکری سرچشمہ اور اصل مجوز و مصنف حکیم صاحب تھے، لیکن اس مشورہ کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے؟ اس کے بارے میں ہم پورے وثوق کے ساتھ کسی ایک چیز کا تعین نہیں کر سکتے، لیکن انبیاء کا معاملہ ان خارجی تحریکات اور مشوروں سے بالکل الگ ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے منتخب ہو کر آتے ہیں نہ کہ مشوروں اور دعوؤں سے بنتے ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب نے حکیم صاحب کے مشورہ کو قبول کرنے سے ظاہری طور پر معذرت کر دی لیکن ۱۸۹۱ء میں اپنی تصنیف ''فتح اسلام'' میں آپ نے آخر مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر ہی دیا۔ چنانچہ انھوں نے لکھا:

''اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمھارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمھارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا ہوں تا کہ دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اسی طرح بھیجا گیا تھا جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیرو ڈس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمانوں کی طرف اٹھائی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے، دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لیے آیا تو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اول کا مثیل بنایا مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا، ایک مثیل مسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل مسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی

میں آسمان سے اترا، اور وہ اترتا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لیے نزول ہوتا ہے۔ اور سب باتوں میں اسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اترا جو مسیح ابن مریم کے اترنے کا زمانہ تھا تا کہ سمجھنے والوں کے لیے نشان ہو۔''

(فتح الاسلام، ص ۶۔۷)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے صاف طور پر مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ عبارت کو مبہم اور گنجلک بنا دیا ہے تا کہ لوگوں کا ردعمل معلوم کیا جا سکے کیونکہ نزول مسیح کا عقیدہ اہل اسلام میں گذشتہ تیرہ صدیوں سے بلا کسی انقطاع تسلسل کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ قرآن حکیم بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نزول مسیح کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ موجودہ دور میں امام العصر علامہ سید انور شاہ کاشمیری نے اس بارے میں عقیدۃ الاسلام کے نام سے ایک بے مثل کتاب لکھی ہے۔ اس وجہ سے مرزا صاحب نے مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ گنجلک الفاظ میں کیا۔ دوسرے اس دعویٰ میں کچھ اشکال بھی تھے یعنی آنے والے مسیح کی کچھ علامات احادیث میں مرقوم تھیں اور ان میں سے ایک علامت بھی مرزا صاحب میں نہ پائی جاتی تھی، اس وجہ سے بھی بہت مشکل تھا کہ لوگ آپ کو مسیح موعود تسلیم کریں لہٰذا آپ نے آہستہ آہستہ اور تدریجی طور پر اس دعویٰ کو ثابت کیا۔ اپنی ایک اور کتاب میں آپ نے لکھا:

''مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام والہام الٰہی یہی عاجز ہے۔'' (توضیح المرام، ص ۲)

سیدنا مسیح بن مریم علیہ السلام کی کوئی علامت بھی آپ میں نہیں پائی جاتی تھی، اس

وجہ سے آپ نے اپنے کشف والہامات کے ذریعہ سے اور جمل کے حساب سے اپنے کو مسیح موعود ثابت کرنا شروع کر دیا کبھی یہ لکھا:

''مجھے کشفی طور پر مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبۂ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ محض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔'' (ازالۂ اوہام، ص۹۰)

مرزا صاحب نے دعویٰ تو مثیل مسیح ہونے کا کر دیا لیکن خود اس دعویٰ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ چنانچہ لکھا کہ:

''اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں''۔ (توضیح مرام، ص۱۹)

ایک اشتہار میں یہ اعلان کیا کہ:

''مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت کے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے''۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد۲ ص۲۱)

ایک خط میں مولوی عبدالجبار صاحب کو لکھا کہ:

''میں اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا اور نہ کروں گا کہ شاید مسیح موعود کوئی اور بھی ہو۔ اور شاید یہ پیشگوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ہیں، ظاہری طور پر اس پر جمتی

ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو''۔

(خط مرزا غلام احمد قادیانی بنام مولوی عبدالجبار، مورخہ ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول ملحقہ جلد دوم ص ۱۵۹)

ایک اور کتاب میں لکھا کہ:

''میں نے صرف مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں۔ ہاں اس زمانہ کے لیے مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کا انتظار بے سود ہے۔ پس اس بیان کی رُو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا، درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لیے اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہو جائے''۔ (ازالۂ اوہام ص ۱۹۹)

جب دیکھا کہ لوگ میرے اس مثیل مسیح کے دعویٰ کو بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں تو کشتی نوح ص ۴۶ عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ لکھا:

''پھر جیسا براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو و نما پاتا رہا۔ پھر مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے: مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتیٔ نوح، ص ۴۶)

اب مختلف کتابوں میں مسیح علیہ السلام سے اپنی مشابہتیں بتانی شروع کر دیں۔ اور پھر صاف لکھا:

''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا''۔ (تحفہ گولڑویہ: ص ۱۹۵)

قادیانیوں کے لیے ایک الجھن:

قادیانی حضرات کے لیے ایک اور الجھن یہ پیدا ہوگئی کہ مسیح موعود اور مثیل مسیح میں بڑا فرق ہے۔ مسیح موعود سے مراد بعینہ وہ مسیح ہے جس کے آنے کی بشارت احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ اور مثیل سے مراد ایسا شخص ہے جو مسیح موعود سے بعض صفات میں ملتا جلتا ہو رستم ایک ہی تھا لیکن رستم جیسے (مثیل رستم) بہت سے ہو سکتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے۔

''مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰)

''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں''۔ (تحفہ گولڑویہ: ص ۱۹۵)

احادیث میں چونکہ مسیح موعود کا لفظ موجود نہیں بلکہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا ہے، اس لیے اپنے کو مسیح ابن مریم بھی کہا:

''سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے۔'' (ازالۂ اوہام ص ۶۵۹)

یہ تو آپ کا دعویٰ تھا اب ذرا یہ اقتباسات بھی ملاحظہ فرمائیں:

''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح آجائیں''۔ (ازالۂ اوہام ص ۱۹۹)

''مجھے مسیح ابن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ مجھے تو فقط مثیل ہونے کا دعویٰ ہے''۔ (اشتہار تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۲۱)

''یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل (مسیح موعود نہیں بلکہ مثیل موعود) سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی سے مسیح موعود کہتے ہیں''۔

اب ذیل کا اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں، جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذّاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں''۔

اسی کتاب میں چند صفحات پہلے یہ لکھا:

''اب جو امر کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے، وہ یہ کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں'' (ازالۂ اوہام جلد ۲ طبع دوم)

اسی کتاب یعنی ''ازالۂ اوہام'' میں اپنے کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے ۱۹۱ صفحات وقف کیے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میرے دعوے کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ ان بیانات سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:

''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۱۲)

''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق'' (ست بچن، ص ۳۱)

اس الجھن کا جواب قادیانیوں کے پاس کوئی نہیں سوائے اس بات کے کہ وہ وہی بات کہیں جو مرزا صاحب نے کہی کہ ایسا انسان یا پاگل ہے یا منافق۔

نبوت کا دعویٰ:

مجدد، محدث، مہدی، مثیل مسیح اور مسیح ابن مریم کے درجہ بدرجہ دعووں کے بعد بالآخر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور عوام کو مغالطوں میں ڈالنے کے لیے کبھی امتی نبی، کبھی غیر تشریعی نبی اور کبھی تشریعی نبی وغیرہ کے ڈھونگ رچاتے رہے وہ اصل میں کیا ہے؟ شاید خود بھی پتہ نہیں کیونکہ انھوں نے اپنی کتابوں میں اس قدر دعوے کیے ہیں کہ عام

آدمی ان کے ان تناقضات کے تناظر میں ان کی اصل حقیقت کو جاننے سے قاصر ہے۔

چنانچہ ایک شخص کے سوال پر کہ آپ کی عبارتوں میں تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے کو ''غیر نبی'' لکھتے ہیں اور کہیں ''مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر'' قرار دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ مرزا صاحب اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا، مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی، مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو ''براہین احمدیہ'' میں شائع کیا (گویا مرزا صاحب کو پہلے خود بھی اپنی وحی پر اعتماد اور اعتبار نہ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے بعد ایک ایسے عقیدے پر قائم رہے جس کو بعد میں انھوں نے ''شرک عظیم'' کہا اس سے پتہ چلتا ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا صاحب ''مشرک اعظم'' تھے۔ ناقل) لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں، ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے ''براہین احمدیہ'' میں لکھ دیا تھا۔

''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا، مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی تو اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے

امتی۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹۔۱۵۰، روحانی خزائن: جلد ۲۲، ص ۱۵۲۔۱۵۴)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنی وحی کی آڑ میں اپنے دعووں میں تبدیلی کرتے رہے۔ کبھی مجدد تو کبھی محدث، کبھی مثیل مسیح اور کبھی مسیح موعود، کبھی غیر شرعی نبی تو کبھی شرعی نبی، کبھی محمد اور احمد وکبھی صرف احمد، کبھی نبی اکرم ﷺ سے افضل تو کبھی الوہیت کے مدعی۔ گویا گرگٹ کی طرح اپنا رنگ بدلتے رہتے تھے۔ اسی تبدیلیٔ رنگ کے تحت انھوں نے اب نبوت کا دعویٰ کرنا چاہا تو سب سے پہلے انھوں نے ختم نبوت کی تاویل اور اپنی نبوت کی تشکیل کچھ عجیب الفاظ میں کی۔ لکھا:

''اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت ﷺ اس سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے اور اس کا اپنا وجود کچھ نہیں اور اس کا پنا کمال نبی متبوع کا کمال ہے۔ اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور امتی بھی، مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔ (چشمۂ مسیحی: ص ۱۴ حاشیہ)

اندازہ فرمایئے کہ ختم نبوت کی کیسی بودی تاویل کی ہے اور ایسی تاویل صرف اس لیے کی تا کہ مرزا صاحب اپنی نبوت کے لیے راہ ہموار کر سکیں۔ چنانچہ خود مرزائیوں کے نزدیک ختم نبوت کی حقیقت کو سوائے ان کے خاص آدمیوں کے اور کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور سمجھ بھی کوئی کیسے سکے کیونکہ قادیانیوں کے ہاں ختم نبوت کے جو معنی ہیں وہ چودہ سو سال میں امت محمدیہ میں سے کسی نے کیے ہی نہیں۔ چنانچہ قادیانیوں کے ہاں ختم نبوت کی حقیقت یہ ہے:

''محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو سوائے اس کے جو خود حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی طرح خاتم الاولیاء ہے کیونکہ کسی چیز کی اصل

حقیقت کا سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل یا حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ ہیں یا حضرت مسیح موعود''۔

(قادیانی رسالہ تشحیذ الاذہان نمبر ۸ جلد ۱۲ ص ۱۔۲، ماہ اگست ۱۹۱۷ء بحوالہ قادیانی مذہب)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ختم نبوت کے اہل یا تو نبی اکرم ﷺ ہیں یا پھر مرزا غلام احمد قادیانی۔ قارئین ملاحظہ فرمایئے کہ اس کذاب نے ختم نبوت کے معنوں میں تحریف وتاویل کی یہ کس قدر جسارت کی ہے۔ بہر حال بتایا یہ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں نبی آ سکتا ہے۔ غیر امتی نبی نہیں آسکتا۔ اب اس تاویل کو مرزا صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اپنی ایک کتاب میں اس کو ان لفظوں میں بیان کیا:

''جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی امت سے ہے اور جو کچھ پایا انہی کے فیضان سے پایا۔ وہ لعنتی ہے اور خدا کی لعنت اس پر اور اس کے انصار پر اور اس کے پیروؤں پر اور اس کے مددگاروں پر ہو''۔ (ترجمہ از عربی)

(مواہب الرحمٰن، ص ۶۹، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۲۸۷)

ایک اور تاویل اپنی خود ساختہ نبوت کی تشکیل کے لیے یہ کی کہ ''خاتم النبیین'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مہر سے نبی بنتے ہیں۔ چنانچہ لکھا:

''خدا نے اس زمانے میں یہ محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام ''خاتم النبیین'' ٹھہرا، یعنی آپ ﷺ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ ﷺ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی''۔

(حقیقت الوحی ص ۹۶، تعلیقہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۹۹۔۱۰۰)

مرزا بشیر الدین محمود نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ ص ۳۲۸ میں مہر سے نبی بننے والا یہی فلسفہ بیان کیا ہے۔ اپنی مشہور کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں اس شے کو ان الفاظ

میں بھی بیان کیا ہے لکھا ہے:

''جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اور وہ خاتم الانبیاء بنے، مگر ان معنوں میں نہیں کہ آئندہ اس سے روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت میں چھوڑنا نہیں چاہا''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۷، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۹۔۳۰)

منظور الٰہی قادیانی لکھا:

''خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود (علیہ ماعلیہ) نے فرمایا کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنخضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے''۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۹۰، مرتبہ منظور الٰہی قادیانی)

مرزا بشیر الدین محمود نے ''مہر'' کے اس فلسفہ کو اور زیادہ اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ جمعہ کے ایک خطبہ میں لاہوری پارٹی کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''کہا گیا ہے کہ مبایعین (قادیانی جماعت) آنخضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے، لیکن مجھے افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور باوجود اس کے آنخضرت ﷺ کو خاتم النبیین بھی کہتے ہیں۔ وہ خاتم یعنی مہر ہی کیا ہوئی جو کسی کاغذ پر نہ لگی اور اس نے کسی کاغذ کی تصدیق نہ کی اسی طرح نبی کریم ﷺ خاتم النبیین کیا ہوئے جب کسی انسان پر آپ ﷺ کی نبوت کی مہر نہ لگی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوا۔ اگر آپ کی امت میں کوئی نبی نہیں ہے تو آپ خاتم النبیین بھی نہیں ہیں''۔

(خطبۂ جمعہ بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل قادیان، جلد ۲ ص ۱۵۱، مورخہ ۱۰ جون 1915)

اگر خاتم النبیین کا معنی یہی ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مہر

سے نبی بنتے ہیں تو مرزا صاحب کی اس عبارت کا پھر کیا مطلب ہے جس میں وہ اپنے کو "خاتم الاولاد" بتاتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں اور میں ان کے لیے "خاتم الاولاد" تھا"۔

(تریاق القلوب ص ۱۵۷، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۷۹)

کیا یہاں "خاتم الاولاد" کے معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب کی مہر سے ان کے والدین کے گھر اولاد ہوتی تھی؟ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے والدین کی بالکل آخری اولاد تھے اور اس کے بعد ان کے والدین کے گھر اور کوئی اولاد نہیں؟ یقیناً اس کے یہی دوسرے معنی ہیں۔ اور اگر اس کے یہی معنی ہیں تو پھر "خاتم النبیین" کے یہ معنی کیوں نہیں کہ آپ ہر قسم کے نبیوں کے سب سے آخری نبی ہیں۔ حقیقتاً اس کے یہی معنی ہیں اور چودہ سو سال سے پوری امت کے لوگ مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے یہی معنی سمجھتے تھے اور اب بھی دنیا بھر کے مسلمان یہی معنی سمجھتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لیے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں کہ یہ تو چوہڑے چماڑوں کو بھی آجاتے ہیں"۔

(حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۷۲، ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ "بدر" قادیان مورخہ ۵ / مارچ ۱۹۰۸)

مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں بھی لکھا کہ:

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا، اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ

راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا ہے اور جو کچھ قصے ہیں۔ کوئی اگرچہ اس کی راہ میں جان بھی فدا کرے، اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کر لے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات و مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانے میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی''۔ (ضمیمہ براہیم احمدیہ، جلد پنجم ص ۱۸۳، روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۳۵۴)

اوپر دیئے گئے تمام اقتباسات کے علاوہ اور بہت سے اقتباسات موجود ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد نبی آنے کا نظریہ مختلف طریقوں سے لوگوں کے ذہنوں میں ٹھونسا گیا۔ آخر ایک وہ وقت بھی آ گیا جب مرزا صاحب نے علی الاعلان نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کی روئیداد کچھ یوں ہے:

۱۹۰۰ء میں قادیان کی مسجد کے امام اور خطیب مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے اپنے جمعہ کے وعظ میں مرزا صاحب کے لیے رسول اور نبی کا لفظ استعمال کیا۔ جمعہ کے اختتام پر اس لفظ کی وجہ سے کچھ لوگوں میں ایک ہیجان سا پیدا ہوا جن میں سرفہرست مولوی محمد احسن امروہی تھے۔ جب مولوی عبدالکریم کو پتہ چلا کہ مولوی محمد احسن امروہی نے ان الفاظ پر غصے کا اظہار کیا ہے تو آئندہ جمعہ کے خطبہ میں انھوں نے مرزا غلام احمد کو جو اس وقت مسجد میں موجود تھے، مخاطب کر کے کہا کہ اگر یہ الفاظ آپ کے بارے میں میں نے غلط استعمال کیے ہیں، تو آپ میرے عقیدہ کی درستگی کر دیں۔ نماز جمعہ کے اختتام پر مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کو کوئی جواب نہ دیا۔ مولوی عبدالکریم نے مرزا صاحب کا دامن پکڑ کر پھر دوبارہ پوچھا کہ بتایئے میں نے آپ کے بارے میں نبی اور رسول کے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ غلط ہیں یا صحیح؟ مرزا صاحب نے پلٹ کر مولوی عبدالکریم کو جواب دیا کہ میرا اپنا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اسی اثناء میں مولوی محمد احسن امروہوی سخت غصہ کی حالت میں مسجد میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ جب مولوی عبدالکریم فارغ ہو کر مولوی امروہی کے پاس آیا تو دونوں میں ایک جھگڑا سا شروع ہو گیا۔ جب اس جھگڑے میں ان دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو مرزا صاحب گھر سے نکل کر مسجد میں

آئے اور قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی:

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی O

(الحجرات ۴۹:۲)

اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔

مولوی عبدالکریم کے اس خطبہ سے مرزا صاحب کی نبوت کا آغاز ہوا اور اس خطبہ کی وجہ سے مرزا صاحب کو پورا یقین ہو گیا کہ ان کے معتقدین اور مریدین ان پر بڑا پختہ یقین رکھتے ہیں اور وہ کسی بھی دعویٰ کی صورت میں ان سے بدکنے والے نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد انھوں نے اپنے کو برملا نبی اور رسول کہنا شروع کر دیا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حافظ محمد ابراہیم قادیانی کا حلفیہ بیان بھی اس بات کی تائید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود کے زمانے کا احمدی ہوں اور میں نے ۱۸۹۹ء میں بیعت کی تھی۔ میں ان معنوں میں حضرت مسیح موعود کو خدا کا نبی اور رسول یقین کیا کرتا تھا، جن معنوں میں رسول کریم ﷺ نے آپ کا نام اپنی پیشینگوئی میں نبی اللہ رکھا ہے اور میں اس دعویٰ نبوت حضرت مسیح موعود پر یقین رکھتا ہوں۔ میرے سامنے مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور مولوی محمد احسن آپس میں بحث کر رہے تھے تو دوران مباحثہ میں آوازیں بلند ہو گئیں۔ اور اونچا اونچا بولنا شروع ہو گیا۔ تو حضرت اقدس موعود نے فرمایا: " لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی " اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب تو بالکل خاموش ہو گئے اور مولوی محمد احسن صاحب کچھ آہستہ آہستہ بولتے رہے''۔

(حافظ محمد ابراہیم قادیانی کا حلفیہ بیان مندرجہ رسالہ فرقان، قادیان، جلد ۱ نمبر ۱۰، بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء)

چنانچہ اس دعویٰ نبوت کے بعد برملا کہا جانے لگا:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔

(دافع البلاء، ص ۱۱، روحانی خزائن)

کبھی یہ کہا کہ میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے یا میں وہ آئینہ

ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ (نزول المسیح ص ۳ حاشیہ)

کبھی یہ کہا کہ:

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵۰۳)

اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ کہا کہ:

''خدا تعالیٰ نے مجھے انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرا دیا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں: میں آدم ہوں، میں شہنشاہ ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد ہوں''۔

(حقیقۃ الوحی ص ۷۳ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۷۶)

کبھی یہ کہا کہ:

''ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں''۔

(اخبار البدر قادیان ۵ مارچ ۱۹۰۸ء مندرجہ حقیقۃ النبوۃ جلد ۱ ص ۲۷۲ ضمیمہ ۳)

مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں لکھا:

''سیدنا حضرت مسیح موعود کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور وفات کے بارے میں آپ کے عقیدہ میں تبدیلی ہوئی یعنی پہلے ایک زمانہ تک حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے رہے اور پھر ان کے فوت شد ہونے کا اعلان کیا، اسی طرح اپنی نبوت کے بارے میں بھی حضور کے خیالات میں تغیر ہوا یعنی ایک زمانہ تک آپ اپنے آپ کو نبی خیال نہیں فرماتے تھے، لیکن پھر اپنے آپ کو نبی یقین کرنے لگے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضور کی پہلے زمانہ کی تحریرات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نبوت کے مدعی نہیں، لیکن آخری زمانہ کی تحریرات و تقریرات یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپ نبوت کے دعویدار تھے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ حضرت

مسیح موعود نے مسئلہ نبوت میں اپنے عقیدہ کو ۱۹۰۱ء کے قریب تبدیل کیا ہے۔ اور یہ امر اس قدر واضح ہے کہ اس میں شک کرنے کی گنجائش ہی باقی نہیں ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۸ نمبر ۱۱۴ مورخہ ۱۳/ جون ۱۹۴۰)

ایک طرف تو یہ کہا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد ہزاروں نبی آ سکتے ہیں بلکہ آئیں گے چنانچہ مرزا بشیر الدین لکھتا ہے کہ:

"انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے۔ ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے"۔ (انوار خلافت ص ۶۲، بشیر الدین محمود)

ایک اور بیان میں مرزا بشیر الدین نے یہ کہا کہ:

"ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ اس امت کی اصلاح اور درستی کے لیے ہر ضرورت کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء بھیجتا رہے گا"۔

(تقریر مرزا بشیر الدین مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۲/ مئی ۱۹۲۵ء جلد ۱۲ نمبر ۱۲۴)

لیکن دوسری طرف خود مرزا غلام احمد کا اپنا بیان ہے کہ:

"اس امت میں نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا، اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱، روحانی خزائن ص ۴۰۶۔۴۰۷ جلد ۲۲)

ایک اور مقام پر لکھا کہ:

"پس ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آ سکتے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود ہے اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول نہیں رکھا اور نہ کسی اور نبی کے آنے کی آپ کو خبر دی ہے۔ بلکہ "لا نبی بعدی" فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا"۔

(رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان، جلد ۹ نمبر ۳ ص ۳۰۔۳۲، مارچ ۱۹۱۴ء)

خود مرزا غلام احمد نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

''ہلاک ہو گئے وہ جنھوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا مبارک وہ جس نے مجھ کو پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے''۔ (کشتی نوح ص ۵۶، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۶۱)

اب ان دونوں باتوں میں کھلا ہوا تناقض ہے حالانکہ یہ تناقض یا پاگلوں کا کام ہے یا منافقوں کا۔ چنانچہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں کہ:

''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق'' (ست بچن، ص ۳۱)

ایک اور کتاب میں کہا:

''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۲)

اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ:

''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۹۱)

تشریعی نبوت کا دعویٰ:

اکثر قادیانی یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریعی نبوت عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ ان کی یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ تشریعی نبوت کا تھا چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:

''ماسواء اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام: ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم، ذالك ازكىٰ لھم'' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری

وحی میں امر بھی ہیں ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ"۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی"۔ (اربعین ۴ ص ۶، روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۴۳۵۔۴۳۶)

اس اقتباس میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی تھے۔ دوسرے تمام قادیانی انہیں (مرزا صاحب کو) اپنے عمل سے تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں یعنی ان کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو بغیر کسی حیل و حجت کے واجب الاتباع مانتے اور گردانتے ہیں، خواہ وہ عمل شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے۔ (یہ بالکل غلط ہے۔ ناقل) پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا، اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے بچانا قبول کیا گیا۔ اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا"۔ (اربعین ۴ ص ۱۵ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۴۴۳)

مرزا صاحب نے صرف جہاد ہی منسوخ نہیں کیا بلکہ شریعت محمدیہ میں جہاد کے بارے وہ تمام احکام جیسے خمس، فئے، جزیہ اور غنائم کی تقسیم وغیرہ جو کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں یک قلم منسوخ ہو گئے۔ اس کے بعد تشریعی نبوت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب صحیح معنوں میں صاحب شریعت نبی تھے۔ اور قادیانیوں کا یہ کہنا کہ وہ غیر تشریعی نبی تھے، عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

دعویٰ نبوت میں اور ترقی (عین محمد ﷺ):

مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ لوگ مہدی کے بعد مسیح اور مسیح کے بعد اب میرے دعویٰ نبوت کو بھی برداشت کر گئے ہیں اور اب میری ذات پر بعض وجوہ کی بنا پر ان کا غیر متزلزل ایمان ہے تو انھوں نے ایک قدم اور بڑھایا اور دعویٰ کر دیا کہ میں نہ صرف نبی ہوں بلکہ محمد اور احمد ہوں۔ اور میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت منعکس ہوتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے''۔

(نزول المسیح ص ۳ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۳۸۱)

اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھا کہ:

''اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں''۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۷۳، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۷۶)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزائی عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی دو بعثتیں ہیں پہلی بعثت بشکل محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہوئی اور دوسری بعثت مرزا غلام احمد کی شکل میں قادیان میں ہوئی، لہٰذا مرزا صاحب ''عین محمد'' ہیں۔ یہ عقیدہ شروع ہی میں ایک قادیانی کے ذہن میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں مرزا بشیر الدین محمود کا بیان ہے:

ادھر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور شروع میں ہی اس کو خدا اور خدا کے رسول پاک کا نام سنایا جاتا ہے۔ بعینہ یہ بات میرے ساتھ ہوئی میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ ''مسیح موعود محمد است وعین محمد است''۔ (اخبار الفضل قادیان، ۷/ اگست ۱۹۱۵ء)

سرکار دو عالم ﷺ کے دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کا عقیدہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان کا نہیں رہا ہے۔ یہ ہندوانہ عقیدہ ہے، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس عقیدہ کا کہیں نام نہیں ملتا۔ خود قادیانیوں کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ چودہ سو سال میں

انھوں نے ہی اس عقیدہ کو جنم دیا ہے، اس سے قبل لوگ اس سے بالکل نا آشنا تھے۔ گویا چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کسی شخص کو اس عقیدہ کے بارے میں علم نہیں ہوا، صرف مرزا غلام احمد کو اس بارے میں بتایا گیا۔ چنانچہ قادیانی اخبار ''الفضل'' لکھتا ہے:

''آج تک مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ بات آنحضرت ﷺ کی شان کے متعلق بیان نہیں کی اور نہ ہی اس حقیقت سے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) سے پہلے کوئی شخص واقف اور شناسا پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں ہیں۔ تمام دنیائے اسلام میں صرف آپ (مرزا غلام احمد) ہی کا ایک وجود ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی شان کا اظہار آپ کی دو بعثتوں کی حیثیت میں کیا ہے۔ چنانچہ آپ ''تحفہ گولڑویہ'' کے ایڈیشن اول کے صفحہ ۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ (الفضل قادیان، ۲۴ر جنوری ۱۹۳۱ء)

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانی بشکل مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ اپنے جلو میں اور کئی بھی عقائد کو جنم دیتا ہے چنانچہ جو عقائد اس نظریے سے نکلتے ہیں، قادیانی حضرات ان کے بھی قائل ہیں اور وہ عقائد حسب ذیل ہیں:

۱۔ سب سے پہلا عقیدہ جو اس قادیانی بعثت ثانی سے جنم لیتا ہے وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تمام تعلیمات جو آپ ﷺ دنیا میں لے کر آئے تھے وہ مرزا غلام احمد کی بعثت سے پہلے اس دنیا سے بالکل نابود چکی تھیں کیونکہ کسی نبی کی ضرورت اس وقت لاحق ہوتی ہے جب پہلی نبوت کی لائی ہوئی تعلیمات دنیا سے غائب اور ختم ہو جائیں۔ چنانچہ قادیانی حضرات کا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا غلام احمد کے مبعوث ہونے سے پہلے محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت ونبوت کی تمام تعلیمات ختم اور آپ کی نبوت کا چراغ بجھ چکا تھا اور دنیا گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہدایت کے لیے ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی۔ انسانیت کسی نور کی متلاشی تھی کہ محمد ﷺ کی بعثت ثانی بشکل مرزا غلام احمد ہوئی۔ چنانچہ

مرزا غلام احمد نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں اپنی کتاب میں بتایا ہے:

''آیت "انا علیٰ ذھاب بہ لقادرون" میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی نسبت خدائے تعالیٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھالیا جائے گا، سو ایسی ہی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی حالت ہوگئی تھی۔ قرآن کی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھایا تھا، اس سے لوگ بے خبر ہیں۔ وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا، اس سے لوگ غافل ہوگئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ انہیں معنوں میں کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انھی حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے ولا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) یہ حدیث درحقیقت اسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت "انا علیٰ ذھاب بہ لقادرون" میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۷۲۲، ۷۲۷ حاشیہ)

مرزا صاحب کی اس عبارت کی تفصیل وتشریح ان کے بیٹے سے سنیے۔ لکھتا ہے:

''مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا جب دنیا میں چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا اور بر و بحر میں ایک طوفان عظیم برپا ہو رہا تھا مسلمان بن کر خیر الامت کا خطاب ملا تھا۔ نبی عربی کی تعلیم سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ تب یکا یک آسمان پر سے ظلمت کا پردہ پھٹا اور خدا کا ایک نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) فرشتوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر اترا۔ (فرشتوں کے کاندھوں پر نہیں انگریزوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر۔ ناقل) (کلمۃ الفصل، ص ۱۰۰)

مرزا بشیر احمد اس بارے میں مزید یہ لکھتا ہے:

''سچ ہے اگر مسلمان اسلام پر قائم ہوتے تو کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود (مرزا صاحب) کو بھیجتا۔ (اللہ تعالیٰ نے تو بھیجا نہیں وہ تو انگریزوں کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ ناقل) مگر نہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ دنیا ایمان سے مفقود ہے اور اسلام صرف زبانوں تک محدود ہے (اسی لیے تو قادیانی یورپین ملکوں میں جھوٹ بول کر۔

سیاسی پناہ لے رہے ہیں۔ ناقل) اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا تب اللہ تعالیٰ ایک فارسی النسل کو کھڑا کرے گا تاکہ وہ نئے سرے سے لوگوں کو اسلام پر قائم کرے۔ ایمان واقعی ثریا پر چلا گیا تھا۔ مسیح موعود (مرزا غلام احمد) اسے پھر دنیا میں واپس لایا"۔ (اسی ایمان کی برکت سے یورپی ملکوں میں انھیں سیاسی پناہ مل رہی ہے۔ ناقل) (کلمۃ الفصل ص۱۰۲)

"ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے، اس لیے ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اتارا جائے"۔ (کلمۃ الفصل ص۲۰۳)

۲۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کا دور قیامت کے لیے ہے اور آپ پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ لیکن قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی دوسری بعثت جو مرزا غلام احمد کی شکل میں ہوئی اس کا آغاز چودھویں صدی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیرھویں صدی کے آخر میں پہلی بعثت کی تمام برکات ختم ہو گئی تھیں۔ قرآن، اسلام اور ایمان سب کچھ اٹھ چکا تھا اور مدعیان اسلام اس مذہب سے بہت دور جا پڑے تھے جس مذہب کو فاران کی چوٹیوں سے اترنے والا آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں لایا تھا۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مکی بعثت کا دور تیرہویں صدی کے آخر میں ختم ہو چکا تھا اور اب چودھویں صدی سے قادیانی بعثت کا دور شروع ہوتا ہے، لہٰذا مکی بعثت کالعدم قرار پا کر اب نجات کا دارومدار قادیانی بعثت پر ایمان لانے پر ہے۔

چنانچہ مرزا بشیر احمد اس بارے میں واضح الفاظ میں لکھتا ہے:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے"۔

(کلمۃ الفصل، ص۱۱۰)

قادیانی کی بیعت نہ کرنے والا جہنمی ہے:

اسی کتاب میں ایک اور جگہ پر مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

''پھر ہمیں تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اسلام کیسا اسلام ہے جو انسان کو نجات نہیں دلا سکتا (وہ اسلام تو تیرھویں صدی کے آخر میں ختم ہوگیا۔ ناقل) کیونکہ ہم حضرت مسیح موعود کے صریح الفاظ میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں جیسا کہ آپ اربعین نمبر۳ صفحہ۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (یہاں پر مرزا بشیر نے مرزا غلام احمد کے کافی حوالے اس بارے میں دیے کہ اب نجات صرف مجھ پر ایمان لانے میں ہے۔ اور پھر آخر میں لکھا۔ ناقل) پھر ایک مسیح موعود کا الہام ہے جو آپ نے اپنے اشتہار معیار الاخبار مؤرخہ ۲۵؍مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸ پر درج کیا اور وہ یہ ہے:

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے''۔

اختصار کے طور پر اتنے حوالے دیے جاتے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود نے بیسیوں جگہ اس مضمون کا ادا کیا ہے''۔ (کلمۃ الفصل: ص ۱۲۸۔۱۲۹)

حضور ﷺ کے تمام کمالات قادیانی میں:

۳۔ جب قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محمد رسول اللہ ﷺ کی دوسری بعثت کا مظہر ہے اور وہ ''عین محمد'' ہے تو پھر یہ عقیدہ رکھنا بھی اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ وہ تمام کمالات واوصاف جو پہلی بعثت میں رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھے وہ اب بروزی رنگ میں سارے کے سارے مرزا صاحب کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جس مسند رسالت ونبوت پر پہلے سرکار دو عالم ﷺ فائز تھے، اب اس مسند پر مرزا غلام احمد براجمان ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:

''جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا

جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے"۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص؟)

قادیانیت کا آرگن "الفضل" اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:

"پس جب کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود کا وجود خاص آنحضرت ﷺ کا ہی وجود ہے یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعود اور آنحضرت ﷺ آپس میں کوئی دوئی اور مغایرت نہیں رکھتے بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں یعنی لفظوں میں باوجود دو ہونے کے ایک ہیں"۔ (اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۱۵ء)

مرزا قادیانی کا رحمۃ للعالمین ہونا:

۴۔ جب سرکار دو عالم ﷺ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان کوئی دوئی نہ رہی اور نام، کام، منصب و مقام اور درجہ و مرتبہ اور نبوت و کمالات نبوت دونوں دونوں ایک ہو گئے تو وہ تمام خصوصیات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مرزا غلام احمد کو منتقل ہو گئیں جو بعثت اول میں رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھیں۔ چنانچہ اگر بعثت اول میں رسول اللہ ﷺ "رحمۃ للعالمین" تھے تو دوسری بعثت میں مرزا غلام احمد بھی رحمۃ للعالمین ہو گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا کہ آیت رحمۃ للعالمین میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(تذکرہ: ص ۸۳، ۴۹۶، ۶۲۴ طبع دوم)

چنانچہ لکھا ہے:

"یہ مسلمان کیا منہ لے کر دوسرے مذاہب کے بالمقابل اپنا دین پیش کر سکتے ہیں تاوقتیکہ وہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی صداقت پر ایمان نہ لائیں جو فی الحقیقت وہی ختم المرسلین تھا کہ خدائی وعدہ کے مطابق دوبارہ آخرین میں مبعوث ہوا۔ وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے "رحمۃ للعلمین" بن کر آیا تھا۔

(الفضل قادیان مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء)

مرزا قادیانی کا خاتم النبیین کا دعویٰ:

سرکار دو عالم ﷺ کی ایک خصوصیت "خاتم النبیین" ہے۔ یہ صفت اب

چودھویں صدی کے شروع میں مرزا غلام احمد کو منتقل ہوگئی ہے۔لہٰذا اب خاتم الم رزا غلام احمد ہے۔ چنانچہ لکھا کہ :

''میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: " وآخرین منھم لمایلحقو بھم" بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء میں ہوں''۔(ایک غلطی کا ازالہ ص)

''ہلاک ہوگئے وہ جنھوں نے ایک برگزیدہ رسول (مرزا غلام احمد) کو قبول نہ کیا، مبارک ہے وہ جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اوراس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔'' (کشتی نوح:ص ۵۶)

سرور کائنات ﷺ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ ﷺ تمام انسانیت کے لیے نبی اور رسول تھے۔ یہ خصوصیت بھی مرزا صاحب کے حصہ میں آئی اور چودھویں صدی کے آغاز سے اب مرزا صاحب تمام انسانیت کے رسول ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک الہام بھی ہے:

یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاًO

اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

مرزا بشیر احمد نے بھی کلمۃ الفصل ص ۱۱۴ پر بھی یہی بات لکھی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ ساری دنیا کے لیے بشیر و نذیر تھے، اب ساری دنیا کا بشیر و نذیر مرزا غلام احمد ہے۔(ملاحظہ ہو تذکرہ ص ۱۵۴)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ " قاب قوسین "کا مقام سرکار دو عالم ﷺ کے لیے مختص ہے لیکن قادیانی یہ کہتے ہیں کہ اب یہ منصب مرزا غلام احمد کو حاصل ہے۔

(تذکرہ،ص ۱۷۰)

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و التحیات نہ صرف اس امت کے نبی ہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ قادیانی عقیدہ کے مطابق یہ خصوصیت بھی مرزا صاحب کو حاصل ہے کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق تمام انبیاء سے مرزا صاحب پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہوا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ عہد خود سرکار دو عالم ﷺ سے بھی لیا گیا تھا۔جس کی تفصیل آگے آرہی ہے:

اسی طرح مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق سرکار دو عالم ﷺ کا وجود باعث تخلیق کائنات ہے اور آپ اس کائنات کی ''علت غائی'' ہیں لیکن اب قادیانی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد باعث تخلیق کائنات ہے اور اس کا الہام یہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۹۹)

لولاك لما خلقت الافلاك -

یعنی اگر (اے مرزا) میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

غرض کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تمام خصوصیات بعثت ثانی میں قادیان کے مرزا غلام احمد کی طرف منتقل ہو گئیں جو مرزا غلام مرتضیٰ اور چراغ بی بی کا بیٹا تھا۔ ہماری اوپر والی اس ساری بحث کا خلاصہ اور لب لباب مرزا صاحب نے اپنے ایک رسالہ ''ایک غلطی اور اس کا ازالہ'' میں بدیں الفاظ ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''میں بموجب آیت " وآخرين منهم لما يلحقوا بهم " بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد ہی نبی رہے نہ اور کوئی، یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں، تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا''۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۲۱۲)

یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے قلم کو تاب نگارش نہیں رہتی کہ انگریزوں کا کاسہ لیس اپنے کو ظلی اور بروزی طور پر محمدؐ اور احمد کہتا ہے۔ یہ الفاظ سن پڑھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ یہ ظلی اور بروزی کا بھی ایک چکر لوگوں کو چکمہ دینے کے لیے مرزا صاحب نے بنایا ہوا ہے، وگرنہ اسلام میں ظلی اور بروزی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ خالص ہندوانہ تصور ہے۔ دوسرے ظلی اور بروزی کا جو تصور اور مفہوم مرزا صاحب نے بیان کیا ہے اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند ہوتا ہے کیونکہ وہ افضل الانبیا

کا بروز یعنی (معاذاللہ) آپ ہی کا دوسرا جنم یا روپ ہے گویا اس طریقے سے مرزا صاحب نے اپنے کو محمد رسول اللہ ﷺ قرار دیا ہے جو کہ کفر ہے۔ چنانچہ اسی ظلیت و بروز کے پردہ میں مرزا صاحب گذشتہ تمام انبیاء سے افضل قرار دیے گئے۔ چنانچہ نہ صرف مرزا صاحب کو بلکہ تمام قادیانی امت کو اس بات کا اعتراف ہے بلکہ مرزا صاحب کی نبوت کو تمام نبوتوں کی سرتاج کہا گیا۔ اس بارے میں مرزا صاحب کے لڑکے نے لکھا ہے:

ظلی بروزی نبوت گھٹیا قسم کی یا ناقص نبوت نہیں ہوتی:

''اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے، یہ محض ایک نفس کا دھوکہ ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں کیونکہ ظلی نبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ ''من تو شدم تو من شدی'' کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم ﷺ کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا، حتیٰ کہ دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی، تب جا کر ظلی نبی کہلائے گا پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے، تو وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے، وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص سمجھتے ہیں، کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم ﷺ میں رکھے گئے بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطاء ہوتے تھے۔ کسی کو بہت کسی کو کم مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ

کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا''۔

(کلمۃ الفصل، ریویو آف ریلیجنز ج ۱۴ ص ۱۱۳، مارچ اپریل ۱۹۱۳ء)

پھر اگلے ہی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''پس مسیح موعود کی ظلی کوئی گھٹیا نبوت نہیں، بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک ہے وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچا لے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۴)

مرزا صاحب کے بڑے بیٹے بشیر الدین محمود نے بھی یہی لکھا ہے کہ:

''پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ۔۔۔۔۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

(معاذ اللہ)

(القول الفصل ص ۱۶)

یہ تو مرزا صاحب کے دو بیٹوں کی مرزا صاحب کے بارے میں رائے تھی۔

اب مرزا صاحب خود اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں اس کو بھی سن لیں مرزا۔ صاحب کی ایک کتاب ہے ''خطبہ الہامیہ'' جس کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں کہ:

''مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۶۲، نزول المسیح ص ۲۱، سرورق خطبہ الہامیہ)

اس خطبہ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

"وانی ارسلت من ربی بکل قوۃ و برکۃ و عزۃ وان قدمی هذه علی منارۃ ختم علیها کل رفعة"

اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے کہ

اس پر ہر بلندی ختم کی گئی ہے۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۶ص ۷۰، خطبہ الہامیہ ص ۷۰)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر کہا:

"وانزل اللّٰه علی فیض ھذا الرسول خاتمة و اکمله و جذب الی لطفه و جوده حتی صار وجودی وجوده"۔

اور خدا نے مجھ پر اسی رسول کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اسی نبی کریمؐ کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا۔

(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸، روحانی خزائن جلد ۱۶ص ۲۵۸)

پھر اگلے صفحے پر صاف طور پر لکھا کہ:

"من فرق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای"۔

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفےؐ میں تفریق کرتا ہے، اس نے مجھے نہیں پہچانا اور نہیں دیکھا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۵۹)

جب مرزا صاحب کا وجود (معاذ اللہ) سرکار دو عالم ﷺ کا وجود ہو گیا اور آپ میں اور رسول اللہ ﷺ میں کوئی فرق نہ رہا تو پھر مرزا صاحب کے ماننے والے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے برابر ہو گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

"فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین"

پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔

(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸، روحانی خزائن جلد ۱۶ص ۲۵۸)

ایک اور صفحہ پر اس بات کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"ان جماعة المسیح الموعود عنداللّٰه من الصحابة من غیر فرق فی التسمیة"۔

مسیح موعود کی جماعت خدا کے نزدیک صحابہ میں کی ایک جماعت ہے اور اس نام رکھنے میں کچھ فرق نہیں۔

(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۹، روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۲۹۵)

ان تمام عبارتوں میں مرزا صاحب نے اپنے افضل الانبیاء ہونے کے تمام کمالات اپنے اندر ظاہر کر دیے اور خود کو سرکار دوعالم ﷺ کے پہلو میں لا کھڑا کر دیا گویا کہ مرزا صاحب رنگ وروپ اور دوسرے ہر لحاظ سے بالکل (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

''پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء ﷺ کا نام پاکر اور اسی میں ہوکر اور اسی کا ہوکر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں''۔

(نزول المسیح ص ۲۔۳، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۳۸۰۔۳۸۱)

مرزا بشیر احمد نے بھی اسی بات کو ان الفاظ میں لکھا:

''تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے''۔

(کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ص ۱۰۵، جلد ۱۴ نمبر ۳)

اسی کتاب میں چند صفحات آگے یوں لکھا:

''اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت و آخرین منھم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارے دنیا میں تشریف لائے''۔

(کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو، ص ۱۵۸ جلد ۱۴ نمبر ۴)

اسی طرح مرزا بشیر الدین محمود نے کہا ہے کہ:

''پس ہمارا صحابہ کی جماعت میں شامل ہونا مسیح موعود کے عین محمد ہونے پر ایک پختہ اور بدیہی دلیل ہے پھر یہ الفاظ کہ ''جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفےٰ ﷺ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا، صاف پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مسیح موعود کو

فضائل اور نعماء حضرت احدیت کے لحاظ سے عین محمد نہ مانا جائے تو سب کہنا باطل ہو جاتا ہے"۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۲۴ مورخہ ۷/ اگست ۱۹۱۵ء)

"الغرض مسیح موعود کی تحریروں سے یہ بات پختہ طور سے ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود یقیناً محمد تھے۔ اور آپ کو چونکہ آنحضرت ﷺ کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا اس لیے آپ عین محمدؐ تھے اور آپ میں جمیع کمالات محمدؐیہ کامل طور پر منعکس تھے۔ پس اس لیے آپ کے عین محمدؐ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور ایسا ہونا قدیم سے مقدر تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایک بروز محمد جمیع کمالات محمدی کے ساتھ مبعوث ہوگا"۔

(الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۶/ ستمبر ۱۹۱۵ء)

"پس حضرت مسیح موعود وہی نور ہیں جس کا سب نوروں کے آخر میں آنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور وہی نبی ہیں جس کا آنا سب سے آخر ہوا ہے۔ اس لیے ہو نہیں سکتا کہ وہ سوائے آنحضرت ﷺ کے بروزی وجود کے کسی اور حیثیت میں پیش کیے جاسکیں کیونکہ آخری ہونا ہمارے نبیؐ کی ہی شان ہے پس اس لیے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو ظلی طور پر آنحضرت ﷺ ہی کا تمام وکمال یعنی نام، کام اور مقام عنایت کیا تاکہ اس کا آنا کسی غیر کا آنا نہ سمجھا جاوے بلکہ خود آنحضرت ﷺ کا آنا متصور ہو"۔

(الفضل قادیان جلد ۳، نمبر ۵۵ مورخہ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

سید سرور شاہ قادیانی نے ایک مرتبہ اپنی تقریر میں کہا:

"ہم نے مرزا کو بحیثیت مرزا نہیں مانا بلکہ اس لیے کہ خدا نے اسے محمد رسول اللہ فرمایا۔ کوئی نیا نبی نہیں آیا نہ پرانے نبیوں میں سے بلکہ محمدؐ کی نبوت محمدؐ ہی کے پاس رہی۔۔۔ میرا ایمان ہے کہ اگر مرزا صاحب مستقل اور حقیقی نبی ہوتے تو ہرگز ہرگز یہ درجہ نہ پاتے جو محمد رسول اللہ ہو کر پایا"۔

"تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے کیوں کہ اگر تم اپنی ساری جائدادیں، سارے اموال اور جانیں قربان کر دیتے تو بھی صحابہ کرام میں شامل نہ ہو سکتے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ غوث، قطب، ولی جتنے بزرگ امت محمدیہ میں گزرے ہیں ان کا ایمان صحابی کے ایمان کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے تمہیں محمد رسول اللہ کا چہرہ مبارک دکھا کر اس کی

صحبت سے مستفاد کر کے صحابہ کرام کے گروہ میں شامل کر دیا۔ (معاذ اللہ)

(تقریر سید سرور شاہ قادیانی مندرجہ الفضل قادیان ۲۷ ستمبر ۱۹۱۴ء)

ایک قادیانی کا خط اخبار الفضل میں شائع ہوا جس میں اس نے لکھا:

"کیا اسلام کوئی دوسری چیز ہے جو اس رسول سے علیحدہ ہو کر بھی مل سکتا ہے۔ کیا احمد اور محمد رسول اللہ ﷺ میں کچھ فرق ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا جس نے محمد اور احمد میں فرق جانا اس نے ہرگز حضور (مرزا غلام احمد قادیانی) کو نہیں پہچانا۔ اس کا زبان سے اقرار محض لاف زنی ہے، جس نے احمد کو چھوڑا اس نے محمد کو بھی چھوڑا، وہ ہرگز ہرگز وآخرین منهم لما یلحقوا بهم کا مصداق نہیں۔ وہی احمد ہے وہی محمد ہے جو اس وقت ہم میں موجود ہے۔ پھر جو احمد کی تعلیم کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے وہ محمد کی اشاعت نہیں کر سکتا کیونکہ دراصل وہ ایک ہے۔

(خط منشی حبیب الرحمٰن بخدمت مرزا صاحب مندرجہ الفضل قادیان، جلد ۲۳ نمبر ۱۶۷ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء)

سرکار دو عالم ﷺ کے پہلو بہ پہلو اپنے کو کھڑا کرنے کے بعد پھر ان تمام آیات کا بھی اپنے کو مصداق بنالیا جو قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود کا بیان ہے کہ:

"حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ: "محمد رسول اللّٰه والذین معه اشدآء علی الکفار رحماء بینهم" (الفتح:۲۸:۴۸) کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں۔ اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے (گویا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو نہیں کہا۔ ناقل)

اب اس الہام سے حسب ذیل دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ یہ کہ آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) محمد ﷺ ہیں اور آپ کا محمد ہونا بلحاظ رسول اللہ ہونے کے ہے نہ کہ کسی اور لحاظ سے۔

۲۔ آپ کے صحابہ آپ کی اس حیثیت سے محمد رسول اللہ کے ہی صحابہ ہیں جو "اشدآء علی الکفار اور رحماء بینهم" کی صفت کے مصداق ہیں"۔

(الفضل قادیان، جلد ۳ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۵، جولائی ۱۹۱۵ء)

اسم ''احمد'' کا مصداق ''غلام احمد'' ہے؟:

قرآن حکیم سورۃ الصّف میں سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ احمد کے ساتھ ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ ''میں تمھیں ایک رسول کی بابت خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا''۔ مرزا صاحب اور امت مرزائیہ کا یہ خیال ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ مرزا غلام احمد کے بارے میں ہے۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا ہے کہ:

''اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ وہ کون رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں۔ چنانچہ ان کے دوسو کے نوٹوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اسم احمد) کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں''۔ (انوار خلافت ص ۲۸، مصنفہ مرزا محمود احمد)

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مرزا محمود نے کہا:

''آپ کا یہ سوال ہے کہ (اسم احمد میں) بشارت تو احمد کی ہے اور مرزا صاحب غلام احمد ہیں جواباً عرض ہے کہ مطلق غلام احمد نہ عربی ہے کیونکہ اس حالت میں غلام احمد ہوتا اور نہ یہ نام فارسی بن سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں غلام احمد ہوتا۔ اور نہ یہ اردو ہوسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں احمد کا غلام ہونا چاہیے تھا اصل بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت صاحب کے خاندان میں غلام کا لفظ اصل نام کے ساتھ اضافہ کے طور پر اس ملک کے رواج کے مطابق آتا تھا۔ اس واسطے آپ کے نام کے ساتھ لگا دیا گیا۔''

''احادیث میں آتا ہے کہ مسیح جوان ہوگا اور غلام کے معنی جوان کے ہیں، جس سے یہ بتایا گیا کہ اس کے کام نوجوانوں کے سے ہیں''۔

(اخبار الفضل قادیان، جلد ۳ نمبر ۱۰۷ /۱۰ اپریل ۱۹۱۶ء)

ایک اور موقع پر مرزا محمود نے کہا:

''جب آیت (اسم محمد) میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو، ذکر ہے دو کا نہیں اور اس شخص کی تعیین ہم حضرات مسیح موعود پر کرتے ہیں تو اس سے خود نتیجہ نکل آیا کہ دوسرا اس کا مصداق نہیں۔ اور جب ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود اس پیشگوئی کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دوسرا کوئی شخص (یعنی محمد ﷺ، ناقل) اس کا مصداق نہیں''۔ (اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۵ر دسمبر ۱۹۱۶ء)

اپنی کتاب انوار الخلافت میں مرزا محمود نے لکھا ہے کہ:

''پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت ﷺ کا۔ اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہو گا، بشارت دی گئی ہے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آیت (اسم احمد) مسیح موعود کے متعلق ہے، اور احمد آپ ہی ہیں۔ لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے۔ اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے، لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں، میرا یقین بڑھ جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے''۔

(انوار خلافت، مرزا بشیر الدین محمود، ص ۱۸)

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھا کہ:

''یہ آیت بھی احمد رسول کی ایک علامت ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ احمد کا وقت اتمام نور کا وقت ہے۔ اور گو قرآن سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر شریعت کامل کر دی گئی، مگر اتمام نور آپ کے وقت میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود کے وقت میں ہو گا اور رسول کریم ﷺ کے وقت میں اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی''۔

(انوار خلافت، ص ۴۶)

مرزا بشیر احمد نے بھی اس آیت کا مصداق اپنے ابا مرزا غلام احمد کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اس بارے میں اوٹ پٹانگ بحث کر کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا:

''ان تمام حوالہ جات سے یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ سورۂ صف

میں جس احمد رسول کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے پیشین گوئی کی ہے وہ احمد مسیح موعود یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب ہی ہے جس کی بعثت حسب وعدہ الٰہی "وآخرین منھم" خود نبی کریم کی بعثت ہے"۔ (کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ص۱۳۰، نمبر۳ جلد۱۴)

قادیانی کلمہ:

اب جب مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد اور احمد بنا دیا گیا اور قرآن حکیم کی قریباً ہر اس آیت کا اسے مصداق بنایا گیا جو قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس وجہ سے اب ضروری تھا کہ قادیانیوں کا کلمہ بھی نیا ہوتا کیونکہ کفر و ایمان کا انحصار ہے کلمہ پر جبکہ کلمہ کے دو جز ہیں۔ ایک جزو ہے "لا الہ الا اللّٰہ" اور دوسرا جزو ہے "محمد رسول اللّٰہ" یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور دوسرا وقت کے نبی کی رسالت کا اقرار۔ "لا الہ الا اللّٰہ" کا جزو تو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ تک تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک رہا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی تھا۔ اختلاف صرف دوسرے جزو میں رہا ہے جو ہر ایک نبی کے لیے الگ رہا ہے اور اسی پر ایمان کا مدار رہا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں "صفی اللہ"، سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں "نجی اللّٰہ" سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے زمانہ میں "خلیل اللّٰہ" "سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں "کلیم اللّٰہ" سیدنا عیسیٰ کے زمانہ میں "روح اللّٰہ" اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "رسول اللّٰہ" پر کفر اور ایمان کا مدار رہا۔ اب کفر و ایمان کا مدار مرزا غلام احمد پر ایمان لانے میں ہے۔ مگر جو کلمہ عام مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں مرزائی بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ پھر مرزائی دنیا کے تمام مسلمانوں کو مسلمان کیوں نہیں سمجھتے بلکہ دنیا کا ایک ارب سے زائد مسلمان جو لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتا ہے، اور دل و جان سے اس پر ایمان رکھتا ہے، لیکن پھر بھی وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (آئینہ صداقت ص۳۵، انوار خلافت ص۹۰، کلمۃ الفصل ص۱۱۰)

تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ قادیانیوں کے نزدیک کلمہ کے دوسرے جزو "محمد رسول اللّٰہ" سے مراد وہ محمد رسول اللہ نہیں جو چودہ سو سال قبل سرزمین مکہ میں پیدا ہوئے

تھے بلکہ مرزا غلام احمد مراد ہے جو ۱۸۴۰ء میں قادیان کے گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک ایک مسلمان یہ کلمہ پڑھنے کے باوجود اور محمد رسول اللہ پر ایمان لانے اور ان کی نبوت اور رسالت کا اقرار کرنے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر رہتا ہے جب تک کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے۔ گویا کہ قادیانی کلمہ میں "محمد رسول الله" کے مفہوم میں مرزا غلام احمد قادیانی داخل ہے۔ اسی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے الہامات میں اپنے نام محمد اور احمد رکھے، چنانچہ ایک الہام میں ہے:

"محمد رسول الله الخ اس وحی الٰہیہ میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی"۔

(ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۶۱)

انوار خلافت کے ص ۱۸ میں مرزا بشیر الدین محمود نے کہا کہ "میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا وہ حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کے متعلق ہی ہے۔

یہ شرمناک، اشتعال انگیز، جگر سوز اور نہایت گندی اور ناپاک جسارت اس حد تک بڑھی کہ ایک قادیانی مبلغ زین العابدین ولی اللہ شاہ نے "اسم احمد" کے عنوان سے ۱۹۳۴ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں ایک مفصل تقریر کی جو الگ شائع ہو چکی ہے۔ اس میں اس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد سرکار دو عالم ﷺ کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی کہ سورۂ صف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح و نصرۃ کی جتنی بشارتیں دی گئی ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں بلکہ قادیانی جیالوں اور قادیانی جماعت کے لیے تھیں۔ چنانچہ اپنی جماعت کو مخاطب کر کے وہ کہتا ہے:

"پس یہ اُخریٰ (واخریٰ تحبونها نصر من الله و فتح قریب) کتنی بے بہا نعمت ہے صحابہ جس کی تمنا کرتے رہے مگر وہ اسے حاصل نہ کر سکے اور آپ کو مل رہی ہے۔"

(اسم احمد، ص ۴۷، قادیان ۱۹۳۴ء)

یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا، اصل بات یہ ہے کہ قادیانیوں کا کلمہ اگرچہ الفاظ میں یہی ہے جو عام مسلمانوں کا کلمہ ہے لیکن اس کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اسی وجہ سے مرزا

صاحب کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ نئے کلمے کی ضرورت ہمیں اس لیے پیش نہیں آئی کہ مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے، لہٰذا کلمہ میں وہی نام رہے گا، لیکن ایک قادیانی جب کلمہ میں "محمد رسول اللّٰہ" کے الفاظ پڑھتا ہے تو اس کی مراد "محمد رسول اللّٰہ" سے مرزا غلام احمد ہوتی ہے نہ کہ سرکار دو عالم، چنانچہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

''اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود نبی کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں کہ وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) خود فرماتا ہے: " صار و جودي و جودة" نیز "من فرق بيني و بين المصطفىٰ فما عرفني و ما رأى" اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منهم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی''۔ (کلمۃ الفصل، ص ۱۵۸ مندرجہ ریویو جلد ۱۴ نمبر ۴)

مرزا پر درود و سلام:

اسی طرح جب ان لوگوں (قادیانیوں) نے مرزا غلام احمد کو محمد رسول اللہ بنا لیا تو پھر مرزا پر درود و سلام بھیجنا بھی ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ "الفضل قادیان" میں نظمیں چھپیں جن میں مرزا صاحب پر سلام کہا گیا ان میں سے ایک نظم یہ ہے:

سیدنا حضرت احمد جری اللہ پر سلام

اے امام الوریٰ سلام علیک — مہ بدرالدجیٰ سلام علیک
مہدیِ عہد و عیسیٰ موعود — احمد مجتبیٰ سلام علیک
مطلع قادیاں پہ چمکا — ہو کے شمس الہدیٰ سلام علیک
تیرے آنے سے سب نبی آئے — مظہر الانبیاء سلام علیک
مسقط وحی مہبط جبرائیل — سدرۃ المنتہیٰ سلام علیک
کفر کی شب کو کر دیا کافور — مثل شمس الضحیٰ سلام علیک

مانتے ہیں تیری رسالت اے رسول خدا سلام علیک

(الفضل قادیان، جلد ۷ نمبر ۱۰۰ مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء)

یہ شعر لکھنے والا کس قدر احمق اور جاہل ہے جو یہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے کفر کی شب کو کافور کر دیا۔ مرزا صاحب کے آنے سے تو کفر میں اضافہ ہوا۔ اگر ان کے آنے سے پہلے دنیا میں دو ارب کافر تھے اور ایک ارب مسلمان تو انھوں نے آتے ہی اس ایک ارب مسلمانوں کو بھی کافر بنا دیا اور کفر تین ارب ہو گیا۔ لہٰذا کفار اور کفر میں کمی نہ ہوئی بلکہ ان کے آنے سے زیادتی اور اضافہ ہوا۔

قادیانیوں نے مرزا صاحب پر درود شریف کے جواز کے بارے میں رسالے اور کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک رسالہ محمد اسماعیل قادیانی نے لکھا جس کا نام ''رسالہ درود شریف'' ہے۔ اس میں اس نے لکھا: ''پس آیت: یا ایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً کی رو سے اور ان احادیث کی رو سے جن میں آنحضرت پر درود شریف بھیجنے کی تاکید پائی جاتی ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت ﷺ پر بھیجنا از بس ضروری ہے۔ اس کے لیے کسی مزید دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔ تاہم ذیل میں چند فقرات حضرت مسیح موعود کی وحی الٰہی کے بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں۔ جن میں آپ پر درود بھیجنا آپ کی جماعت کا ایک فرض قرار دیا گیا ہے''۔ (رسالہ درود شریف، مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی ص ۳۶)

اسی رسالہ میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر درود بھیجنے کی یہی صورت نہیں کہ آنحضرت پر اور آپ پر ملا کر ہی درود بھیجا جائے بلکہ ایسے طور پر آپ پر درود بھیجنا جائز ہے کہ بظاہر اس میں تصریح کے ساتھ آنحضرت کا ذکر نہ ہو، جیسا کہ یہ جائز ہے کہ جب کسی نبی کا ذکر آئے تو اس موقع پر اس نبی پر درود اور سلام بھیجا جائے تو اس میں آنحضرت کا ذکر نہ کیا جائے''۔ نیز یاد رہے کہ کسی نبی پر اس طرح پر الگ طور پر درود و سلام بھیجنا سنت مومنین اور سنت اسلام کے خلاف ہے اور یہ بات انبیاء سے مخصوص ہے کہ ان کے لیے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ (رسالہ درود شریف ص ۱۴۰)

اس کے علاوہ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے اور بہت سے الہامات درج کیے گئے ہیں جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ضروری ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ جب مرزا صاحب پر درود بھیجا جائے تو ان کی آل کو بھی درود میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

''از رُوئے سنت اسلام واحادیث نبویہ ضروری ہے کہ تصریح سے آپ کی آل کو بھی درود میں شامل کیا جائے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بدر جہا بڑھ کر یہ بات ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی تصریح سے درود بھیجا جائے اور اس اجمالی درود پر اکتفاء نہ کیا جائے جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے وقت آپ کو بھی پہنچ جاتا ہے''۔

(رسالہ درود شریف بحوالہ اربعین نمبر۲ ص۴)

صاحب کتاب ہونا:

جب مرزا صاحب اور ان کی آل پر درود وسلام بھیجنے کا جواز ثابت کر دیا تو اب ان کو صاحب کتاب بنانا بھی ضروری تھا، چنانچہ کہا گیا کہ وہ صاحب کتاب بھی تھے۔

چنانچہ مرزا محمود نے اپنے ایک بیان میں کہا:

''بحث اگر کچھ ہوسکتی ہے تو وہ ما انزل الیہ من ربہ پر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے: یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیك من ربك اور نبی کی کتاب یہی ہوتی ہے کہ ماانزل (یعنی جو کچھ اس کی طرف بذریعہ وحی نازل ہوا) کو جمع کر لیا جاوے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام سب انبیاء کے مظہر اور بروز ہیں، تو ان کا ما انزل الیہ من ربہ بہ حرمت حضرت محمد وقرآن شریف اس قدر زیادہ ہے کہ کسی نبی کے ما انزل الیہ سے کم نہیں بلکہ اکثروں سے زیادہ ہوگا''۔

فالحمدللہ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک لحاظ سے صاحب کتاب ہونا ثابت ہوگیا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۶۶ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۱۹ء)

اس کتاب کا نام کیا ہے؟ وہ بھی سن لیں اس کا نام ہے: ''الکتاب المبین''

چنانچہ قاضی محمد یوسف قادیانی نے اپنے ایک رسالہ ''النبوۃ فی الالہام'' میں لکھا:

''خدا تعالیٰ نے حضرت احمد (مرزا غلام احمد قادیانی) کے بہت سے مجموعی الہامات کو "الکتاب المبین" فرمایا ہے اور جدا جدا الہامات کو آیات سے موسوم کیا ہے حضرت صاحب کو یہ الہام متعدد دفعہ ہوا ہے پس آپ کی وحی بھی جدا جدا آیت کہلا سکتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسا نام دیا ہے اور مجموعہ الہامات کو "الکتاب المبین" کہہ سکتے ہیں''۔

''پس جس شخص یا اشخاص کے نزدیک نبی اور رسول کے واسطے کتاب لانا ضروری شرط ہے خواہ وہ کتاب شریعت کاملہ ہو یا کتاب المبشرات والمنذرات ہو تو ان کو واضح ہو کہ ان کی اس شرط کو بھی خدا نے پورا کر دیا ہے۔ اور حضرت صاحب کے مجموعۂ الہامات جو مبشرات اور منذرات ہیں: "الکتاب المبین" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پس آپ اس پہلو سے بھی نبی ثابت ہیں۔ ولو کرہ الکافرون۔

(رسالہ احمد نمبر ۵، ۶، ۷ موسوم النبوۃ فی الالہام، ص ۴۳۔۴۴)

یہ الکتاب المبین یا قادیانی قرآن کتنا بڑا ہے، خود مرزا غلام احمد نے اس کے بارے میں بتایا ہے:

''اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۴۰۷)

مرزا بشیر الدین محمود کے ایک بیان بابت قرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر بشارت احمد نے لکھا:

''اگر حضرت مسیح موعود عین محمد ہیں اور آپ کی بعثت رسول اللہ کی بعثت ثانی ہے تو حضرت مسیح موعود کی وحی بھی عین قرآن ہونی چاہیے۔ اور جو وحی بھی آپ پر نازل ہوئی وہ قرآن جدید ہے۔ اور قرآن کو جو خاتم الکتب کہا گیا تھا تو اس کا مطلب فقط اس قدر مانا جائے گا کہ اس کتاب کی مہر سے آئندہ خدا کی کتابیں یا دوسرے لفظوں میں قرآن کے مزید حصے نازل ہوا کریں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جو مجموعہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے الہامات کا اب شائع کرائیں گے، اس کا نام بجائے البشریٰ کے قرآن جدید نہ رکھا جائے یا قرآن ہی نام رکھ دیا جائے کیونکہ یہ وہی قرآن ہے جو پیرایۂ

جدید میں جلوہ گر ہوا ہے۔

اس لیے جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے فرمایا تھا کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔ اور یہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ مسیح موعود کی وحی جب عین قرآن ہے جس کا کوئی محمودی انکار نہیں کر سکتا تو پھر اب جو قرآن محمودی حضرات پیش کریں گے، ضرور ہے کہ وہ پرانے قرآن کا جو رسول اللہ پر نازل ہوا، اور نئے قرآن کا جو حضرت مسیح موعود پر یا دوسرے لفظوں میں محمد رسول اللہ کی بعثت ثانی میں نازل ہوا، دونوں کا مجموعہ ہونا چاہیے گویا عیسائیوں کی طرح عہد نامہ قدیم کے ساتھ عہد نامہ جدید بھی شامل ہوگا، تب یہ قدیم و جدید قرآن مل کر وہ قرآن بنے گا جس کے لیے میاں صاحب (بشیر الدین محمود) فرماتے ہیں کہ وہ یھدی من یشاء والا قرآن ہوگا۔

(اجرائے نبوت کا فتنہ عظیم از ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہوری قادیانی جماعت جلد ۲۲ نمبر ۳۵، ۱۱ر جون ۱۹۲۴ء)

مسلمان اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ کے ۹۹ نام مانتے ہیں۔ مرزائیوں نے اس بارے میں بھی سرکار دوعالم کے متوازی مرزا غلام احمد کو کھڑا کر دیا۔ اور مرزا صاحب کے چند نام ملاحظہ فرمائیں۔

گورنر جنرل، جری اللہ فی حلل الانبیاء، سلطان عبدالقادر، محمد مفلح، آریوں کا بادشاہ، کرشن، رودر گوپال، امین الملک، جے سنگھ بہادر، برہمن اوتار، سلطان القلم، مبشر، خیر الانام، شیر خدا، خلیفۃ اللہ السلطان، قمر وغیرہ وغیرہ۔

بالکل متوازی نبوت:

مسلمان سرکار دوعالم ﷺ کو "رسول مدنی" کے نام سے یاد کرتے ہیں قادیانیوں نے "رسول مدنی" کے مقابلہ میں "رسول قدنی" کا لفظ ایجاد کر لیا۔ اور اس لفظ کے ساتھ انھوں نے مرزا غلام احمد کی نعتیں بھی کہیں۔ ان میں سے ایک نعت ایک قادیانی قاضی ظہور الدین اکمل کی ہے جو "اخبار الفضل" کے پہلے صفحہ پر نہایت شان سے قادیانیوں نے چھاپی۔ نظم کا عنوان ہے "رسول قدنی"۔

رسول قدنی

اے میرے پیارے مری جان رسول قدنی تیرے صدقے تیرے قربان رسول قدنی
صف اعداء کو کیا تو نے بہ حجت پامال حق نے بخشا تجھے فرقان رسول قدنی
تو نے ایمان ثریا سے ہمیں لا کے دیا نازش دورۂ سلمان رسول قدنی
غربی قومیں تیری ناصیہ فرسا ہوں گی اے مرے شرق کے سلطان رسول قدنی
انت منی وانا منک خدا فرمائے میں بتاؤں تیری کیا شان رسول قدنی
عرش اعظم پہ تیری حمد خدا کرتا ہے ہم ہیں ناچیز سے انسان رسول قدنی
دستخط قادر مطلق تیری مسلوں پہ کرے اللہ اللہ! یہ تیری شان رسول قدنی
آسماں اور زمیں تو نے بنائے ہیں نئے تیرے کشفوں پہ ہے ایمان رسول قدنی
پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے تجھ پہ پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی
لوح محفوظ پہ لکھا ہے بہ خطِ تنویر قدرت خالق اکوان رسول قدنی
تو وہ ہے جس پہ نبی پاک نے بھیجا ہے سلام
تیرے منکر تو ہیں نادان رسول قدنی

اس نظم میں قاضی ظہور الدین قادیانی نے قادیانیوں کے عقائد بھی درج کر دیے۔ اور رسول قدنی کہہ کر مرزا صاحب کو سرکار دو عالم ﷺ کے مقابل کھڑا کر دیا۔ (العیاذ باللہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونے کا دعویٰ:

اب جب دیکھا کہ میرے دعویٰ نبوت بلکہ عین محمد واحمد کے دعویٰ پر بھی میرے مریدین کی ارادت میں کوئی فرق نہیں آیا تو سرکار دو عالم سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا، لیکن اس دعویٰ کو مختلف الفاظ کے ہیر پھیر سے پہلے پیش کیا۔ پہلے تو ظہور اول اور ظہور ثانی کی بحث کی گئی اور بتایا کہ بعثت ثانی بعثت اول سے اقویٰ اور اکمل تھی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:

”جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سال سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی بس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دونوں میں

بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اس لیے تلوار اور لڑنے والے گروہ کی محتاج نہیں۔ اور اس لیے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لیے صدیوں کے شمار کو رسول کریمؐ کی ہجرت سے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تا کہ یہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال وتمام رکھتا ہے، دلالت کرے"۔ (خطبہ الہامیہ روحانی خزائن: جلد ۱۶ص ۲۷۱۔۲۷۳)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا:

"اسی طرح ہمارے نبی کریم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار سال کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لیے اور اپنے نور کے غلبہ کے لیے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس میں وہی مظہر ہوں۔ (خطبہ الہامیہ: ص ۲۶۶۔۲۶۷)

اپنی ایک دوسری کتاب میں مرزا صاحب نے اپنی افضلیت کا ان الفاظ میں اقرار کیا:

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمر ان المشرقان أتنکر

اس کے لیے چاند خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص ۷۱، روحانی خزائن جلد ۱۹، ص ۱۸۳)

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب کلمۃ الفصل میں اس بارے میں لکھا:

"اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (مرزا صاحب) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

(کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو، ص ۱۴۷، نمبر جلد ۱۴)

مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ:

"خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت کی بعثت اول وثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعث ثانی کے کافر کفر میں بعث اول کے کافروں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ مسیح موعود کی جماعت "وآخرین منھم" کی مصداق ہونے سے آنحضرت کے صحابہ میں داخل ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ ص ۱۰ مورخہ ۱۵ / جولائی ۱۹۱۵ء)

بدر ہلال سے بڑا اور افضل ہوتا ہے جب خطبہ الہامیہ سرکار دوعالم ہلال اور مرزا غلام احمد بدر تھا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد درجے میں سرکار دوعالم سے بڑا تھا۔ اسی وجہ سے مرزا غلام احمد کا منکر رسول اللہ کے منکر سے بڑا کافر ہے۔ قادیانی امت کے نزدیک آج اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول مانتا اور جانتا ہے لیکن مرزا غلام احمد کو خدا کا نبی نہیں مانتا تو وہ ابوجہل سے بڑا کافر ہے جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب مدار ایمان رسول اللہ نہیں بلکہ مرزا غلام احمد صاحب ہے اور وہی فخر اولین و آخرین ہے اور رحمۃ للعلمین ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"اے مسلمان کہلانے والو! اگر تم واقعی اسلام کا بول بالا چاہتے اور باقی دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہو تو پہلے خود سچے اسلام کی طرف آجاؤ جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی ذات میں ضم ہو کر ملتا ہے۔ اسی کے طفیل آج بر وتقویٰ کی راہیں کھلتی ہیں، اسی کی پیروی سے انسان فلاح ونجات کی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعلمین بن کر آیا تھا اور اب اپنی تکمیل تبلیغ کے ذریعے ثابت کر گیا کہ واقعی اس کی دعوت جمیع ممالک وملل عالم کے لیے تھی فصلی اللہ علیہ وسلم"۔ (الفضل قادیان، جلد ۳ نمبر ۴۱ مورخہ ۲۶ / ستمبر ۱۹۱۵ء)

پھر یہ عقیدہ بھی تراشا گیا کہ نہ صرف مرزا صاحب بلکہ ہر شخص روحانی ترقی کر کے رسول اللہ سے بڑھ سکتا ہے۔ گویا یہ بات بھی یہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے تراشی گئی کہ مرزا صاحب روحانی ترقی کر کے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے کہ:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔(معاذ اللہ)

(الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۹ عنوان خلیفۃ المسیح کی ڈائری)

اسی عقیدہ کا یہ اثر تھا کہ مرزائیوں نے اپنی نظموں میں مرزا غلام احمد کو نبی اکرم ﷺ سے افضل اور اکمل قرار دیا، چنانچہ ایک بہت بڑے قادیانی اور مرزائی رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے سابق مدیر قاضی ظہور الدین اکمل کی ایک نظم مرزائی اخبار ''بدر'' میں شائع ہوئی اور اس نے برملا مرزا غلام احمد کو سرکار دو عالم سے افضل و اکمل قرار دیا۔ نظم کے چند شعر یہ ہیں:

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں　　غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر　　مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(معاذ اللہ)

(اخبار بدر، ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء جلد ۲ نمبر ۴۳ ص ۴)

یہ پوری نظم جس میں یہ شعر بھی شامل تھے خود شاعر نے مرزا صاحب کو سنائے اور انھیں لکھ کر پیش کیے اور مرزا صاحب نے ان پر جزاک اللہ کہہ کر داد دی۔ چنانچہ قاضی ظہور الدین اکمل ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کے اخبار الفضل میں لکھتے ہیں کہ:

''وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ اس وقت کسی نے اس شعر پر اعتراض نہ کیا حالانکہ مولوی محمد علی صاحب (امیر جماعت لاہوری پارٹی) اور اعوانہم موجود تھے اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے بہ وثوق کہا جاسکتا ہے کہ سن رہے تھے اور اگر وہ اس سے بوجہ مرور زمانہ انکار کریں تو یہ نظم ''بدر'' میں چھپی اور شائع ہوئی۔ اس وقت ''بدر'' کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں ''الفضل'' کی ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق ایڈیٹر سے ان لوگوں کے محبانہ اور بے

تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ ہیں، ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ آیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت مسیح موعود کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان اور قلت عرفانی کا ثبوت دیتا"۔ (الفضل قادیان، جلد ۳۲ نمبر ۱۹۶، مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء ص ۶ کالم ۱)

قاضی ظہور الدین اکمل اسی مضمون میں آگے لکھتا ہے کہ:

"یہ شعر خطبہ الہامیہ کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا" (ایضاً ص ۶ کالم ۲،۳)

اس سے واضح ہوا کہ یہ بات شاعر کی مبالغہ آرائی نہیں جو اس نے مرزا صاحب کو سرکار دوعالم بڑی شان والا بتا دیا بلکہ قادیانیوں کا مرزا صاحب کے بارے میں عقیدہ ہی یہ ہے اور خود مرزا غلام احمد نے بھی اپنی کتاب خطبۂ الہامیہ میں اور دوسری کتابوں میں یہی بات کہی ہے اور اپنے کو بدر (چودھویں رات کے چاند) اور رسول اللہ کو ہلال (پہلی رات کے چاند) سے تشبیہ دی ہے، چنانچہ قادیانی بھی مرزا صاحب کو بدر اور حضور ﷺ کو ہلال سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الفضل، جلد ۳ نمبر ۷۶ مورخہ یکم جنوری ۱۹۱۶ء)

مرزا صاحب کے سرکار دوعالم سے افضل ہونے کے بارے میں قادیانی ایک قرآنی آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اخبار میں لکھا:

"و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین الخ (۳:۱۷۰) اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم السلام شریک ہیں کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت بھی اس النبیین میں داخل ہیں) کہ جب کبھی تم کو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد تورات و قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت و منہاج النبوت و حدیث شریف ہے) پھر تمھارے پاس ایک رسول آئے جو مصدق ہو تمام چیزوں کا جو تمھارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں (یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے جو قرآن و سنت کی تصدیق کرنے والا ہے، اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں۔) اے نبیو! تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ہر طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا جب تمام انبیاء علیہم السلام کو فجملۃً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور

اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۳۸۔۳۹ مورخہ ۱۹، ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء)

قادیانیوں کے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لاہوری قادیانی ڈاکٹر بشارت احمد نے لکھا:

''چنانچہ الفضل (قادیان) ۱۹۔۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اس پر دھڑلے سے مضمون نکلا اور پھر اس کے بعد طرح طرح سے اس کا اعادہ کیا گیا اور کھلم کھلا ڈنکے کی چوٹ پر اس امر کا عام اعلان کیا جاتا رہا کہ اس پیشینگوئی میں جس رسول کا وعدہ ہے اور اس کے متعلق اقرار لیا گیا ہے کہ ہر نبی اس پر ایمان لائے اور اس کی نصرت کرے، وہ مسیح موعود ہے اور یہ نہ سمجھا کہ اس طرح تو پھر لازم آئے گا کہ: لو کان محمد حیا لما وسعه الا تباع المسیح الموعود کہ اگر محمد رسول اللہ زندہ ہوتے تو انھیں چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ مسیح موعود کی اتباع کرتے یعنی مسیح موعود متبوع اور آقا ہوتے اور محمد رسول اللہ نعوذ باللہ متبع اور غلام ہوتے۔

''یہ نتیجہ ایسا دقیق تو نہیں کہ انسان سمجھ نہ سکے، مگر جب ایک قوم اپنے نبی کو سب نبیوں سے بڑھانا چاہتی ہو تو پھر سب کچھ حلال ہو جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ کو ان نبیوں کے ذیل میں شامل کر دیا جن سے ایمان لانے اور نصرت کرنے کا اقرار لیا گیا تھا۔ گویا محمد رسول اللہ آج زندہ ہوتے تو مسیح موعود پر ایمان لاتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور ہر ایک قسم کی اتباع اور نصرت کے لیے آپ کے احکام کی پیروی کو ذریعہ نجات سمجھتے۔

''کیا اس سے بڑھ کر محمد رسول اللہ کی ہتک متصور ہو سکتی ہے کیا اس سے صاف نظر نہیں آتا کہ محمد رسول اللہ کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو بدر جہا بلند کرنے اور ان کو ایک آقا کی حیثیت دینے میں نہایت جرأت سے کام لیا گیا''۔

(مضمون ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری مندرجہ اخبار پیغام صلح جلد ۲۲ نمبر ۴۴، ۷ رجون ۱۹۳۴ء)

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت میں انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا، اس کو ایک قادیانی نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے اور اس کا نام بھی عہد منظوم رکھا ہے لکھا ہے:

عہدِ منظوم

خدا نے لیا عہد سب انبیاء سے — کہ جب تم کو دوں میں کتاب اور حکمت
پھر آئے تمہارا مصدق پیغمبر — تم ایمان لاؤ کرو اس کی نصرت
کہا کیا یہ اقرار کرتے ہو محکم — وہ بولے مقر ہے ہماری جماعت
کہا حق تعالیٰ نے شاہد رہو تم — یہی میں بھی دیتا رہوں گا شہادت
جو اس عہد کے بعد کوئی پھرے گا — بنے گا وہ فاسق اٹھائے گا ذلت
لیا تھا جو میثاق سب انبیاء سے — وہی عہد حق نے لیا مصطفےٰ سے
وہ نوح و خلیل و کلیم و مسیحا — سبھی سے یہ پیمان محکم لیا تھا
مبارک ہو امت کا موعود آیا — وہ میثاق ملت کا معہود آیا
کریں اہل اسلام اب عہد پورا — بنے آج ہر ایک عبدٌ شکورا

(الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶۷ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۲۴ء)

یہ نظم الفضل میں شائع، سب قادیانیوں نے پڑھی، مرزا بشیر الدین کی مرضی سے چھپی اور اس میں بھی صاف کہا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ سے بھی مرزا صاحب پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ سرکار دو عالم کے بارے میں یہ جرأت کسی اور شخص کو نہ ہو سکی لیکن مرزا صاحب کے مریدین نے وہ کارنامہ بھی کر دکھایا جو چودہ سو سال میں اور کوئی نہ کر سکا۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

مرزا صاحب کی فضیلت کے بارے میں ایک ''مرتبہ الفضل'' میں ایک مضمون چھپا اس کی چند سطریں آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''وہ جس کا ظہور خاص خدا کا ظہور تھا۔ وہ جس کی مسکراہٹوں میں صد جلوۂ طور تھا۔ وہ جس کی چشم نیم باز میں جنت کی سو کھڑکی کھلی تھی۔ وہ جس کی صحبت قدسیہ کی ایک ایک گھڑی زاہد شب زندہ دار کی صد سالہ عبادت سے قیمتی تھی۔ وہ جس کے وجود میں ایک

لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی۔ وہ جس کی قوت ملکیہ دافع ہر شور و شر تھی۔ وہ جسے خدا نے اپنے ولد (بیٹے) کے مقام پر فرمایا بلکہ بمنزلہ توحید و تفرید بتایا جس کو آیت: "انت معی و انا معك وانت منی وانا منك" سے مخاطب فرما کر اپنا مظہر اتم بنایا"۔

(اخبار الفضل قادیان، جلد۳ ص ۱۴۶، مورخہ ۳۰ر مئی ۱۹۱۵ء)

ایک قادیانی یعقوب علی نے مرزا صاحب کی زندگی پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "حیات النبی"۔ اس میں اس نے مرزا صاحب کی ماں کے بارے میں بہت ستائشی کلمات لکھے اور مرزا صاحب کو بھی نبیوں کا موعود بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا تھا کہ اے مرزا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ چنانچہ لکھا ہے:

"بہر حال حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایسی شفیق اور مہربان ماں کی گود میں پرورش پائی تھی جو اپنی صفات عالیہ کے لحاظ سے خواتین اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ اس خاتون (چراغ بی بی) کی عزت و وقار کا کیا کہنا جس کے بطن مبارک سے وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا جو نبیوں کا موعود تھا اور جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا سلام کہا اور خدا تعالیٰ نے جس کے مدارج اور مناقب میں فرمایا "وانت منی وانا منك"۔

"اس عظیم الشان مرتبے کی ماں دنیا میں ایک ہی عورت ہے جو آمنہ خاتون کے بعد اپنے بخت رسا پر ناز کر سکتی ہے۔ دنیا کی عورتوں میں جو ممتاز خواتین ہیں ان میں حضرت آمنہ خاتون اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ ہی دو عورتیں ہیں جنھوں نے ایسے عظیم الشان انسان دنیا کو دیے جو ایک عالم کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوئے"۔

مرزا صاحب کی ایک لڑکی امتہ الحفیظ تھی۔ اس کا نکاح نواب محمد علی خان کے بیٹے میاں عبداللہ خان سے ہوا۔ اس کے بارے میں اخبار الفضل نے لکھا ہے:

"آج ۷ر جون ۱۹۱۵ء مطابق رجب المرجب ۱۳۳۳ھ دوشنبہ مبارک ہے جب کہ خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعود کی صاحبزادی امۃ الحفیظ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دخت کرام فرمایا ہے اور جو خدا کے نشانوں میں ایک نشان ہے کا نکاح مکرم معظم جناب خان صاحب محمد علی خان صاحب کے صاحبزادے میاں عبداللہ خان

سے ہوا۔ (الفضل قادیان، جلد۲ نمبر ۱۵۱، مورخہ ۱۰ ر جون ۱۹۱۵)

اب ''دخت کرام'' کے کیا معنی ہیں۔ وہ بھی قادیانیوں سے سن لیں۔

''دخت کرام کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود پر تمام انبیاء کا مفہوم صادق آتا ہے، اس لیے گویا عزیزہ امۃ الحفیظ سارے انبیاء کی بیٹی ہیں''۔ (اخبار الفضل قادیان، جلد۲ نمبر ۱۵۶ مورخہ ۱۷ ر جون مورخہ ۱۹۱۵ء)

یہ تو مرزا صاحب کی لڑکی کا ذکر تھا کہ تمام انبیاء کی بیٹی ہے حالانکہ سرکار دو عالم نے اپنی بیٹیوں کے بارے میں یہ نہیں کہا۔ اب مرزا صاحب کے زمانہ کی بابت سن لیں کہ وہ کیسا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ کی بابت ''خیر القرون'' کے الفاظ فرمائے یعنی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے مرزا صاحب اپنے زمانہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص (مرزا صاحب) کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لیے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو، اور اپنی راہیں درست کرو۔'' (اربعین نمبر ۴، ۱۴، روحانی خزائن جلد ص)

ایک اور جگہ پر کہا:

''یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری نازل ہو رہی ہے''۔ (الراقم خاکسار مرزا غلام احمد)

(مکاشفات کا آخری سرورق، مؤلفہ منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

اب مرزا صاحب کی قبر کی فضیلت کے بارے میں سن لیں۔ لکھا ہے کہ جلسہ میں آنے والوں کو کچھ نہ کچھ وقت نکال کر مقبرہ بہشتی میں ''حضرت مسیح موعود کے مزار پر انوار پر'' ضرور آنا چاہیے:

''اس میں (مقبرہ بہشتی میں) وہ روضۂ مُطہرہ ہے جس میں اس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک مدفون ہے جسے افضل الرسل نے اپنا سلام بھیجا اور جس کی نسبت حضرت خاتم

النبیین نے فرمایا:"یدفن معی فی قبری" اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے گنبد خضراء کے انوار کا پورا پورا پرتو اس گنبد بیضاء (گویا گنبد خضراء کے مقابلہ میں گنبد بیضاء بنا دیا گیا۔ ناقل) پر پڑ رہا ہے اور آپ گویا ان برکات سے حصہ لے سکتے ہیں جو رسول کریم کے مرقد منور سے مخصوص ہیں کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو احمدیت کے حج اکبر میں اس تمتع سے محروم رہے"۔
(صیغہ تربت قادیان)۔(الفضل قادیان، جلد۱۰ نمبر۴۸ مورخہ ۱۸ر دسمبر ۱۹۲۲ء)

ایک الجھن:

گذشتہ صفحات میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی، جس نے اس زمانہ میں سرکار دوعالم کے متوازی اور بالمقابل نبوت کا دعویٰ کیا ہے، بھی پہلے اسی عقیدے کا قائل تھا کہ آپ کی بعثت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن پھر بعد میں اس نے خود کہا کہ میں نبی اور رسول ہوں بلکہ محمد رسول اللہ کی بروزی صورت ہوں۔ یہ تناقض اس کی کتابوں میں کیوں پایا جاتا ہے۔ اسی تناقض کی وجہ سے اس کے ماننے والوں میں دو فرقے ہو گئے، ایک قادیانی جو اسے نبی مانتے ہیں اور دوسرے لاہوری جو اسے مجدد اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اور یہ بھی چودھویں صدی کا ایک عجوبہ ہے کہ ایک نبی کے بارے میں تین گروہ پیدا ہوئے۔ ایک اس کے مخالفین کا اور دو اس کے ماننے والوں کے۔ کیونکہ اس سے قبل جتنے بھی نبی اور رسول اس دنیا میں آئے ان کے بارے میں صرف دو گروہ ہوتے تھے ایک اس کے ماننے والوں کا جن کو قرآن نے "مومن" کہا ہے اور دوسرے ان کے منکرین کا جن کو قرآن نے "کافر" کہا ہے۔

اس الجھن کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے کلام میں یہ تناقض ہی ان کے جھوٹے اور کاذب ہونے کی دلیل ہے چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:
"ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق"۔ (ست بچن ص ۳۱)

''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی ہے کہ ایک کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴)

''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۱۲)

دوسری توجیہہ قادیانی یہ کرتے ہیں کہ نبوت دو قسم کی ہے۔ تشریعی و غیر تشریعی۔ جہاں مرزا صاحب نے جہاں نبوت کا انکار کیا ہے وہاں تشریعی نبوت مراد ہے اور جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں غیر تشریعی نبوت مراد ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

''وہ (سرکار دوعالم ﷺ) ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی شریعت لانے والا رسول نہیں''۔ (چشمۂ معرفت، ص ۹)

لیکن یہ توجیہہ قادیانیوں کی غلط ہے کیونکہ دنیا میں کوئی نبی بغیر وحی کے نہیں آیا اور جس نبی کی طرف جو وحی ہوتی ہے وہی اس کی شریعت ہوتی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں: تشریعی اور غیر تشریعی یہ تقسیم صرف مرزا صاحب کی ہے، اس سے قبل کسی نبی کے بارے میں یہ سوال دنیا میں اٹھا ہی نہیں۔ دوسرے مرزا صاحب بھی وحی اور صاحب شریعت نبی تھے جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں ان کی کتابوں سے ثابت کریں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''بلاشبہ جس کلام (الہام) کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلات ان (مسیح موعود) کو معلوم ہوں گی وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے ''کتاب اللہ'' کہلائے گی۔ (ازالۂ اوہام ص ۵۷۹)

ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اور میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیتا یعنی جیسے ان پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا''۔ (چشمہ مسیحی ص ۱۶)

چنانچہ قادیانی مرزا صاحب کو ''صاحب کتاب'' مانتے ہیں:

''الحمد للہ کہ آپ کا (مرزا صاحب کا) ایک لحاظ سے ''صاحب کتاب'' ہونا

ثابت ہو گیا"۔(الفضل قادیان، ۱۵رفروری 1919ء)

قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس الجھن کا یہ جواب دیا ہے:

"۱۹۰۱ء سے پہلے وہ حوالے جن میں آپ (مرزا صاحب) نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"۔لانسخ فی الاخبار اصول فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ نسخ اخبار میں نہیں ہوتا۔"نسخ" انشاء اور نہی میں ہوتا ہے خبر سچی یا جھوٹی ہوتی ہے پہلے خبر دی جائے کہ فلاں مر گیا بعد میں خبر دی جائے کہ وہ زندہ ہے یا اس کے برعکس تو ایک خبر غلط ہوگی اور ایک صحیح۔ ماضی، حال اور مستقبل کسی زمانہ کی خبر میں نسخ نہیں ہوتا نسخ کا جواب مرزا محمود کی صریح جہالت یا دھوکہ ہے۔(حقیقۃ النبوۃ،ص ۱۲۱ از مرزا محمود)

لیکن مرزا محمود کی یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ آپ کے عقیدہ میں مرزا صاحب ملہم من اللہ اور رسول تھے بلکہ عین محمد تھے ان کے الہامات خدائی تھے، لہٰذا ان کی تحریرات کو منسوخ کرنا ایک امتی کا کام نہیں ہے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ مرزا صاحب کا انتقال ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ان پر پورے بیالیس سال تک وحی آتی رہی اگر کوئی ان کا امتی ان کی چونتیس سال کی وحی کو یہ کہہ کر منسوخ اور مسترد کر دے کہ وہ آخری آٹھ سال کی وحی سے متصادم ہوتی ہے تو ایک مسلمان اور غیر قادیانی لازماً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یا تو پہلی وحی غیر خدائی تھی اور یا آخری کیونکہ خدا کی وحی میں تضاد و تصادم نہیں ہوا کرتا۔

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ مرزا صاحب کی کل تصانیف بہتر (۷۲) یا چوراسی ۸۴ کتب ہیں جن میں اڑتالیس ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں اور چوبیس بعد کی۔اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ کر دی جائیں تو مرزا صاحب کی دو تہائی تحریرات سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔اگر ایک مدعی نبوت کی دو تہائی تحریرات کو نا قابل اعتماد قرار دیا جائے تو باقی ماندہ ایک تہائی پر سے بھی اعتماد اٹھ جائے گا۔

چوتھی گذارش یہ ہے کہ مرزا صاحب کی دو کتابیں "کشتی نوح" اور "دافع البلاء" ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی تھیں۔ان میں بھی وہ ختم نبوت کے صریحاً قائل ہیں۔ان دونوں کتابوں کا تطابق پھر ان کی آخری تحریرات سے کیسے ہوگا؟

الوہیت کا دعویٰ:

مرزا غلام احمد قادیانی مجدد سے مثیل مسیح پھر عیسیٰ بن مریم اور مسیح موعود، پھر غیر تشریعی نبی پھر تشریعی نبی، پھر محمد ﷺ اور عین محمد ﷺ اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہونے کے دعوے کے بعد بھی اس کا ذہنی جنون مطمئن اور سیر نہ ہوا تو اس نے ایک قدم اور بڑھایا اور اپنے اندر خدائی صفات، خدائی تعلقات اور پھر بالکل خدائی دعویٰ کر دیا۔ لیکن جن لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مت ماری ہے وہ پھر بھی اس کو مانتے رہے۔ چنانچہ اپنے خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب نے سب سے پہلے اپنے اندر خدائی صفات کا برسر عام اعلان کیا۔ اور خطبۂ الہامیہ بقول قادیانیوں کے مرزا صاحب کی نہایت اہم کتاب ہے۔ چنانچہ ان کے منجھلے لڑکے بشیر احمد نے لکھا ہے:

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خطبۂ الہامیہ وہ خطبہ ہے جو خدا کی طرف سے ایک معجزہ کے رنگ پر مسیح موعود کو عطا ہوا جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے پس اس کتاب کو عام کتابوں کی طرح نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اس کا ہر ایک فقرہ الہامی شان رکھتا ہے"۔

(کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو ص ۱۳۱، نمبر ۳ جلد ۱۴)

اتنی اہم کتاب کا ایک الہامی فقرہ یہ ہے:

اعطیت صفة الفناء والاحیاء من رب الفعال۔

مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔

(خطبۂ الہامیہ ص ۵۶، روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۵۶)

مارنے اور زندہ کرنے کی دونوں صفات خاصۂ خداوندی ہیں۔ یہ دونوں صفات سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور میں نہیں پائی جاسکتیں۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں سید ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی نمرود کو بتایا کہ "ربیّ الذی یحی ویمیت" کہ میرا رب وہ ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے کیونکہ ان دونوں صفات سے انھوں نے ذات خداوندی پر استدلال کیا لیکن مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میرے اندر بھی یہ دونوں صفات موجود ہیں

گویا کہ ان میں شانِ الوہیت ہے۔(نعوذ باللّٰہ من هذه الخرافات)

ایک الہام میں اللہ تعالیٰ سے نسبی تعلقات قائم کر لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا:

انت منی بمنزلة ولدی

تو میری اولاد کی طرح مجھے ہے یعنی بہ منزلہ اولاد کے ہے۔

(حقیقۃ الوحی، ص ۸۶)

حالانکہ قرآن کا واضح ارشاد ہے: "لم یلد ولم یولد" نہ اس کا کوئی ولد ہے اور نہ وہ کسی کا ولد ہے لیکن مرزا صاحب نے کہا کہ میں اللہ کے نزدیک بہ منزلہ ولد کے ہوں۔

ایک اور الہام بیان کر دیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے فرمایا ہے:

انت منی وانا منك ظهورك ظهوری۔

تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ۱۲۶، تذکرہ ص ۳۵۰)

اب اس سے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ:

انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له كن فیكون۔

یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ۹۴، تذکرہ ص ۵۲۵، براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۹۵)

اس الہام کو "اعطیت صفة الفناء والاحیاء" سے جوڑ کر دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ مرزا صاحب کن فیکون کے اختیارات ملنے کے مدعی ہیں جو کہ سراسر دعویٰ الوہیت ہے۔

بعض قادیانی کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ صفت بندوں کو دی جا سکتی ہے۔ یہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

انھوں نے اپنی کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا۔ پھر مرزا صاحب نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا دعویٰ کر کے یہ کہا کہ میں خدا ہوں۔ چنانچہ ان کی کتابوں میں یہ دعویٰ موجود ہے سب سے پہلے یہ دعویٰ انھوں نے ''آئینہ کمالات اسلام'' میں کیا پھر اسی عربی الہام کا ترجمہ انھوں نے اپنی کتاب البریہ میں کر کے اس الہام کی مزید تائید کی لکھتے ہیں:

''پھر ایک اور کشف ہے جو ''آئینہ کمالات اسلام'' کے صفحہ ۵۶۴۔۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اس کو بعینہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے:

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں (یعنی خدا ہی ہوں) اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا، سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا، اور ایسا تیل بن گیا جس میں کوئی میل نہیں تھی۔ اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی اور میں اس شی کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں

لگائے اور اس زور سے اپنے قبضے میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان کی اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا "انا زینا السماء الدنیاء بمصابیح" پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا:

اردت ان استخلف فخلقت آدم، انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

(کتاب البریہ: ص ۸۷، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۰۴۔۱۰۵)

یہ ہے مختصر روئیداد مرزا غلام احمد قادیانی کے تدریجی دعووں کی جو انھوں نے لوگوں کے ذہنوں کی قبولیت کے لحاظ سے کیے یعنی جب ایک دعویٰ لوگوں کے ذہنوں نے قبول کر لیا تو اس نے دوسرا دعویٰ کر دیا۔ جب وہ قبول کر لیا تو تیسرا کر دیا اس طرح وہ خدائی کے دعویٰ تک پہنچا جس کے کچھ اقتباسات ہم نے اوپر ذکر کیے ہیں۔

نشانات:

نشانات سے مراد مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں، قبول شدہ دعائیں اور آپ کی بعثت کے متعلق دوسرے کشف وغیرہ ہیں۔ آپ کو خدائی تائید کے متعلق اس قدر یقین تھا کہ بارہا مخالفین سے کہا:

"اے میرے مخالف مولویو!۔۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ مل جل کر یا ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرے گا جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تمھیں شرمندہ کرے گا اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ یاد رکھو خدا صادقوں کا مددگار ہے" (ازالۂ اوہام جلد اول طبع دوم آغاز)

مرزا صاحب کے نشانات کی تعداد کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے لکھا" ایسا ہی صد ہا نشان ہیں جن کے گواہ موجود ہیں۔ کیا ان دیانندار مولویوں میں کبھی ان نشانوں کا بھی نام ہے"۔

(آسمانی فیصلہ ص ۳۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کے نشانوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ ممکن ہے نوسو ہو بہر حال ہزار سے کم تھی۔

۲۔ ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں: پھر ماسوا اس کے آج کی تاریخ تک جو ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ بمطابق ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء اور نیز مطابق ۱۸ اسوج ۱۹۵۰ اور روز جمعہ ہے اس عاجز سے تین ہزار سے کچھ زیادہ ایسے نشان ظاہر ہو چکے ہیں"۔

(شہادۃ القرآن، ص ۷۴)

۳۔ ۱۸۹۹ء تک نشانات کی تعداد یہی رہی گویا چھ سال میں ایک بھی نشان کا اضافہ نہیں ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:"ہزارہا دعائیں قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے"۔ (تریاق القلوب ص ۱۱، تصنیف ۱۸۹۹ء)

۴۔ ۱۹۰۰ء میں یہ تعداد گھٹ کر سو کے لگ بھگ رہ گئی" اور وہ نشان جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے وہ سو بھی زیادہ ہیں" (اربعین نمبر ۴ ص ۳۰ حاشیہ)

۵۔ ۱۹۰۱ء میں بھی تعداد یہی رہی" آج تک میرے ہاتھ پر سو سے زیادہ خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہوا ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ، ص ۸۹، تصنیف ۱۹۰۱ء)

ذرا غور فرمائیں کہ ۱۸۹۳ء میں یعنی آٹھ سال قبل نشانات تین ہزار اور اب صرف سو۔

سچ کہتے ہیں:"دروغ گورا حافظہ نباشد"۔

۶۔ اور صرف ایک سال بعد یعنی ۱۹۰۲ء میں لکھا: "وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں"۔

(کشتی نوح، ص ۶، تصنیف ۱۹۰۲ء)

اور تحفہ الندوۃ ص ۴ پر لکھا ہے: ''کہ میری تصدیق کے لیے خدا نے دس ہزار سے بھی زیادہ نشانات دکھلائے ہیں'' (یہ کتاب بھی ۱۹۰۲ء میں چھپی ہے)۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ سال میں دس ہزار، مہینے میں آٹھ سو تینتیس، ہفتے میں دو سو اسی اور ایک دن میں چالیس معجزات سرزد ہوئے۔

۷۔ ۱۹۰۵ء میں بھی تعداد ہزار ہا تھی ''اب تک میرے ہاتھ پر ہزار ہا نشان تصدیق رسول اللہ اور کتاب اللہ کے بارے میں ظاہر ہو چکے ہیں''۔

(چشمۂ مسیحی، ص ۱۳، تصنیف ۱۹۰۵)

۸۔ لیکن صرف ایک سال بعد ''اگر خدا تعالیٰ کے نشانوں کو جو میری تائید میں ظہور میں آچکے ہیں، آج کے دن تک شمار کیا جائے تو وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے''۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۴۶)

حقیقۃ الوحی مرزا صاحب نے مارچ ۱۹۰۶ء میں لکھنا شروع کیا تھا اور ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو ختم کیا تھا۔ یہ اقتباس کتاب کے شروع سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۰۶ء تک آپ سے تین لاکھ سے زیادہ نشانات ظاہر ہو چکے تھے۔
اب اگر ایک سال میں تین لاکھ کے معجزات اور نشان ہوں ایک ماہ میں پچیس ہزار اور ایک دن میں آٹھ سو تینتیس نشانات سرزد ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''کوئی مہینہ شاذ و نادر ایسا گزرتا ہوگا جس میں کوئی نشان ظاہر نہ ہو''۔

(حقیقۃ الوحی، ص ۹۱)

۹۔ پھر چند دنوں کے بعد یہ تعداد کم ہو کر سینکڑوں تک رہ گئی۔ چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ''جو شخص مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے''۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۶۳)

۱۰۔ اور دسمبر ۱۹۰۷ء میں پھر یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ لکھا:

''خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ اس نے میرے ہاتھ

پر نشان دکھلائے ہیں''۔ (مضمون محررہ ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء مندرجہ چشمۂ معرفت ص ۳۶)

۱۱۔ پھر چند ماہ بعد وہ تعداد سینکڑوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی سب سے آخری کتاب ''پیغام صلح'' میں جو آپ کے مرنے سے دو روز پہلے مکمل ہوئی، آپ نے لکھا:

''میرے ہاتھ پر اس نے صدہا نشان دکھائے ہیں جو ہزارہا گواہوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں'' (پیغام صلح ص ۶، تصنیف ۲۴ رمئی ۱۹۰۸)

۱۲۔ ۱۹۰۳ء میں آپ اپنی کتاب ''تذکرہ الشہادتین'' میں اپنے نشانات کی تعداد مرزا صاحب نے دس لاکھ سے بھی زیادہ تحریر کی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اسی کتاب کے ص ۳۴ پر خدا کی قسم کھا کر نشانات کی تعداد دو (۲) لاکھ سے زیادہ تحریر کی ہے۔

۱۳۔ اس کے تین سال بعد یہ تعداد بڑھتے بڑھتے تین لاکھ سے زیادہ (؟) ہو جاتی ہے

(ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیان مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۰۶ء و حقیقۃ الوحی ص ۴۶۔۶۸)

نشانات کی اس ترقی معکوس کا حساب کیا جائے کہ تین سال میں دس لاکھ سے تین لاکھ نشان باقی رہ گئے اور سات لاکھ نشانات دریا برد ہو گئے۔ گویا سالانہ ۲۳۳۳۳۳ نشانات کی کمی ہوتی رہی چونکہ اس سے پونے دو سال بعد مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا لہٰذا اس ترقی معکوس سے تین لاکھ نشانات کی تعداد بھی جو ۱۹۰۶ء میں تھی ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء تاریخ انتقال مرزا صاحب تک ملیا میٹ ہو گئی اور مرزا صاحب جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی خالی ہاتھ اور بے نشان عالم عقبیٰ کو سدھار گئے۔

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی واقعی تعداد ۱۹۰۳ء کے اخیر میں دس لاکھ ہی تھی اور اس سے تین سال بعد کل نشانات کی تعداد کا تین لاکھ بتلانا مرزا صاحب کا اعجازی سہو تھا، یا ان دونوں میں بوجہ پیرانہ سالی ان کا دماغ علم حساب کی الجھنوں سے بیزار ہو گیا تھا۔ اب یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کے نشانات دکھانے کا زمانہ کب سے شروع ہوا۔ مرزا صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بعثت کا زمانہ

۱۸۸۳ء ہے۔ اس لیے یہ دس لاکھ نشانات ۱۹۰۳ء تک ظاہر ہوئے۔ گویا یہ مرزا صاحب کی ۲۰ سالہ نبوت کی کمائی ہے۔ اس حساب سے:

ایک سال کے نشانات کی اوسط	۵۰ ہزار
ایک ماہ کے نشانات کی اوسط	۴۱۶۷
ایک دن کے نشانات کی اوسط	۱۳۹

اور ایک گھنٹہ کے نشانات کی اوسط پونے چھ نشان ہوتی ہے۔ بشرطیکہ دن رات کے ۲۴ گھنٹے، مہینہ کے ۳۰ دن اور سال کے متواتر بارے مہینے ان نشانات کا سلسلہ جاری رہے اور الہامی مشین بلا کسی نقصان کے چلتی رہے۔

قادیانی حضرات سے ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی رجسٹر یا کوئی ڈائری ہے جس میں ان دس لاکھ نشانات کی تفصیل درج ہو۔ دس لاکھ نہ سہی تو ۱۹۰۶ء کے تین لاکھ ہی کا ثبوت فراہم کر دیں، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ ایسا ثبوت قیامت تک فراہم نہیں کر سکیں گے، لہٰذا یہ مرزا صاحب کی ایک بہت بڑی کذب بیانی اور لن ترانی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کے نشانات ان کی کتابوں کے مطابق حسب ذیل ہیں:

۱۔	۱۸۹۱ء میں	سینکڑوں میں
۲۔	۱۸۹۳ء میں	تین ہزار سے کچھ زیادہ
۳۔	۱۸۹۹ء میں	ایضاً
۴۔	۱۹۰۰ء میں	ایک سو سے زیادہ
۵۔	۱۹۰۱ء میں	ایضاً
۶۔	۱۹۰۲ء میں	دس ہزار
۷۔	۱۹۰۵ء میں	ہزارہا
۸۔	۱۹۰۶ء میں	تین لاکھ

۹۔	اسی سال میں	صدہا
۱۰۔	۱۹۰۷ء میں	ایک لاکھ
۱۱۔	۱۹۰۸ء میں	صدہا

اس سے آپ ایک مدعیٔ نبوت ورسالت کی سچائی اور صداقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہر سال اس کے نشانات میں کتنی تبدیلی آتی تھی۔ بہرحال مرزا صاحب کے ایک درجن نشانات پر ہم بحث کریں گے اور بتائیں گے کہ جن پیشگوئیوں کو انھوں نے اپنے صدق وکذب کی علامت قرار دیا تھا وہ کس قدر جھوٹی اور غلط نکلیں۔



باب نمبر(5)

مرزا قادیانی اور اس کی پیش گوئیاں

یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو ذلیل وخوار کیا لیکن اپنی پیشین گوئیوں کی وجہ سے وہ عوام کی نظروں سے اور گر گیا۔ مرزا صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر معاملہ میں ایک پیشگوئی کر دیتے تھے اور اکثر اوقات وہ پیشگوئی مبہم ہوتی اور بعد میں اس مبہم پیشگوئی کی تاویل کر کے اس کو اپنے دعویٰ پر چسپاں کر دیتے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک پیشگوئی ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے؟ کہاں آئیں گے؟ کب آئیں گے؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ پھر اگر دنیا کے کسی کونے میں کوئی زلزلہ آ جائے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو میری پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ چنانچہ ان کی مضحکہ خیز عبارت ملاحظہ ہو:

”کئی مرتبہ زلزلوں سے پہلے اخباروں میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ پس وہ زلزلے سان فرانسسکو اور فارموسا وغیرہ میں میری پیشگوئی کے مطابق آئے“۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۶۷، روحانی خزائن جلد ۲۲)

ملاحظہ فرمائیے کہ سان فرانسسکو اور فارموسا کے زلزلوں کا مرزا صاحب سے کیا تعلق؟ پھر جو پیشگوئی کی اس میں یہ نہیں بتایا کہ یہ زلزلے کب آئیں گے؟ یہ تو حدیث میں بھی ہے کہ قربِ قیامت میں بہت زلزلے آئیں گے۔ اب اگر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا کہ زمین پر زلزلے آئیں یا دنیا میں زلزلے آئیں گے تو یہ کیسی پیشگوئی ہوئی؟

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۳۰۴ پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ موسلا دھار بارشیں ہوں گی جن کی وجہ سے گاؤں تباہ

و برباد ہوں گے۔ بارشوں کے بعد زلزلے آئیں گے۔ موسلا دھار بارشیں تو ہو گئی ہیں اب زلزلوں کا انتظار ہے۔

یہ پیشگوئی بھی مبہم ہے کہاں بارشیں ہوں گی؟ کب ہوں گی؟ زلزلے کب آئیں گے؟ کچھ پتہ نہیں۔ موسم برسات میں ہر سال موسلا دھار بارشیں ہوتی ہیں۔ آسام میں تو ہر سال ۵۰۰ بارش ہوتی ہے۔ یہ بھی مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ہوتی ہے پنجاب میں قریباً ہر سال موسلا دھار بارشوں کی وجہ سے سیلاب آتے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں تباہ ہو جاتے ہیں کیا یہ سب مرزا صاحب کی پیشین گوئی کی وجہ سے ہوتا ہے؟

ان مبہم پیشین گوئیوں کے علاوہ جو پیشین گوئیاں میں بھی مرزا غلام احمد نے کیں وہ سب غلط نکلیں اور اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئیوں کے بارے میں بھی انھیں خائب وخاسر کیا۔ اور کوئی بھی پیشگوئی اس کی پوری نہ ہوئی حالانکہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ تورات اور قرآن حکیم میں ہے کہ نبوت کی سچائی کی سب سے بڑی گواہی پیشگوئی ہوتی ہے۔

(استفتاء، مرزا غلام احمد، ص ۳)

پھر مرزا نے یہ بھی کہا ہے کہ:

''اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا (گویا معاذ اللہ خدا تعالیٰ باتونی ہے) اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے راز وہ میرے پر کھولتا ہے''۔

(مجموعۂ اشتہارات جلد ۳ ص ۵۹۷)

جب بقول مرزا غلام احمد اللہ تعالیٰ آئندہ زمانوں کے راز ان پر کھولتا ہے تو ان کی پیشین گوئیاں تو ساری کی ساری سچی ہونی چاہئیں لیکن مرزا غلام احمد کی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہونے دی تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص اپنے دعوائے نبوت میں جھوٹا اور فریبی ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے خود بھی لکھا ہے کہ:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری

پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان (امتحان کی کسوٹی) نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام ص،۲۸۸)

پیشتر اس کے کہ ہم مرزا غلام احمد کی پیشین گوئیاں بیان کریں، ہم دو باتیں بتانا چاہتے ہیں:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''اس درماندہ انسان (معاذ اللہ) کی پیشگوئیاں کیا تھیں؟ صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۴، روحانی خزائن جلد۱۱ص ۲۸۸)

۲۔ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ زلزلوں، وباؤں، لڑائیوں اور قحط وغیرہ کے بارے میں انبیاء کے علاوہ اور بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کی خبر سچی نکل آتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''دنیا میں بجز انبیاء کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں پیش از وقوع بتلایا کرتے ہیں کہ زلزلے آویں گے، وبا پڑیں گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑے گا، ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی، یہ ہوگا وہ ہوگا اور بارہا کوئی نہ کوئی ان کی خبر بھی سچی نکل آتی ہے''۔ (براہین احمدیہ ص۴۶۸، روحانی خزائن جلد۱ص ۵۵۸، ۵۵۹)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے یہ پتہ چلا کہ زلزلوں، بارشوں، لڑائیوں، قحط اور وبا وغیرہ کے بارے میں اگر کسی شخص کی کوئی پیشگوئی سچی بھی ثابت ہوجائے تو ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو یا اس کو نبی مانا جائے کیونکہ ایسی خبریں عام آدمیوں کی بھی سچی نکل آتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کی اس بارے میں بھی کوئی پیشگوئی سچی ثابت نہیں ہونے دی جیسا کہ آئندہ صفحات میں بتایا جائے گا۔

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا کہ:

''بعض فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ اور بعض پرلے درجے کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات کیا کرتے ہیں کہ آخر

وہ سچے نکلتے ہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گزرتی ہے، کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بارے بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے، کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلیں ہے"۔ (توضیح مرام ص ۸۴۔۸۵، روحانی خزائن جلد ۳، ص ۹۵)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے اس بات کو یوں لکھا ہے کہ:

"اس مقام میں عام لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والا ایک اور امر بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور حرام خور اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں۔ اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کا م تھا، انھوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زناکاری کا م تھا، ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انھوں نے بیان کیں اور بعض ایسے ہندوؤں کو بھی دیکھا کہ نجاست شرک سے ملوث اور اسلام کے سخت دشمن ہیں، بعض خوابیں ان کی جیسا کہ دیکھا تھا، ظہور میں آگئیں"۔

(حقیقت الوحی ص ۲۔۳، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵)

ان تمام اقتباسات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف کسی خواب کا سچا ہو جانا اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ شخص نبی ہے بلکہ نبی کی اور بھی بہت سی علامات ہیں۔ لیکن اگر صرف الہامات اور پیشگوئیوں ہی کے معیار پر مرزا غلام احمد کو جانچا جائے پھر بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی ہر پیشگوئی غلط تھی۔

اور جن پیشین گوئیوں کے بارے میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ بالکل سچی نکلیں، وہ بھی غلط ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مریدین کو خوب الو بنایا اور اپنی پیشین گوئیوں کو موم کی ناک بنا کر جہاں چاہا ان کو فٹ کر دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللطیف اور عبدالرحمٰن دو قادیانیوں کو افغانستان میں انگریزوں کی جاسوسی کے

الزام میں قتل کیا گیا۔ جب ان کے قتل کی یہ خبر مرزا صاحب کو پہنچی تو انھوں نے فوری طور پر اعلان کر دیا کہ ان دونوں کے قتل کے بارے میں میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ ص ۵۱۱ پر پیشگوئی کر دی تھی کہ ''دو بکریاں ذبح کی گئیں''۔ (شاتان تذبحان) اس پیشگوئی کا مطلب یہی تھا کہ یہ دونوں قتل کیے جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں تجھے قتل سے بچاؤں گا مگر تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر فنا ہوگا یعنی بے گناہ اور معصوم ہونے کی حالت میں قتل کی جائیں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کا محاورہ ہے کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے، بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے اور کبھی گائیوں سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ انسان کا لفظ چھوڑ کر بکری کا لفظ استعمال کیا کیونکہ بکری میں دو ہنر ہیں وہ دودھ بھی دیتی ہے اور پھر اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اور یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے کہ جو براہین احمدیہ کے لکھے جانے کے بعد پورے تیس برس بعد پوری ہوئی۔ اور اب تک لاکھوں کروڑوں انسانوں نے اس پیشگوئی کو میری کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۱ میں پڑھا ہوگا''۔ (تذکرۃ الشہادتین ص: ۷۰۔۷۱، روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۷۲)

یہاں اپنے اس دو بکریوں والے الہام سے ان دونوں قادیانیوں کا قتل مراد لیا گیا لیکن اپنی دوسری کتاب میں ان دو بکریوں والے الہام سے محمدی بیگم کا باپ مرزا احمد بیگ اور اس کا خاوند مرزا سلطان محمد مراد لیے گئے اور کہا کہ یہ الہام ان کے بارے میں مجھے ہوا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ان پیشین گوئیوں میں علاوہ اور پیشین گوئیوں کے جو ان کے ضمن میں بیان کی گئیں دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیشگوئی احمد بیگ اور اس کے داماد کی طرف اشارہ ہے جو آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۷، روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۳۴۱)

اب مرزا صاحب کے ان متضاد بیانات سے ایک ہوشمند آدمی یہی سمجھ سکتا ہے کہ یہ شخص دوسروں کو الو بنا رہا ہے۔ ''براہین احمدیہ'' کی یہ پیشگوئی یا تو مرزا احمد بیگ اور

اس کے داماد کے لیے تھی یا پھر عبداللطیف اور عبدالرحمٰن کے لیے۔ دونوں کے لیے تو نہیں ہو سکتی۔ لیکن مرزا صاحب کو جب مرزا احمد بیگ نے اپنی لڑکی کا ہاتھ نہ دیا تو اس پر یہ چسپاں کر دی اور جب حکومت افغانستان نے دو مرزائیوں کو قتل کیا تو ان کو اس کا مصداق قرار دے دیا۔ بقول شاعر:

بسوخت عقل زحیرت ایں چہ بوالعجبی است

یہ ان پیشگوئیوں کا طریقہ ہے کہ انٹ شنٹ فقرات کو مختلف واقعات پر مختلف اوقات میں چسپاں کر دیا تاکہ مرزائیوں کو بیوقوف بنایا جا سکے۔

آئندہ صفحات میں ہم نے مرزا صاحب کی جن پیشگوئیوں کو ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی بھی پوری نہیں لیکن مرزا صاحب اور مرزائیوں کو ضد ہے کہ نہیں وہ سب پوری ہو گئیں، حالانکہ ان میں ایک بھی پوری نہیں ہوئی۔ یہ تو صرف ہم نے دس پیشگوئیاں نقل کی ہیں ورنہ ہماری دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب کی کوئی بھی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب نے ایک مرتبہ اپنا ایک الہام مختلف کتابوں میں نقل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ تیری عمر اسی سال یا دو چار کم یا زیادہ ہوگی۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔ لیکن مرزا صاحب کی عمر صرف ۶۸ سال ہوئی۔ کیونکہ خود لکھا ہے کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترہ برس میں تھا۔ (کتاب البریہ حاشیہ: ص۱۴۶) اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔ اس حساب سے ان کی عمر ۶۹/۶۸ سال بنتی ہے اسی سال والی پیشگوئی سراسر غلط ہے۔ اصل بات ہے کہ مرزا صاحب جس خدا کے مقرر نبی تھے وہ خدا بھی ان کے ساتھ ساری زندگی مذاق ہی کرتا رہا۔ کہتا کچھ اور کرتا کچھ تھا۔ کہتا کہ میں تمہیں ذلیل و رُسوا نہیں کروں گا اور انجام کار ذلیل و رسوا کرتا۔ سچا خدا کبھی سچے نبیوں کو رسوا نہیں کرتا۔ وہ تو سورج اور زمین کی گردش کو روک لیتا اپنے پیغمبر کی سچائی کے لیے اور اس کا پیغام اپنے نبی کے بارے میں یہ ہوتا ہے: ”لاتخف انك انت الاعلیٰ“۔

اب مرزا غلام احمد کی چند مشہور پیشینگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے بارے میں انھوں نے بڑی تحدی سے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ضرور پوری ہوں گی اور بقول ان کے

ان کے خدا نے بھی ان کے بارے میں بہت یقین دلایا تھا کہ وہ ان کو ضرور پورا کرے گا لیکن جیسی روح ویسے فرشتے، جیسا نبی ویسا ان کا خدا۔ ان میں ایک بھی پیشگوئی سچی ثابت نہ ہوئی حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خدا نے ان کے سچا ثابت کرنے میں بہت زور لگایا تھا معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے خدا کے وہ سارے وعدے ان کے ساتھ ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اور ان کے رب نے ان سے مخول ہی کیا تھا اور ان میں سے کوئی بھی پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور مرزا صاحب ساری عمر ان کے پورا ہونے کو ترستے رہے۔

پہلی پیش گوئی:

مرزا غلام احمد نے عبداللہ آتھم پادری سے امرتسر میں پندرہ دن تحریری مناظرہ کیا۔ جب مباحثہ کو کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مرزا صاحب نے ۵/جون ۱۸۹۳ء کو ایک عدد پیشگوئی داغ دی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہی دونوں مباحثوں کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ (جنگ مقدس ص ۱۸۲، روحانی خزائن جلد ۶ ص ۲۹۲)

یہ پیشگوئی تو مرزا صاحب نے کر دی۔ اب اس کے پورا ہونے کے بارے میں زوردار الفاظ میں کہا:

''میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو

ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی''۔ (روحانی خزائن جلد ۶ ص: ۲۹۳)

یہ پیشگوئی ۵ رجون ۱۸۹۳ء کو کی گئی اور بتایا گیا کہ ۱۵ ماہ کے بعد عبداللہ آتھم کی موت واقع ہوگی۔ اس لحاظ سے ۵ رستمبر ۱۸۹۴ء کو یہ ختم ہونی تھی۔ گویا ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے پہلے آتھم نے مرنا تھا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس وقت عبداللہ آتھم کی عمر ۶۶ سال تھی۔

اب اس پیشگوئی کے داغنے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواری اس کے پورا ہونے کے انتظار میں دن گننے لگے۔ جبکہ عبداللہ آتھم اسی طرح اللہ کی اس زمین پر چلتا پھرتا رہا۔ لیکن جوں جوں ۵ رستمبر ۱۸۸۴ء کی تاریخ قریب آرہی تھی قادیانیوں کے چہروں کی رونق ختم ہوتی جارہی تھی۔ خود مرزا غلام احمد بھی نہایت اضطراب و پریشانی کی حالت میں تھا۔ اس کی راتوں کی نیند اور دن کا چین ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک درست رستم علی کو ایک خط میں اپنے اس اضطراب اور پریشانی کا اظہار کیا۔ انھیں لکھا:

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

عنایت نامہ مع کارڈ پہنچا۔ اب تو صرف چند روز پیشگوئی میں رہ گئے ہیں۔ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے۔ شخص معلوم (عبداللہ آتھم) فیروز پور میں ہے اور تندرست و فربہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کو ابتلاء سے بچاوے آمین ثم آمین۔ باقی خیریت ہے۔ مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں۔ والسلام!

خاکسار:

غلام احمد از قادیان۔ ۲۲ راگست ۱۸۹۴ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ مؤلفہ یعقوب علی قادیانی)

اب اس بارے میں مرزا غلام احمد کے بڑے بیٹے مرزا محمود کی سنیے۔ اس نے اپنے ایک خطبے میں کہا:

"آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی، مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں برا بھی منایا گیا) جہاں خلیفہ اول (یعنی حکیم نوردین) مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں، وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں اس طرح انھوں نے بین ڈالنے شروع کر دیے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتھم، مر جائے یا اللہ! آتھم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجہ میں آتھم تو نہ مرا"۔ (خطبہ مرزا محمود احمد، مندرجہ اخبار الفضل قادیان، ۲۰ رجولائی ۱۹۴۰ء)

اب اس بارے میں مرزا صاحب کے دوسرے بیٹے بشیر احمد کی بھی سنیے کہ قادیانی عبداللہ آتھم کے نہ مرنے پر کس قدر مضطرب تھے اور ان کے ابا جان مرزا غلام احمد نے اس کو مارنے کے لیے کیا جتن اور ٹوٹکے استعمال کیے۔ پھر اندازہ لگایئے کہ کیا نبی اپنی پیشین گوئیوں کو پورا کرنے کے لیے یہی کچھ کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد نے کیا۔ بشیر احمد لکھتا ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم! بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو۔ مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورت تھی جیسے: الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفيل

الخ اور ہم نے یہ وظیفہ قریب ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا: دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے۔ اور فرمایا کہ جب دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ (سیرۃ المہدی جلد ا ص: ۱۷۸)

اب پیشگوئی کے پورا ہونے کے آخری دن کی تصویر کشی شیخ یعقوب علی قادیانی نے ان لفظوں میں کی ہے کہ ''آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں، اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں''۔

(سیرۃ مسیح موعود: ص ۷، مؤلفہ شیخ یعقوب علی قادیانی)

مگر وہ کمبخت ایسا سخت جان نکلا کہ مرزا غلام احمد اور دوسرے قادیانیوں کی ساری آہ وزاریاں اور سب دعائیں اور مناجاتیں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ ستمبر ۱۸۹۴ء تک بالکل زندہ رہا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ دنیا و آخرت میں روسیاہ ہوا۔ کیونکہ اس نے خود کہا تھا کہ اگر پیشگوئی جھوٹی نکلی تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لیے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی''۔ (جنگ مقدس ص ۲۹۳ بحوالہ روحانی خزائن)

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو یہ مدت پوری ہوگئی اور جب آتھم نہ مرا تو عیسائیوں نے بہت

خوشیاں منائیں۔ مرنا تو ہر ایک کو ہے اس نے بھی مرنا تھا۔ پیشگوئی کے وقت اس کی عمر ۶۶ سال تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کر کے اور اس کو دنیا و آخرت میں روسیاہ کر کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو اسے موت دی اس پیشگوئی کے جھوٹا ثابت ہونے پر مرزا صاحب کو بذریعہ اشتہارات لوگوں نے بہت ذلیل کیا، خوب رسوائی ہوئی ۶ ستمبر کی صبح کو عیسائیوں اور دیگر فرقوں نے امرتسر، لدھیانہ اور دیگر شہروں میں وہ جلوس نکالے وہ وہ نعرے کسے، ایسے ایسے اشتہارات لگائے کہ خدا کی پناہ۔ ان میں سے چند اشتہارات کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ کچھ اشتہارات منظوم بھی تھے:

۱۔ ایسی مرزا کی گت بنائیں گے سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

۲۔ پنجۂ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی

۳۔ غضب تھی تجھ پہ ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت سے منہ چھپاتے تھے تیرے مریدوں پہ محشر چھٹی ستمبر کی

ایک اور اشتہار کچھ یوں تھا:

۔۔۔ مرزا قادیانی تمام مخلوق کی نظروں میں رسوا ہوا۔۔۔ حکیم نورالدین کہاں ہیں۔۔۔ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں...... سچ ہے ولو تقول علینا......

(امرتسر کا ایک اشتہار مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء)

لیکن مرزا بھی بڑی ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اس نے اور اس کے مریدوں نے اس کی تاویلیں شروع کر دیں:

۱۔ پہلی تاویل اس بارے میں یہ کی گئی کہ اس نے اندر میعاد حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا وہ نہ مرا۔ اس بارے میں مرزا غلام احمد کے بہت بڑے حواری اور مرزائی مبلغ جلال الدین شمس نے اس تاویل کو یوں بیان کیا ہے۔ ذرا زبان بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے نبی مرزا غلام احمد کی طرح کیسی شستہ ہے اور تاویل بھی بغور پڑھیں۔ جلال الدین شمس لکھتا ہے:

''مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی مناظر سے متعلق مباحثہ ''جنگ مقدس'' کے اختتام پر حضرت مسیح موعود نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ جب پیشگوئی کی میعاد پندرہ ماہ گزر گئی اور آتھم نہ مرا اور اللہ تعالیٰ نے حسب پیشگوئی رجوع الی الحق کی وجہ سے اسے مہلت عطا فرمائی تو عیسائیوں نے اس پر بڑی خوشیاں منائیں اور اسے عیسائیت کی فتح سمجھ کر ۶رستمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر میں آتھم کا جلوس بھی نکالا۔ یہ مقابلہ درحقیقت اسلام اور عیسائیت کا تھا۔ (بالکل غلط یہ مقابلہ مرزائیت اور عیسائیت کا تھا)۔ لیکن باوجود اس کے بعض بے غیرت ملاؤں اور ان کے متبعین نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شور وغل اور استہزاء میں برابر کا حصہ لیا، اور پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا شور مچایا اور اس پر اعتراضات کیے، گندے اور گالیوں سے پر دل آزار اشتہارات نکالے اور حد درجہ بدزبانی سے کام لیا''۔

اس کے بعد جلال الدین شمس نے لکھا ہے کہ:

''الغرض حضرت مسیح موعود نے پندرہ ماہ کی میعاد گزرتے ہی ۵رستمبر ۱۸۹۴ء کو رسالہ انوار الاسلام تحریر فرمایا اور مئی ۱۸۹۵ء میں اسی موضوع پر رسالہ ''ضیاء الحق'' تالیف فرمایا جس میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور لکھا:

''کہ خدا کے الہام نے مجھے جتا دیا کہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اس کے وعدۂ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن بڑے ہاویہ یعنی موت سے تھوڑے دنوں کے لیے بچ گیا''۔ (روحانی خزائن، جلد۹ص۲)

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ کس قدر غلط تاویل ہے۔ اگر آتھم نے ''حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا'' اور آپ کو اپنے الہام نے یہ بتا دیا کہ اس نے کسی قدر رجوع الی الحق کر لیا ہے تو پھر آپ اور آپ کی تمام امت آخری دن تک اس کے مرنے کی دعائیں کیوں کرتے رہے اور عبداللہ سنوری اور میاں حامد علی کو ساری رات چنوں پر ٹونا ٹوٹکہ کرنے پر کیوں لگا رکھا اور وہ چنے ویران کنویں میں کیوں ڈلوائے۔

دوسرے یہ کہ آتھم نے رجوع الی الحق بالکل نہیں کیا تھا۔ جب مرزا غلام احمد کی

پیشگوئی کے مطابق وہ وقت مقرر تک نہ مرا تو اس نے ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو یعنی وقت مقررہ کے دس روز بعد ''وفادار'' اخبار میں ایک خط چھپوایا جس میں لکھا کہ:

''میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ (ص ۸۱، ۸۲) مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی نسبت پیشگوئی ہے۔ اس سے شروع کر کے جو کچھ گزرا ان کو معلوم ہے اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں چونکہ اسلام قبول کر لیا، اس لیے نہیں مرا خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں کون کس کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں''۔

''جب امرتسر میں عیسائی بھائیوں کے جلسہ میں شامل ہونے کے لیے آیا تھا، وہاں پہلے تو بعض اشخاص نے ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا نہیں آوے گا۔ جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو یہ کہنے لگے یہ آتھم کی شکل کا ربڑ بنا ہوا ہے۔ انگریز حکمت والے ہیں۔ ربڑ کے آدمی میں کل لگادی ہے۔ ایسی باتوں کا جواب خاموشی ہے۔ میں راضی خوشی اور تندرست ہوں اور ویسے مرنا تو ایک دن ضروری ہے۔ زندگی اور موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر جو باشندے اس دنیا میں موجود ہیں، سب مر جائیں گے۔ (معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب نے آتھم کے بڑھاپے کو دیکھ کر پیشگوئی کی اور بڑی دعا کے ساتھ پیشگوئی کی مگر غلط ثابت ہوئی۔)

(خط عبداللہ آتھم مندرجہ اخبار وفادار لاہور مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ قادیانی مذہب)

مرزا غلام احمد کے داماد نے بھی اس پیشگوئی کے بارے میں آپ کو خط لکھا اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کے نزدیک بھی مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی غلط ثابت ہوئی لکھتا ہے:

''اب کیا یہ پیشگوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ یا نہیں، ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے۔ اور اس کو یہ سزا موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔

میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیشگوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا، وہ مرگیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی اب اس معرکہ کی پیشگوئی کے اصل مفہوم کے سمجھنے میں تو غضب ڈھادیا۔'' (راقم محمد علی خان از مالیر کوٹلہ)

(خط نواب محمد علی خان بنام مرزا غلام احمد مندرجہ آئینہ حق نما ص ۱۰۰-۱۰۱ مؤلفہ یعقوب علی قادیانی)

دوسری تاویل مرزا غلام احمد نے اس بارے میں یہ کی اور یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی بدتر ہے کہ پیشگوئی میں آتھم کا مرنا مراد نہیں بلکہ تمام عیسائی جو اس مباحثے میں معاون تھے، سب مراد ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اب یاد رہے کہ پیشگوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لیے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا، ایک گروہ مراد ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوکر پندرہ دن جھگڑتا رہا۔ مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام سرگروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور یہ کہ پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے ولا ہے، اس کے لیے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے۔ لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے''۔ (انوار الاسلام ص ۲، روحانی خزائن جلد ۹ ص ۲)

اب اس تاویل سے مرزا صاحب ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا'' کی طرح اور زیادہ پھنس گئے کیونکہ جب ایک آدمی عبداللہ آتھم جو اس فریق کا ہیڈ اور سرگروہ تھا، مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کے نالہ و شیون اور ان کی نہایت تضرع و ابتہال سے کی گئی دعاؤں سے اندر میعاد مقررہ مرا نہیں تو اس تاویل کی رُو سے تو تمام گروہ اور فریق مخالف کے سب آدمیوں کو ۱۵ ماہ کی مدت کے اندر اندر عبداللہ آتھم کے ساتھ مرجانا چاہیے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شخص بھی اس میعاد میں نہیں مرا اس تاویل

کی رو سے بھی مرزا صاحب جھوٹے اور کذاب ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی پیشگوئی کسی صورت پوری نہیں ہوتی۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ عبداللہ آتھم کی درخواست پر مرزا صاحب نے عدالت میں بیان دیا تھا کہ پیشگوئی صرف عبداللہ آتھم کے واسطے تھی نہ کہ کل متعلقین مباحثہ کے لیے۔ (ملاحظہ ہو کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۲۰۶)

تیسری تاویل مرزا صاحب نے اس بارے میں یہ کی کہ عبداللہ آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں رجوع کر لیا تھا اس وجہ سے وہ پندرہ مہینہ میں نہیں مرا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینے میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسۂ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ اور پیشگوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہا تھا۔ لہٰذا اس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مر گیا۔ سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا''۔ (کشتی نوح صفحہ ۶، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۶ حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵)

عذر گناہ بدتر از گناہ یہ تاویل پہلی تاویل سے زیادہ حماقت پر مبنی ہے، سچ کہا ہے بزرگوں نے کہ آدمی ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے سو جھوٹ اور بولتا ہے لیکن وہ جھوٹ پھر بھی سچ ثابت نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اگر عبداللہ آتھم نے عین مباحثے میں ستر (۷۰) معزز آدمیوں کے روبرو رجوع کر لیا تھا تو پھر آپ نے ۵ر جون کو پیشگوئی کی توپ کیوں داغ دی اور بقول مرزا محمود اور مرزا بشیر ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو صف ماتم کیوں بچھی ہوئی تھی۔ قادیانیوں کے چہرے کیوں زرد تھے، ہر طرف مایوسی اور افسوس کا عالم کیوں طاری تھا، رستم علی کے نام خط میں کیوں دعا کی درخواست کی گئی تھی۔ عبداللہ سنوری اور میاں حامد علی کو کیوں چنوں پر وظیفہ پڑھنے اور پھر غیر آباد کنویں میں ڈالنے کا کہا گیا تھا۔ جب رجوع کر لیا تھا اور وہ بھی عین جلسہ میں ستر آدمیوں کے سامنے تو پھر اس کے بارے میں پیشگوئی کا کیا مطلب؟ کیوں مت ماری گئی آپ کی اور کیوں مت مار رہے ہیں آپ اپنے حواریوں کی۔ ایک ہی بات کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میں جھوٹا اور میری پیشگوئی

جھوٹی۔ اسی ایک جملے سے تمام معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ نے چونکہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا تھا اس وجہ سے اللہ نے آپ کو دنیا میں رسوا کیا اور آخرت میں بھی رسوا کریں گے۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ آخر وہ مرتو گیا۔ مرنا تو ایک روز اسے تھا۔ ہی آپ بھی مرتو گئے۔ دنیا میں کون ہے جو نہیں مرتا تو گویا سب آپ کی پیشگوئی سے مرتے ہیں۔ آپ کی بیان کردہ مدت میں تو نہیں مرا۔ جھوٹے تو آپ ہو گئے اور اللہ نے رسوا بھی آپ کو کر دیا کوئی صاحب عقل آدمی آپ کی یہ تاویلیں نہیں سنے گا کیونکہ یہ سب بودی تاویلیں ہیں۔

چوتھی تاویل یہ کی کہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی کیونکہ ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا تھا یہی اصل ہاویہ ہے جس کی میں نے پیشگوئی کی تھی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ:

''اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں، وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کیے۔ اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ ہے۔ اور سزائے موت اس کے کمال کے لیے ہے۔ بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھی جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ (روحانی خزائن ص ۶، انوار الاسلام ص ۶)

اگلے صفحے پر مرزا صاحب مزید لکھتے ہیں اور اپنی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی تاویل کر کے کہتے ہیں:

''پس اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی (روحانی خزائن: ص ۷) اسلام کو یقیناً فتح ہوئی، ہر وقت فتح ہوتی ہے اور فتح ہوتی رہے گی، لیکن مرزائیت کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑا اور آپ کی رسوائی ہوئی تبھی تو قادیانیوں کے چہرے ۵/ ستمبر ۱۸۹۴ء کو زرد ہو گئے کیونکہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے اس روز قادیان میں آہ و بکا ہو رہی تھی کیونکہ ان

کی رسوائی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے اس روز قادیانیوں کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے عورتیں بین ڈالتی تھیں اور ہر زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتھم مر جائے کیونکہ آتھم کے نہ مرنے سے آپ کی ذلت و رسوائی ہو رہی تھی اور آپ کی پیشگوئی جھوٹی نکلی تھی۔ (ملاحظہ ہو الفضل قادیان، ۲۰ر جولائی ۱۹۴۰ء بیان مرزا محمود)

پانچویں تاویل مرزا نے یہ کی ''کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدے میں جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا''۔
(کشتی نوح ص ۶ ضمیمہ نزول المسیح، اعجاز احمدی ص ۵)

پھر یہ میعاد پندرہ مہینے کی کیوں مقرر کی تھی، اور اتنی دعائیں کیوں مانگی گئیں۔ یہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ مترادف ہے خود یہ تاویلیں کرتے وقت مرزا غلام احمد کا دل یہ کہہ رہا تھا کہ تیری پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور تو جھوٹا ہے۔

چھٹی تاویل اس بارے میں یہ کی گئی اور یہ مسئلہ ایجاد کیا گیا کہ (معاذ اللہ) نبیوں کی بعض پیشگوئیاں جھوٹی بھی نکلیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میری پیشگوئیاں بھی اگر جھوٹی نکلی ہیں تو کیا ہوا؟ چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا کہ:

''ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں''۔ (اعجاز احمدی ص ۱۴، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۲۱)

بتانا یہ ہے کہ اگر ان کی پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اور وہ خدا کے نبی رہے تو میری اگر جھوٹی نکل آئیں تو کیا ہوا؟

ساتویں تاویل یہ کی کہ اگر میری یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو کیا ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ عذاب ٹال سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا نے لکھا ہے:

''یہ مسئلہ مسلم ہے کہ وعید یعنی عذاب دینے کا وعدہ ہے اور خدا حقیقی بادشاہ ہے، وہ کسی کی توبہ واستغفار سے اپنے عذاب کو معاف کر سکتا ہے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۲۵، روحانی خزائن، ص ۵۶۷ جلد ۲۲)

یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہ ہوئی اور مرزا صاحب کی یہ بات البتہ سچی ثابت ہوئی:

''کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۲۷)

دوسری پیش گوئی:

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک رشتہ دار تھا جس کا نام مرزا احمد بیگ تھا۔ وہ کسی وراثت کے معاملہ میں مرزا صاحب کا کچھ تعاون چاہتا تھا۔ یہ بیچارا ایک غریب آدمی تھا۔ گورنمنٹ کے محکموں میں اس کا کوئی آنا جانا نہیں تھا۔ مرزا صاحب انگریزوں کے پٹھو ہونے کے ناطے سے انگریزی حکومت کے دفاتر میں آمدورفت رکھتے تھے۔ لہٰذا وہ ان کے پاس اپنے اس معاملہ کے بارے میں امداد حاصل کرنے کے لیے آیا۔ مرزا صاحب نے اس کی تمام کہانی سنی۔ انھوں نے اس کو بلیک میل کرنے کے لیے کہا کہ کام تو میں تمہارا کروادوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی محمدی بیگم میرے نکاح میں دے دو۔ مثیل مسیح اور مسیح موعود بلکہ بروزی رنگ میں محمد واحمد (معاذ اللہ) کا کردار ملاحظہ فرمائیں کہ دیکھا کہ یہ شخص اس وقت مشکل میں ہے۔ فوراً اس کے کام لیے اس کی بیٹی کا ہاتھ مانگ لیا جو کہ اخلاقاً اور دینی لحاظ سے ایک بہت بڑا گناہ تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب اس کا کام کروادیتے۔ پھر ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی ان کے حبالہ عقد میں دے دیتا۔

ایسے لوگ اخلاقی لحاظ سے نہایت گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ نہایت شہوت پرست، عیاش اور جنسی حرص ان کی گھٹی میں بھری ہوتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی دوسری شادی جس میں سے مرزا محمود، مرزا بشیر اور مرزا شریف پیدا ہوئے کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''خدائے عزوجل کی زبردست نشانیوں (معجزات) میں سے ایک یہ ہے کہ عرصہ تخمیناً بیس برس گزر چکا ہے کہ جب مجھے ایک مقدس وحی کے ذریعے خبر دی گئی تھی کہ خدا تعالیٰ ایک شریف خاندان میں میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے۔ اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد پیدا ہوگی۔

اب اس بارے میں مرزا صاحب دوسرا بڑا نشان (معجزہ) بتا رہے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا یعنی دوسرا بڑا نشان یہ ہے کہ:

''جب شادی کے متعلق مجھ پر مقدس وحی نازل ہوئی تھی تو اس وقت میرا دل ودماغ اور جسم نہایت کمزور تھا۔ اور علاوہ ذیابیطس اور دورانِ سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر بھی کلی طور پر دور نہ ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی (sex power) کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جواب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت، صحت اور طاقت بخشی اور چار بیٹے عطا کیے''۔ (نزول المسیح ص ۲۱۰-۲۱۱، روحانی خزائن جلد ۱۸، ص ۵۷۶-۵۸۷)

اس نکاح کے بعد مرزا صاحب نے اپنے دوست اور دست راست حکیم نورالدین کو لکھا کہ:

''شادی کرنے کے بعد کافی عرصہ تک مجھے یہی احساس رہا کہ میں نامرد ہوں''۔

(مکتوبات احمدیہ، جلد ۵ ص ۱۴۵)

جس وقت مرزا صاحب کہ یہ شادی ہوئی اس وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔ اس عورت سے انھوں نے دس بچے پیدا کرنے کا دعویٰ کیا جب کہ جوانی کی عمر ان کی جو پہلی شادی ہوئی اس میں سے صرف دو بچے سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے۔ ہمارے ایک دوست کہا کرتے تھے کہ ان دس بچوں کی پیدائش کو جو مرزا صاحب نے اپنا معجزہ قرار دیا ہے یہ دراصل ان کی بیوی نصرت جہاں کا معجزہ ہے نہ کہ مرزا صاحب کا کیونکہ اس نکاح کے وقت ان میں قوت مردمی تھی ہی نہیں۔ اور جب تھی اس وقت تو وہ صرف دو بچے پیدا کر سکے کیونکہ مرزا صاحب کی پہلی شادی جب ہوئی تو اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی اور اس عورت سے انھوں نے صرف دو بچے پیدا کیے۔

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ جھوٹی نبوت کے یہ دعویدار اپنی سرشت میں عیاش اور شہوت پرست ہوتے ہیں۔ اسی شہوت پرستی کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ کوئی زبانی بات نہیں بلکہ قادیانیت کی تاریخ میں سیاہ حروف سے لکھی ہوئی بات ہے کہ ایک مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبہ جمعہ میں ایک خط پڑھ کر سنایا اور

کہا کہ ایک منافق کا ایک گمنام خط آیا ہے:

''اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں۔ اگر انھوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔''

یہ مرزا غلام احمد اور مرزا بشیر الدین پر کتنا گھناؤنا الزام ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا بشیر اس کی تردید کرتا کہ اس زنا کے گناہ سے میرا اور مرزا غلام احمد کا دامن بالکل پاک ہے لیکن پورے خطبے میں اس نے اس الزام کی تردید نہیں کی اور کرتا بھی کیسے کیونکہ ''بادۂ عصیاں سے دامن تر بہ تر ہے شیخ کا'' اور تردید کی تو صرف اس بات کی:

''اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے (یعنی لاہوری مرزائی ہے) اس لیے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں''

(الفضل، قادیان، ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

اس نے جو ولی اللہ کا لفظ مرزا غلام احمد کے لیے استعمال کیا اس کی تو تردید کی لیکن زنا کے بارے میں نہ اپنے متعلق کی اور نہ مرزا صاحب کے متعلق۔ کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس لاہوری مرزائی نے یہ بات بالکل درست کہی ہے۔ اور تردید تو غلط بات کی ہوتی ہے، صحیح بات کی تردید نہیں ہوتی۔

یہ تو صرف ایک دو واقعات ہیں ورنہ تاریخ محمودیت مرزا محمود کے ایسے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ عبدالرحمٰن مصری کی روح کانپ رہی ہے کہ مرزا محمود نے اس کے نوجوان بیٹے کے ساتھ کیا کیا۔

مختصر یہ کہ اسی شہوت پرستی کے جنون میں مرزا غلام احمد نے ۵۵ سال سے زائد عمر میں مرزا احمد بیگ سے اس کی لڑکی محمدی بیگم کا ہاتھ مانگ لیا جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ حالانکہ مرزا صاحب اس وقت مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے۔ بہر حال یہ ایک ذاتی معاملہ تھا کہ مرزا صاحب جس لڑکی سے مرضی شادی کریں اور جس عمر میں

کریں، لیکن مرزا صاحب نے جس طریقہ سے مرزا احمد بیگ ولد محمدی بیگم کو بلیک میل کرنا چاہا وہ اخلاق سے گری ہوئی بات تھی۔ اس وجہ سے احمد بیگ نے مرزا غلام احمد کو اپنی بیٹی دینے سے صاف انکار کر دیا۔

اب کیا تھا؟ مرزا صاحب نے اس نکاح کو اپنے سچے اور جھوٹے ہونے کا مسئلہ بنالیا۔ اب خود مرزا صاحب کے الفاظ میں اس کی تفصیل سنئے کہ محمدی بیگم کے والد کو انھوں نے کیسے بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔

''سو اس دعا کے قبول ہونے کی خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر (محمدی بیگم) کا ایک اپنے ضروری کام کے لیے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نامی کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چنانچہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا، اس لیے مکتوب الیہ نے بہ تمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تاکہ ہم اس ہبہ نامہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں، اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے، لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے، جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا، گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے ہمیں فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمھارے لیے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اور تمام برکتوں

اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر میں تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانے میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا، اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے:

كذبوا بآيتنا وكانوا بها يستهزؤون۔ فسيكفيكهم الله ويردها اليك، لاتبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد۔ انت معي وانا معك، عسى ان يبعثك مقاما محمودا۔

یعنی انھوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لیے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تیری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں، اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔

یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے۔ اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۱۵۷-۱۵۹، آئینہ کمالات اسلام ص: ۲۸۵-۲۸۷)

مرزا احمد بیگ کو بلیک میل کرنے کے لیے جب مرزا غلام احمد نے اس کی دختر کلاں (بڑی لڑکی محمدی بیگم) کا ہاتھ مانگا تو اس نے مرزا غلام احمد کی عمر، اس کی مختلف دیرینہ بیماریوں اور پھر اس کے جھوٹے دعوے کو دیکھ کر اپنی لڑکی کا ہاتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ مرزا غلام احمد پر اس لڑکی کا جنون کچھ اس طرح سوار تھا کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے اب اس نے مرزا احمد بیگ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ اس نے کہا:

''خدا تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمھارے نکاح میں آئے گی، اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمھاری طرف لائے گا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے''۔

(ازالۂ اوہام ص ۳۹۶، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۳۰۵)

بات معمولی تھی مرزا صاحب نے اس لڑکی سے نکاح کے بارے میں پیشگوئی کی نکاح نہ ہوا کوئی بات نہ تھی۔ یہ ایک خانگی معاملہ تھا لیکن مرزا نے اس کو اپنے صدق و کذب کو جانچنے کا ایک معیار بنا لیا اور صاف کہا کہ:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق و کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا''۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۸، روحانی خزائن جلد ۵، ص ۲۸۸)

اس پیشگوئی کے بارے میں مرزا صاحب کو اس قدر یقین تھا کہ اپنا ایک اور الہام اس بارے میں داغ دیا۔

"یسئلونك احق هو قل ای وربی انه الحق وما انتم بمعجزین، زوجنا کھا لامبدل لکلماتي وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر"۔

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے؟ کہہ ہاں مجھے اپنے

رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد باندھ دیا ہے (یعنی محمدی بیگم سے خود تیرا نکاح کر دیا ہے) میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔

(آسمانی فیصلہ ص ۴۰، روحانی خزائن جلد ۴ ص ۳۵۰)

اپنی کتاب انجام آتھم میں پھر اس پیشین گوئی کے بارے میں عربی میں لکھا:

فاشار فی لفظ فسیکفیکھم اللّٰہ انی انہ یرد بنت احمد اتی بعد اھلاك المانعین و کان اصل المقصود الاھلاك۔

فسیکفیکھم اللہ اس میں اشارہ ہے کہ احمد بیگ کی دختر میرے پاس آئے گی اور جو لوگ اسے میرے نکاح میں آنے سے روکنے والے ہیں وہ ہلاک ہوں گے یعنی اس کا باپ اور خاوند۔ اور اصل مقصود ہلاک ہے۔ (روحانی خزائن، جلد ۱۱، ص ۲۱۶)

اسی کتاب میں چند صفحات آگے لکھا ہے کہ:

بل الامر قائم علی حالہ ولا یردہ احد باحیت لہ، والقدر قدر مبرم من عند اللہ العظیم، وسیئتی وقتہ بفضل اللہ الکریم، فوالذی بعث لنا محمد ن المصطفی وجعلیہ خیر الرسل وخیر الوری، ان ھذا حق فسوف ترا، وانی اجعل ھذا البنا ومعیار الصدقی او کذبی، وماقلت الا بعد ماانبئت من ربی۔

بلکہ اصل بات (یعنی نکاح محمدی بیگم) اپنے حال پر قائم ہے، اور کوئی کسی حیلہ سے اسے رد نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تقدیر مبرم ہے یعنی بالکل ٹل نہیں سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عنقریب وہ وقت آئے گا۔ پس قسم ہے اس خدائے بزرگ وبرتر کی جس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہمارے لیے مبعوث فرمایا اور

انھیں تمام رسولوں اور تمام مخلوقات سے افضل و بہتر بنایا کہ یہ بات حق ہے اور تو عنقریب اس کو دیکھ لے گا۔ اور میں اس کو اپنے صدق یا کذب کا معیار بناتا ہوں۔ اور میں نے یہ بات نہیں کہی مگر اپنے رب سے خبر پا کر۔ (انجام آتھم ص ۲۲۳، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۲۳)

مرزا صاحب اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار بتا رہے تھے، لیکن ادھر مرزا احمد بیگ کسی صورت بھی مرزا صاحب سے اپنی بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ چنانچہ ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء تک جب یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو مرزا صاحب بیمار ہو گئے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ "جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ (جیسا کہ اب تک بھی ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا:

الحق من ربك فلا تكونن من الممترين۔

یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔

(ازالۂ اوہام حصہ اول: ص ۳۹۸، روحانی خزائن: جلد ۳ص ۳۰۶)

اندازہ فرمایئے کہ اس نکاح کے بارے میں کس قدر تاکیدیں ہو رہی ہیں۔ یہ نکاح اللہ تعالیٰ نے خود پڑھایا۔ اتنی سخت بیماری میں بھی کہا جا رہا ہے کہ شک کو قریب بھی نہ پھٹکنے دو۔ پھر یہ تقدیر مبرم کے طور پر ہے جو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتی۔ اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار بھی بتایا لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو گیا۔ مرزا احمد بیگ نے مرزا صاحب کی اس تجویز کو بالکل ٹھکرا دیا اور محمدی بیگم کی شادی اپنے ایک عزیز مرزا سلطان محمد سے کر دی جو فوج میں ملازم تھا۔ اس نکاح سے مرزا صاحب کو ناکامی کے ساتھ ساتھ ذلت کا منہ بھی دیکھنا پڑا۔ اخباروں اور رسالوں میں آرٹیکلز نکلے اور مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے جھوٹا ہونے کو لوگ مزے لے لے کر پڑھتے۔ کچھ لوگ تو اس وجہ سے

پڑھتے کہ اس بڈھے عاشق کو اس طرح نامراد ہونا پڑا۔ کچھ لوگ اس لحاظ سے پڑھتے کہ اس جھوٹے نبی کہ یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی۔ سر بازار رسوائی ہوئی۔ مرزا صاحب کی وقتاً فوقتاً کی ان تاکیدوں نے بھی کہ یہ پیشگوئی ضرور پوری ہوگی معاملہ کو اور زیادہ دلچسپی کی چیز بنا دیا۔ مرزا صاحب کے خاندان کی بھی نہایت ذلت و رسوائی ہوئی کہ اتنی پکی پیشگوئی بھی بالآخر جھوٹی نکلی اور مرزا احمد بیگ نے رشتہ دار ہونے کے باوجود مرزا صاحب کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی لڑکی دوسری جگہ بیاہ دی۔

اپنی پیشگوئی کے دوران مرزا صاحب نے اس کو پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ:

''اگر وحی الٰہی کوئی بات بطور پیشگوئی ظاہر فرمائے اور ممکن ہو کہ انسان بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق کے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۲، ص ۱۹۸)

اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لیے مرزا صاحب نے پورے جتن کیے نہ صرف جائز بلکہ ناجائز طریق بھی استعمال کیے۔ آپ نے مرزا احمد بیگ اور اس کے تمام رشتہ داروں پر ہر طرح سے دباؤ ڈالا اور ڈلوایا کہ وہ اس تجویز کو مان لیں۔ ترغیب و ترہیب کے تمام ذرائع بھی استعمال کے۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اعلان میں بھی کہا کہ:

''اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص کی دختر کلاں کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمھارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں، لیکن اگر اس نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۲۷۶)

۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کو مرزا احمد بیگ کو یہ خط لکھا:

''خدائے تعالیٰ نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دے گا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا۔ اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لیے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی۔ اور یہ دونوں طرف برکت اور موت ایسی ہیں جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام، ص ۲۸۰)

مرزا غلام احمد نے جب دیکھا کہ محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ کسی صورت یہ نکاح کرنے پر راضی نہیں ہو رہا تو انھوں نے اب مرزا احمد بیگ کو ایک خط لکھا۔ جو حسب ذیل ہے:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو، لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ آپ کے لیے دعائے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبت اور خلوص و ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے، آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا آخری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اور اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوں گے۔ اور آخر اسی جگہ ہوگا، کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لیے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا، اور میں اب بھی

عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتے سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لیے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھولے گا جو آپ کے خیال میں بھی نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجی ہے تو کیوں اس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے، اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشگوئی کے ظہور کے لیے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے۔ اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے، ایمان لاتا ہے، اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لیے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا۔ اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز نہیں بدل سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین و دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطاء فرمائے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی نا ملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔ والسلام!

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد عفی عنہ

۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ

(کلمہ فضل رحمانی ص ۱۲۳ مؤلفہ قاضی فضل احمد)

مرزا احمد بیگ مرزا غلام احمد کے اس خط سے ذرہ برابر متاثر نہ ہوا اور وہ برابر اپنی بات پر ڈٹا رہا کہ وہ ہرگز ہرگز اپنی لڑکی کا ہاتھ مرزا صاحب کو نہ دے گا۔

مرزا احمد بیگ کے علاوہ محمدی بیگم کے چچا مرزا علی شیر اور اس کی چچی اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی خط لکھے۔ چنانچہ ایک خط انھوں مرزا علی شیر کو اس مضمون کا لکھا:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں، لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا، مگر میں للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پروانہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اب آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ (گویا اسلام کا دوسرا نام مرزا غلام احمد ہے معاذ اللہ) عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے دین کی بھی پروانہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو ذلیل خوار کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔

یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچا لے گا۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو اب تک ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لیے مجھے چھوڑ دیا اور اس لڑکی کے نکاح کے لیے سب ایک ہو گئے۔ یوں مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے، مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ ذلیل وخوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے مگر اب تو وہ

مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدائے تعالیٰ سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ: ''کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کے لیے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دے، ہم راضی ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے؟ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہ کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا باقی رہ گیا جو چاہے سو کرلے۔ ہم اس کے لیے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہوسکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک میں ذلیل ہوں، ناچیز ہوں، خوار ہوں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے کے ساتھ تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے؟ لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں تو پھر جیسا کہ آپ کی خود منشاء ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا بلکہ ایک طرف جب محمدی بیگم کا نکاح کسی شخص سے ہوگا تو دوسری طرف سے فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کردوں گا۔ اگر میرے لیے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرادو گے تو میں بدل وجان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جواب میرے قبضے میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لیے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہٰذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کردیں کہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسے ہی سب رشتے ناطے ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں، میں نہیں جانتا کہ کہاں

تک درست ہیں۔ واللہ اعلم!

راقم خاکسار

غلام احمد از لدھیانہ، اقبال گنج، ۲ مئی ۱۸۹۱ء۔

اس خط میں دھمکیوں اور ترلوں (خوشامدوں) سے جو کام لیا گیا ہے، قارئین اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ پھر ان کی لڑکی کو طلاق کی دھمکی والدین کے لیے ایک بہت بڑی دھمکی ہے لیکن اس خط کا جواب جو دیا گیا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ خط کے ایک ایک لفظ سے علی شیر کی جرأت ایمانی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس نے اس خط کے جواب میں مرزا صاحب کو لکھا:

اخویم مرزا غلام احمد زاد عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ پہنچا۔ غریب طبع یا نیک جو کچھ بھی آپ تصور کریں، آپ کی مہربانی ہے۔ ہاں مسلمان ضرور ہوں۔ مگر آپ کی خود ساختہ نبوت کا قائل نہیں ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سلف صالحین کے طریقے پر ہی رکھے اور اسی پر میرا خاتمہ بالخیر کرے۔

باقی رہا تعلق چھوڑنے کا مسئلہ تو بہترین تعلق خدا کا ہے، وہ نہ چھوٹے اور باقی اس عاجز مخلوق کا تعلق ہوا تو پھر کیا، نہ ہوا تو پھر کیا۔ اور احمد بیگ کے متعلق میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ وہ ایک سیدھا سادا مسلمان آدمی ہے۔ جو کچھ ہوا آپ کی طرف ہی سے ہوا۔ نہ آپ فضول ایمان کو گنواتے اور الہام باقی کرتے اور نہ وہ کنارہ کش ہوتا۔

یہ ٹھیک ہے کہ خویش ہونے کی حیثیت سے آپ نے رشتہ طلب کیا، مگر آپ خیال فرمائیں کہ اگر آپ کی جگہ احمد بیگ ہو اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدا لگتی کہنا کہ تم کن کن باتوں کا خیال کر کے رشتہ دو گے۔ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور وہ مجمع المرائض ہونے کے علاوہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہوتا اور اس پر وہ مسیلمہ کذاب کے کان بھی کتر چکا ہوتا (یعنی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا جھوٹا مدعی ہوتا) تو آپ رشتہ دیتے؟

آپ کو خط لکھتے وقت، یوں آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے لڑکیاں سبھی کے

گھروں میں ہیں اور نظام عالم ان ہی باتوں سے قائم ہے۔ کچھ حرج نہیں اگر آپ طلاق دلوائیں گے، تو یہ بھی پیغمبری کی ایک نئی سنت قائم کر کے بدزبانی کا سیاہ داغ مول لیں گے۔ باقی روٹی تو خدا اس کو بھی کہیں سے دے ہی دے گا۔ تر نہ سہی خشک ہی سہی، مگر وہ خشک بہتر ہے جو پسینہ کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے۔

میں احمد بیگ کو لکھ رہا ہوں بلکہ آپ کا خط بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے مگر ان کی موجودگی میں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور میری بیوی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے بھائی کی بیٹی کو ایک دائم المریض آدمی کو جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو، دینے کے لیے کس طرح لڑے۔ ہاں اگر وہ خود مان لیں تو میں اور میری بیوی حارج نہ ہوں گے۔ آپ خود ان کو لکھیں۔ مگر درشت اور سخت الفاظ آپ کا قلم گرانے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس سے جہاں تک ہو سکے احتراز کریں اور منت سماجت سے کام لیں۔

خاکسار

علی شیر بیگ از قادیان ۴ مئی ۱۸۹۱ء

(منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

مرزا علی شیر کے جواب نے مرزا غلام احمد کو سخت پریشان کر دیا۔ اسی تاریخ کو انھوں نے مرزا علی شیر کی اہلیہ کو پھر ایک نہایت دھمکی آمیز خط لکھا جس میں اس بات پر زور دیا کہ اگر مرزا احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح اس سے نہ کیا تو عزت بی بی زوجہ فضل احمد کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دے گا۔ لیکن عزت بی بی کی والدہ جو کہ علی شیر کی بیوی اور مرزا احمد بیگ کی بہن تھی، نہایت جری اور بہادر عورت تھی، اس نے مرزا صاحب کی اس طلاق والی دھمکی کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو اس نکاح کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا کہ:

"والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز میں محمدی (مرزا احمد بیگ کی لڑکی) کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لیے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا

سکتی ہو، اس کو سمجھاؤ۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جاوے۔ اور ایک پیسہ اس کو وراثت کا نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ:

''اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا نکاح غیر کے ساتھ کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی بیگم کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرعی طلاق ہے اور مجھے اللہ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کردوں گا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔

یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدائے تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اسی دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

راقم

مرزا غلام احمد از لدھیانہ، اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

اس خط کے ساتھ ہی مرزا غلام احمد نے اپنی بہو عزت بی بی زوجہ فضل احمد سے اس کی ماں کے نام ایک خط لکھوایا جو کہ حسب ذیل ہے:

از طرف عزت بی بی ۔۔۔۔۔ بطرف والدہ ماجدہ!

سلام مسنون کے بعد!

اس وقت میری تباہی اور بربادی کا خیال کرو۔ مرزا صاحب مجھ سے کسی طرح فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں (یعنی محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ) کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر مجھے اس جگہ (قادیان) سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارکس ہیں)

جب کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر (مرزا سلطان محمد سے محمدی بیگم کا) نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لیے قادیان میں آدمی بھیج دو تاکہ اس کو لے جاوے۔

عزت بی بی بذریعہ خاکسار غلام احمد رئیس قادیان۔ ۶ مئی ۱۸۹۱ء

(منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

ملاحظہ فرمایئے کہ اس جھوٹے مدعی نبوت کو اپنی پیشگوئی کو سچا ثابت کرنے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں اور وہ کس طرح انتقام پر اترا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی بہو کو بھی طلاق دلوانے پر تلا ہوا ہے اور طلاق دلوا بھی دی۔ اگر یہ نکاح آسمانوں پر ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود پڑھایا تھا جیسا کہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے تو پھر اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس سے قبل مرزا غلام احمد نے ایک خط حکیم نورالدین کو بھی لکھا کہ مرزا احمد بیگ کا لڑکا محمد بیگ آپ کے پاس زیر علاج ہے۔ آپ اس کو ترغیب دیں کہ وہ پولیس میں بھرتی کروا دیا جائے گا جیسا کہ اس نے کئی خطوط میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے اگر وہ اپنے باپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا غلام احمد سے کر دے۔

چنانچہ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے حکیم نورالدین کو حسب ذیل خط لکھا:

مخدومی ومکرمی اخویم حکیم نوردین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مہربانی نامہ آن مکرم پہنچ کر بہ مژدۂ افاقہ از مرض بہت خوشی ہوئی الحمد للہ علی ذالك۔ محمد بیگ کا لڑکا جو آپ کے پاس ہے۔ آن مکرم کو معلوم ہوگا کہ اس کا والد مرزا احمد بیگ بوجہ اپنی بے بختی اور حجاب کے اس عاجز سے سخت عداوت اور کینہ رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی اس کی والدہ بھی۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے بوجہ اپنے بعض مصالح کے اس لڑکے کی ہمشیرہ (محمدی بیگم) کی نسبت وہ الہام ظاہر فرمایا تھا کہ جو بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں حد سے زیادہ جوش مخالفت ہے اور مجھے معلوم

نہیں کہ وہ امر جس کی نسبت مجھے اس شخص کی ہمشیرہ کی نسبت اطلاع دی گئی ہے کیونکر اور کس راہ سے وقوع میں آئے گا۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نرمی کارگر نہ ہوگی۔ **ویفعل اللّٰہ مایشاء** یعنی کرتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

لیکن تاہم کچھ مضائقہ نہیں کہ ان لوگوں کی سختی کے عوض میں نرمی اختیار کر کے ''ادفع بالتی ھی احسن'' کا ثواب حاصل کیا جائے۔ اس لڑکے محمد بیگ کے کتنے خطوط اس مضمون کے پہنچے کہ مولوی (نورالدین) صاحب پولیس کے محکمہ میں مجھ کو نوکر کرادیویں۔ آپ برائے مہربانی اس کو بلا کر نرمی سے یہ سمجھائیں کہ تیری نسبت انھوں نے (یعنی مرزا قادیانی نے) بہت کچھ سفارش لکھی ہے اور تیرے لیے جہاں تک گنجائش اور مناسب وقت ہو کچھ فرق نہ ہوگا۔

غرض آں مکرم! میری طرف سے ذہن نشین کرادیویں کہ وہ (مرزا غلام احمد) تیری نسبت بہت تاکید کرتے ہیں۔ اگر محمد بیگ آپ کے ساتھ آنا چاہے تو ساتھ لے آویں۔۔۔ والسلام

خاکسار

غلام احمد، لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ مکتوب نمبر ۶۰، ۲۷۳ منقول از نوشتہ غیب)

اس مکتوب میں مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم کے بھائی محمد بیگ کو نوکری کا لالچ دے کر اس کے ذریعے ہموار کرنے کے لیے حکیم نورالدین کو لکھا۔ گویا کہ ترغیب سے بھی اور ترہیب سے بھی کام لیا گیا تاکہ کسی نہ کسی طریقے اور ذریعے سے محمدی بیگم سے اس کی شادی ہوجائے، لیکن ہرطرح سے مرزا صاحب کو نامرادی ہوئی۔ اس سے بھی قبل یعنی ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کے خط میں اور بھی ترغیب دی گئی کہ مرزا احمد بیگ کو لکھا:

مکرمی مخدومی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ابھی ابھی مراقبہ سے فارغ ہی ہوا تھا تو کچھ غنودگی سی ہوئی اور خدا کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ احمد بیگ کو مطلع کردے کہ وہ بڑی لڑکی کا رشتہ منظور کرے۔ یہ اس کے حق

میں ہماری جانب سے خیر و برکت کا باعث ہوگا اور ہمارے انعام واکرام بارش کی طرح اس پر نازل ہوں گے اور تنگی اور سختی اس سے دور کر دی جائے گی اور اگر انحراف کیا تو مورد عتاب ہوگا اور ہمارے قہر سے نہ بچ سکے گا۔

اور میں اس کا حکم پہنچا دیا تا کہ اس کے رحم و کرم سے حصہ پاؤ اور اس کی بے بہا نعمتوں کے خزانے تم پر کھولے جائیں۔ اور میں اپنی طرف سے تو صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا ہمیشہ ادب ولحاظ ہی ملحوظ رکھتا ہوں اور آپ کو ایک دین دار اور ایمان دار بزرگ تصور کرتا ہوں اور آپ کے حکم کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں اور ہبہ نامہ پر جب لکھو حاضر ہو کر دستخط کر جاؤں۔ اور اس کے علاوہ میری املاک خدا کی اور آپ کی ہے۔ عزیز محمد بیگ (محمدی بیگم کا بھائی) کے لیے پولیس میں بھرتی کرنے کی اور عہدہ دلانے کی خاص کوشش وسفارش کر لی ہے تا کہ وہ کام لگ جاوے۔ اور اس کا رشتہ میں نے ایک بہت امیر آدمی جو میرے عقیدت مندوں میں ہے، تقریباً کر دیا ہے۔ اور اللہ کا فضل آپ کے شامل حال ہو۔ فقط!

خاکسار غلام احمد عفی عنہ لدھیانہ اقبال گنج مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء

(منقول از نوشتہ غیب، ص ۱۰۰)

اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں بھی مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ''تب میں نے اللہ تعالیٰ کے ایماء اور اشارہ سے مرزا احمد بیگ کو خط لکھا اور اس میں لکھا:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ امابعد، فاسمع ایھا العزیز! مالك اتخذت جدی عبثا و حسبت تبری خبثا۔ واللّٰہ ما ارید ان اشق علیك وستجدنی ان شاء اللہ من المحسنین۔ وما انا اکتب بعھد موثق فانك ان قبلت قولی علی رغم انف قبیلتی فافرض لك حصۃ فی ارضی و خمیلتی۔ ویرتفع الخلاف والنزاع بھذہ الوصلۃ من بیننا ویصلح اللہ قلوب شعبی وعشیرتی وفی کل منتیك اقتفی صغرك وازیل تشفك فتکون من الفائزین لامن الفائزین (ای من الھالکین)

والحق حق اقول انی اکتب لذا المکتوب بخلوص قلبی وجثانی فان قبلت قولی و بیانی، فقد صنعت لطفا الی، وکان لك احسانا علی ومعروفا لدی، فاشکرك وادعو زیادة عمرك من ارحم الراحمین۔ وانی اقیم معك عهدی، انی اعطیك بنتك ثلاثامن ارضی و من کل ماملکته یدی، ولا تسئلنی خطتة الا اعطیك ایاها وانی من الصادقین۔ امن تجد مثلی فی رعایة الصلة و مؤنّة الاقارب۔ وانا کتبت مکتوبی لذامن امر ربی لاعلن امر فاحفظ مکتوبی لذا فی صندوقك فانه من صدق امین۔ واللّٰہ یعلم اننی فیه صادق و کل ماوعدت فهو من اللّٰہ تعالیٰ۔ وما قلت اذ قلت ولکن انطقنی الله تعالیٰ بالهامه وکان هذه وصیه من ربی فقبضتها، وماکان لی حاجته والیك الی بنتك وما ضیق اللّٰہ علی، والنساء سواها کثیرة واللّٰہ یتولا الصالحین۔ فلا تنظر الی مکتوبی بعین الارتیاب فانه کتبته بامحاض النصح التزام الصدق والصوابه ودع الجدال وانتظالاجال، فان مض الدجل وما حصحص الصدق فاجعل حبلاً فی جیدی و سلاسل فی ارجلی وعذبنی بعذاب لم یعذب به احد من العالمین۔“

(آئینہ کمالات اسلام: ص ۵۷۳-۵۷۴)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

”اے عزیز سنئے! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ میری سنجیدہ بات کو لغو سمجھتے ہیں، اور میرے کھرے کو کھوٹا خیال کرتے ہیں۔ بخدا میرا یہ ارادہ نہیں کہ میں آپ کو تکلیف دوں۔ ان شاء اللہ آپ مجھے احسان کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ میں بہ عہد استوار یہ لکھ رہا ہوں کہ اگر میرے قبیلے اور خاندان کی خواہشات کے علی الرغم میری اس

بات کو قبول فرمالیں گے (یعنی محمدی بیگم کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیں گے) تو میں اپنی زمینیں اور باغات آپ کو ہبہ کردوں گا۔ اور اس رشتہ کی وجہ سے دونوں خاندانوں کے درمیان ہر قسم کا نزاع ختم ہوکر مصالحت کی صورت پیدا ہو جائے گی، اور مجھ پر ایک عظیم احسان بھی ہوگا۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ اور خدائے رحمان ورحیم سے آپ کی زیادتی عمر کے لیے دعا گو ہوں گا۔ اور میں آپ سے اپنا ہر عہد پورا کروں گا اور آپ کی دختر کو اپنی زمین اور دوسری تمام ملکیت کا ایک تہائی ہبہ کردوں گا۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا اور میں بالکل سچے لوگوں میں سے ہوں (یعنی جو کچھ وعدہ کروں گا وہ صحیح ہوگا)۔

اور صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے مابین محبت ومؤدت قائم کرنے کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ اور کسی کو نہیں پائیں گے اور میں یہ خط اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ آپ میرے اس خط کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھیں کیونکہ یہ بالکل سچے اور امین کی جانب سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ میں اس بارے میں بالکل سچا ہوں۔ اور جو کچھ میں نے وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کہنے پر کیا ہے۔ میں حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایسا کر رہا ہوں ورنہ مجھے آپ کی اور آپ کی دختر نیک اختر کی کوئی ضرورت نہیں اور مجھ پر عورتوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں نے تو صرف پروردگار کی وصیت کو پورا کرنے کے لیے کیا ہے اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ میرے اس خط کو شک وشبہ کی نگاہ سے نہ دیکھو کیونکہ میں نے یہ خیر خواہی اور صدق وصواب کے التزام کے لیے لکھا ہے۔ جھگڑے کو خیر باد کہہ دو اور میعاد اور وقت کا انتظار کرو۔ اور اگر میعاد گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں

رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈالنا، اور مجھے ایسی سزا دینا کہ تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو''۔

یہ تو ہم نے چند سطور نقل کی ہیں وگرنہ تین چار صفحات میں جس آہ وزاری اور تضرع وابتہال سے مرزا احمد بیگ سے عرضداشت کی گئی ہے، کوئی غیرت مند آدمی کسی بڑے سے بڑے کام کے لیے بھی کسی کو ان الفاظ میں عرض داشت نہیں کرسکتا۔ اس جھوٹے نبی کی ساری نبوت ان منتوں، ساجتوں اور ترلوں میں بہتی ہوئی نظر آتی ہے جو اس نے محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں اس کے والد، چچا اور دوسرے رشتہ داروں کو کیے۔ گویا کہ:

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

ان خطوں میں رئیس قادیان فقیر قادیان نظر آتا ہے۔ اپنی انگریزی نبوت کی ساری عزت مرزا صاحب نے ان خطوں میں کھودی۔ اور لالچ اور دھمکیوں سے کام لیا لیکن کچھ نہ بنا اور مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اب مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے ماموں مرزا امام الدین کو رشوت کی پیش کش کی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے محمدی بیگم سے ان کا نکاح کروادے تاکہ دنیا میں ان کی روسیاہی نہ ہو۔ کیونکہ مرزا صاحب کے خیال میں محمدی بیگم کا والد مرزا امام الدین کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر احمد اس بارے میں لکھتا ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب جالندھر جاکر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے۔ اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں (مرزا امام الدین صاحب) نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان احمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیار پور کے درمیان یکہ میں آیا جایا کرتا تھا۔ اور وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا۔ اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا، اس لیے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام

وعدہ بھی کرلیا تھا۔ (سیرۃ المہدی جلد ا ص ۱۷۴)

یہ سارے پاپڑ مرزا صاحب نے بیلے اور یہ سارے حیلے اور جتن کیے لیکن مرزا احمد بیگ بڑا باغیرت نکلا۔ وہ اپنی ضد پر اڑا رہا کیونکہ وہ اپنی بیٹی کی دنیوی اور دینی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک بڈھے کھوسٹ اور دائم المریض اور مجمع الامراض شخص کے ساتھ وہ اپنی چودہ سالہ بیٹی کو کیسے بیاہ دیتا، جبکہ وہ آدمی ہو بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج۔ مراقی اور توازن ذہنی سے محروم۔ لہٰذا اس نے مرزا صاحب کی تمام تحریص وترغیب اور دھمکیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان احمد سے کر دیا، جو اگرچہ مرزا غلام احمد کی طرح رئیس نہ تھا لیکن تھا پکا مسلمان اور سلف کے عقیدے پر چلنے والا۔ یہ نکاح مخفی طور پر ہوا اور کئی روز تک مرزا صاحب کو پتہ نہ چلا، آخر کچھ روز کے بعد انھوں نے اپنے ایک تعلق دار کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی نسبت جو آپ نے خبر دی تھی کہ بیس روز سے نکاح ہوگیا ہے، قادیان میں اس خبر کی کچھ اصلیت معلوم نہیں ہوتی یعنی نکاح ہو جانا کوئی شخص بیان نہیں کرتا، لہٰذا مکلّف ہوں کہ دوبارے اس امر کی نسبت اچھی طرح تحقیقات کر کے تحریر فرمائیں کہ نکاح اب تک ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا وجہ ہے؟ مگر بہت جلد جواب ارسال فرمائیں۔ اور نیز سلطان احمد کے بارے میں ارقام فرماویں کہ اس نے کیا جواب دیا ہے۔ والسلام!

خاکسار

غلام احمد از قادیان، ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص ۱۴۲)

مرزا صاحب ماہئ بے آب کی طرح اپنے اس خط میں تڑپ رہے ہیں کہ ہائے میری منکوحہ آسمانی کوئی اور لے گیا۔ اس خط کے ایک ایک لفظ سے اضطراب ٹپک رہا ہے۔ ''نکاح اب تک ہوا یا نہیں؟'' کے الفاظ سے اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش

کر رہے ہیں۔ گویا کہ ؎

دل کو بہلانے کو ڈالے ڈاک میں
ان کی جانب سے خط اپنے نام کے

لالچ اور تحریص کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب نے انھیں ایک اور دھمکی دی کہ:

"وان لم تقبل فاعلم ان اللّٰہ قد اخبرنی ان انکاحھا رجلا آخر لایبارك لھا ولالك فان لم تزدجر فیصیب علیك مصائب وآخر المصائب موتك فتموت بعد النکاح الی ثلث سنین، بل متك قریب ویرد علیك وانت من الغافلین۔ کذالك یموت بعلھا الذی یصیر زوجھا الی حولین وستة اشھر۔ قضاء من اللہ فاصنع ما انت صانعه وانی لك لمن النّٰصحین۔ فعبس وتولی وکان من المعرضین۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۷۳)

"اگر تم (اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کرنا) قبول نہ کرو گے تو خبردار رہو، مجھے خدا نے یہ بتلا دیا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمھارے لیے۔ ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے جن کا نتیجہ موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمھاری موت قریب ہے۔ اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے پس جو کرنا ہے کر لو۔ میں نے تم کو نصیحت کر دی پس وہ (مرزا احمد بیگ) تیوری چڑھا کر چلا گیا"۔

مرزا احمد بیگ صرف اکیلا ہی اس شادی کا مخالف نہ تھا بلکہ اس کے تمام رشتہ دار اس معاملہ میں اس کے ساتھ تھے جیسا کہ اس کے بھائی مرزا علی شیر کے خط سے بھی معلوم ہوتا ہے جو ہم نے گذشتہ صفحات میں نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ خود مرزا

صاحب کی اپنی بیوی فضل احمد کی والدہ حرمت بی بی جس کو لوگ "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے (سیرۃ المہدی جلد ا ص ۲۶) اور ان کا اپنا بڑا بیٹا سلطان احمد بھی اس شادی کے سخت خلاف تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ شادی ہو۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

"جب محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ ہوگئی اور قادیان کے تمام رشتہ داروں نے حضرت (مرزا صاحب) کی سخت مخالفت کی آپ کے اور خلاف کوشش کرتے رہے اور سب نے احمد بیگ والد محمدی بیگم کا ساتھ دیا اور خود کوشش کر کے لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرادی تو حضرت صاحب نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں کو الگ الگ خط لکھا کہ ان لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے۔ اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور ان کے ساتھ اب ہماری قبریں بھی تیار نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اب تم آخری فیصلہ کرو۔ اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہوگا۔ اور اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا، میں اس صورت میں تم کو عاق کرتا ہوں۔"

"والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ مرزا سلطان احمد کا جواب آیا کہ مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں، میں ان سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ (چنانچہ مرزا صاحب نے اس وجہ سے اس کو عاق اور محروم الارث کردیا) مگر مرزا فضل احمد نے لکھا کہ میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا شیر علی (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) کو طلاق دے دو۔ مرزا فضل احمد نے فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کردیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ پھر فضل احمد باہر آ کر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا تھا، مگر اپنی دوسری بیوی کی فتنہ پردازی سے آخر پھر آہستہ آہستہ ادھر جاملا"۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲)

اس سلسلہ میں اشتہاری نبی نے ایک اشتہار دیا جس میں لکھا کہ:

"ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصوصیت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبے کے وقت اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کی

سبت بحکم الہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔ چنانچہ ان امور مذکورہ بالا کی وجہ اس اشتہار میں درج ہے۔

اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنھوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے، وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا نکاح کسی سے کیا جائے۔ اور یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی ضرورت اور غرض کیا تھی۔ امر ربی تھا اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا، مگر اس کام کے مدارالمہام وہ ہو گئے ہیں جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا، مگر انھوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بالکل مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا، لیکن انھوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے (جو میں اس کا باپ ہوں) سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھ لی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اس کی ہتک بدل وجان منظور رکھی۔ چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی والدہ نے کیا۔ سو جب کہ انھوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ ۲ مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام وخواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور

نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں، اس کو موقوف نہ کر دیا۔ اور جس شخص کو انھوں نے نکاح کے لیے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا، بلکہ اس شخص کے ساتھ نکاح ہوگیا اور اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا۔ اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی (محمدی بیگم) کی بھانجی ہے، اپنی اس بیوی کو اسی دن جب اس کو نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا، اور ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا۔ اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی اور قرابت وہمدردی دور ہوجائیں گے۔ اور کسی نیکی بدی، رنج وراحت، شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی کیونکہ انھوں نے یہ سب تعلق توڑ دیے اور توڑنے پر راضی ہوگئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیرت کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا:

چوں نبود خویش را دیانت و تقویٰ
قطع رحم بہ از مودّت قربیٰ

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۹ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۲۰-۲۲۱)

اندازہ فرمائیے کہ محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلے میں اور اپنی اس جھوٹی پیشگوئی کو سچا ثابت کرنے لیے مرزا صاحب کیا کچھ کر رہے ہیں۔ لڑکے کو عاق اور بیوی کو طلاق دے دی۔ لیکن:

کوئی بھی کام مرزا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

پھر بھی نامرادی ہی رہی۔ وہ نکاح جو آسمانوں پر ہوا تھا زمین پر نہ ہوسکا۔ پٹی کا سلطان محمد اس کو ان کی آنکھوں کے سامنے بیاہ کر لے گیا لیکن مرزا صاحب نہایت حسرت ویاس سے اس کو دیکھا کیے لیکن پھر بھی پیشین گوئیوں پر پیشین گوئیاں داغتے رہے۔ یہ صرف اپنی خفت کو مٹانے اور اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے تھیں۔ جب سلطان محمد

سے اس کا نکاح ہوا تو اب یہ پیشگوئی داغی کہ مرزا احمد بیگ والد عرصہ تین سال میں مرجائے گا اور اس کا خاوند سلطان محمد عرصہ اڑھائی سال میں مرجائے گا اور وہ بیوہ ہو کر پھر میرے نکاح میں آئے گی۔ دنیا بامید قائم است۔ اب یہ امید مرزا صاحب کو بندھی۔ چنانچہ انھوں نے گورداسپور کی عدالت میں ایک بیان حلفی دیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

''احمد بیگ کی دختر محمدی بیگم کی نسبت جو پیشگوئی ہے جو اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے، وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔ جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمۂ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے۔ اور سچ ہے وہ عورت (محمدی بیگم) میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں، ہنسی کی گئی ہے، ایک وقت آتا ہے کہ عجب اثر پڑے گا اور سب کے سر ندامت سے نیچے ہوں گے (لیکن وہ وقت نہ آیا۔ ظفر!)۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔''

(بیان حلفی مرزا غلام احمد قادیانی عدالت ضلع گورداسپور، کتاب منظور الٰہی ص ۲۴۴ مصنفہ منظور الٰہی قادیانی، لاہوری)

ایک اور الہام ان الفاظ میں شائع کیا:

''احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا یعنی وہ آخر پھر تیرے نکاح میں آئے گی اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے''۔

(مجموعۂ اشتہارات، جلد ۲ ص ۴۱)

پھر اسی اشتہار میں آگے جا کر لکھا کہ:

''لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے (یعنی ایسی تقدیر جو کسی صورت نہیں ٹلتی) جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لیے

الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ ”لا تبدیل لکلمات اللہ“ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سوان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے اور انھوں نے اس ڈھیل اور مہلت کی قدر نہ کی جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنے پاک کلام کی پیشگوئی پوری کرنے کے لیے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا۔ اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔ اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہیں“۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد۲ ص ۴۳)

اپنی کتاب انجام آتھم میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

”میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کردے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشگوئی پوری ہوگئی“۔ (انجام آتھم، ص ۳۱)

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مر گئے لیکن احمد بیگ کا داماد سلطان محمد نہ مرا، لہٰذا وہ اپنے اس قول کے مطابق جھوٹے ہو گئے۔ دوسرا جھوٹ مرزا صاحب نے یہ بولا کہ ”جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔“ یہ دونوں بھی پوری نہ ہوئیں اور مرزا صاحب ان کی رو سے بھی جھوٹے ہوئے۔

پھر اسی کتاب میں عربی میں مرزا صاحب نے اس بارے میں لکھا:

”پھر میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ معاملہ (محمدی بیگم کے نکاح کا) اتنے ہی پر ختم ہو گیا اور جو ظہور میں آیا یہ ہی آخری نتیجہ تھا اور پیشگوئی کی حقیقت اس پر ختم ہوگئی بلکہ اصل معاملہ ابھی اسی طرح باقی ہے۔ اس کو کوئی بھی کسی حیلے سے رد نہیں کرسکتا۔ اور یہ تقدیر خدا تعالیٰ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے۔ عنقریب اس کا وقت آئے گا“۔

پھر لکھا کہ:

”فوالذی بعث لنا محمدن المصطفی و جعله خیر الرسل

وخیر الوری، ان ھذا حق فسوف تری وانی افعل ھذا البنا
معیار صدقی او کذبی وماقلت الا بعد ماانبئت من ربی۔"
قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو خیر الرسل اور خیرالوری بنا کر بھیجا کہ یہ بالکل سچ ہے تم جلد ہی دیکھ لو گے۔ اور میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے وہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔ (انجام آتھم، ص۲۲۳)

ایک اور موقع پر یہ کہا بلکہ دعا کی:

"اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما، جو خلق اللہ پر حجت ہو اور اگر اے خداوند! یہ پیشینگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۲، ص۱۱۶) اور دوسری کتاب ضمیمہ میں لکھا:

"یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی (یعنی موت داماد احمد بیگ اڑھائی سال کے اندر) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(روحانی خزائن: جلد۱۱ص۳۳۸)

پیشگوئی کا دوسرا جزو بالکل پورا نہ ہوا اور مرزا صاحب بقول خود ہر ایک بد سے بدتر ٹھہر گئے۔ ۱۸۹۲ء میں محمدی بیگم کا نکاح ہوا۔ اور ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب بے نیل ومرام مر گئے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ مرزا احمد بیگ تو مر گیا اور پیشگوئی کا ایک جزو تو پورا ہو گیا یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اصل پیشگوئی تو نکاح کی تھی جو بالکل نہ ہوا۔ یہ تو اس کا تتمہ تھا۔ یوں مرزا احمد بیگ کا مرنا اتفاقی بات ہے اس میں مرزا صاحب کی پیشگوئی کا کوئی دخل نہیں۔

۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک دعا کی جس کی رو سے وہ مردود، ملعون اور دجال قرار پائے۔ لکھتے ہیں:

"اور میں تو بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر وعلیم! اگر آتھم کا عذاب

مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند! یہ پیشنگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۲ص ۱۱۶، تبلیغ رسالت جلد۳ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی کیونکہ وہ جھوٹے تھے اور جھوٹے آدمی کی پیشگوئی کبھی پوری نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ "توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیشگوئی کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔ خدا اس کے مقابلہ پر کھڑا ہو جاتا ہے تا کہ دنیا تباہ نہ ہو"۔ (روحانی خزائن جلد۱۲ص ۲۵، سراج منیر ص ۲۳)

مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو پورا اور صحیح ثابت کرنے کے لیے بہت ترلے لیے۔ احمد بیگ کو لالچ دیے، اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد محمدی بیگم کے نام ہبہ کرنے کا کہا۔ محمدی بیگم کے بھائی محمد بیگ کو پولیس میں بھرتی کرانے کا لالچ بذریعہ حکیم نورالدین دیا۔ علی شیر کو ترغیب وترہیب کے خطوط لکھے۔ اپنی بہو عزت بی بی کو طلاق دلوائی۔ اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اپنے بیٹے سلطان احمد کو عاق اور محروم الارث قرار دیا۔ مرزا امام الدین ماموں محمد بیگم کو مال کا لالچ دیا یعنی رشوت، مرزا سلطان محمد خاوند محمدی بیگم کو دھمکیاں دیں کہ وہ اس سے شادی نہ کرے، گویا کہ ہر حربہ اور ہر مکر وفریب اس پیشگوئی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کیا لیکن وہ پوری نہ ہوئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے مرید باصفا مولوی محمد علی امیر لاہوری جماعت نے بھی اس کا اقرار کیا۔ چنانچہ لکھا کہ:

"یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا"۔ (اخبار پیغام صلح، لاہور مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

غرض کہ اس پیشگوئی کو درست ثابت کرنے کے لیے بہت پاپڑ بیلے، لیکن وہ اپنے مقصد میں نامراد رہے اور سلطان محمد پٹی والا اس کو بیاہ کر لے گیا حالانکہ بقول ان

کے ان کا نکاح آسمانوں پر ہوا تھا۔ جب آسمانوں پر نکاح ہوا تھا تو انھیں مطمئن ہو کر بیٹھ جانا چاہیے تھا نہ کہ وہ اتنی ناپاک کوششیں کرتے۔ چنانچہ ان کوششوں میں وہ اپنے بقول:

''ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشنگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے مکر سے، اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کے لیے کوشش کرے اور کراوے''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۲ص ۲۷، سراج منیر ص ۲۵)

گذشتہ صفحات میں ہم نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لیے کیا کیا کوششیں کیں۔ لہٰذا وہ کتوں سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ محمدی بیگم کسی بھی صورت اب میرے نکاح میں آنے والی نہیں تو انھوں نے بعد حسرت ویاس اپنے الہام کی عجیب وغریب تاویل کی اور لکھا:

''اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا ہے یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اس نکاح کے ظہور کے لیے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ '' ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك''پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

(حقیقۃ الوحی تتمہ ص ۱۳۲۔۱۳۳، روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۵۷۰)

''تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی'' نکاح آسمانوں پر ہوا اور مرزا صاحب کا خدا اس قدر جاہل اور ظالم تھا کہ اس کو پتہ نہ تھا کہ یہ عورت توبہ کر لے گی اور بعد میں وہ مرزا صاحب کی پوری دنیا میں ذلت ورسوائی اور جگ ہنسائی کے بعد اس نکاح کو فسخ کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ سچ کہا ہے ''جیسی روح ویسے فرشتے'' جیسا جھوٹا نبی ویسا ہی اس کو ذلیل وخوار کرنے والا جاہل اور ظالم اس کا خدا۔ اللہ تعالیٰ تو کبھی بھی اپنے نبیوں کو لوگوں میں ذلیل ورسوا نہیں کرتا۔

خود تو مرزا غلام احمد جھوٹا اور کذاب تھا ہی۔ ظالم نے سرکار دو عالم ﷺ کو بھی

اپنی جھوٹی اور خانہ ساز پیشین گوئی سے جھوٹا بنایا۔ اس نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ کے حاشیہ میں لکھا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہونے اور اس سے ایک خاص لڑکا ہونے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کی ہے یعنی "یتزوج ویولد لہ" (یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی)۔

(ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۳۳۷)

اب نہ وہ شادی ہوئی اور نہ اس سے مرزا صاحب کے ہاں اولاد ہوئی۔

مرزا صاحب تو محمدی بیگم کی یاد دل میں لے کر اس دنیا سے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس آسمانوں پر پڑھے گئے نکاح کو فسخ بھی قرار دے دیا لیکن:

ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پہ کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

مرزا غلام احمد کے رفیق خاص بلکہ استاد اور پہلے جانشین حکیم نورالدین بھیروی نے اس مردے میں پھر جان ڈال دی اور اس مسئلے کی وہ تاویل کی کہ ابلیس لعین بھی مسکرانے لگا اور مرزا صاحب کی روح نے بھی ان کی اس جدت طرازی کی ضرور داد دی ہوگی۔ وہ تاویل کیا تھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

"اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن حکیم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد اور مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی اور کیا آپ کے علم الفرائض میں بنات البنات (لڑکیوں کی لڑکیاں) کو حکم بنات نہیں مل سکتا۔ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں۔ میں نے تو بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا"۔

(مضمون حکیم نورالدین بعنوان وفات مسیح موعود مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان، جلد ۷ ص ۶۔ ۷ ماہ جون وجولائی ۱۹۰۸ء، ص ۲۷۹، بحوالہ قادیانی مذہب)

یہ تھی مختصر روئیداد اس پیشین گوئی کی جس کو مرزا صاحب نے اپنے صدق

وکذب کا معیار بنایا تھا۔ جس کے لیے اپنی بیوی اور بہو کو طلاق دی اور اپنے بیٹے سلطان احمد کو عاق قرار دیا اور اس طرح دنیا اور آخرت کی روسیاہی مول لی۔ ایک بے گناہ بیوی اور بے گناہ بہو کو صرف اس وجہ سے طلاق دی کہ وہ انھیں دنیا کی رسوائی سے بچانا چاہتی تھیں۔ اگر مرزا صاحب کی شادی محمدی بیگم جس کی عمر اس وقت ۱۴ سال تھی سے ہو جاتی تو پھر بھی مرزا صاحب کی رسوائی ہوتی کیونکہ وہ شادی کے قابل ہی نہ تھے۔ چنانچہ ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء کو مرزا صاحب نے حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھا کہ:

بخدمت اخویم مخدوم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جس قدر ضعفِ دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ آپ کو ایسا ہی ہو۔ جب شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا۔ سو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور ضعف قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا"۔

خاکسار

غلام احمد قادیانی ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۱۴، منقول از نوشتہ غیب مؤلفہ خالد وزیرآبادی)

جب مرزا صاحب کو یقین تھا کہ میں نامرد ہوں تو کس بل بوتے پر انھوں نے دوسری شادی کی۔ اور یہ صبر انھوں نے نہیں کیا تھا بلکہ ان کی بیگم نصرت جہاں نے کیا تھا۔ معلوم نہیں کیسے کیسے جذبات اس بے چاری کے دل میں مچلتے تھے۔ اور کیا کیا بددعائیں وہ اپنے دل میں مرزا صاحب کو دیتی تھی کہ کس نامرد سے پالا پڑا۔ پھر جو جلدی اولاد ہونی شروع ہو گئی اس میں معلوم نہیں کس اللہ کے بندے کا کمال ہے کیونکہ مرزا صاحب تو نامرد ہونے کے ناطے صبر سے کام لے رہے تھے۔ لیکن پھر تیسری شادی کو دل چرایا کہ محمدی بیگم کے لیے الہام داغ دیا۔ اب ان حالات میں مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور آپ کی بہو مخالفت نہ کرتیں تو اور کیا کرتیں۔ ان دونوں بے گناہوں کو مرزا صاحب نے اپنی عیاشی کے لیے طلاق دے دی اور اپنی نبوت کے ماتھے پر رسوائی کا ایک مزید سیاہ داغ لگا لیا۔

چنانچہ مرزا صاحب کے لڑکے بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر ''پھجے دی ماں'' کہا کرتے تھے، بے تعلقی سی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو (مرزا صاحب کے) دین سے سخت بے رغبتی تھی (غالباً مرزا صاحب کے معتقد نہ ہوں گے اور ان کے ان دعاوی کی وجہ سے انھیں کافر سمجھتے ہوں یا پھر احمق اور ابلہ صفت) اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی، اس لیے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔ (مباشرت کرنے کے قابل ہی نہ تھے جیسا کہ حکیم نورالدین کے نام خط سے معلوم ہوتا ہے یا پھر نئی شادی جو مرزا بشیر کی ماں نصرت جہاں سے کی اس کی وجہ سے مباشرت ترک کی ہوگی کیونکہ نئی اور جوان تھی اور وہ بوڑھی اور پرانی) لیکن مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل اور دولڑکے تو اسی بیوی سے ہوئے، اور شاید انھی کے ہوں، ہاں آپ اخراجات وغیرہ باقاعدہ دیا کرتے تھے۔ (بیوی کا حق صرف نان ونفقہ ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ ہے) والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انھیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا ہوتا رہا، اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لیے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا تو میں ظالم ہوں گا۔ (ایک سے خواہ جتنا مرضی ظلم کرے۔ ظفر) اس لیے اب دو باتیں ہیں۔ یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ (پہلے کون سے اس کے حقوق ادا کرتا تھا جو اب وہ چھوڑ دیتی پہلے بھی وہ مظلوم تھی او رآخر تک اس کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ مظلوم ہی رہی، یہاں تک کہ اس پر آخری ظلم یہ کیا کہ اس بے گناہ کو طلاق دے دی۔ ظفر) میں تم کو خرچ دیے جاؤں گا۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی۔ بس مجھے خرچ ملتا رہے، میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں'' (مرزا صاحب پہلے اس کے حقوق کب ادا کرتے تھے۔ ظفر)۔

''والدہ صاحبہ فرماتی ہیں چنانچہ پھر ایسا ہی ہوتا رہا۔ حتی کہ محمدی بیگم کا سوال اٹھا اور آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کر کے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا اور فضل احمد کی والدہ نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ رہی۔ تب حضرت صاحب نے ان

کو طلاق دے دی"۔

"خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ طلاق دینا آپ کے اس اشتہار کے مطابق تھا جو آپ نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء کو شائع کیا تھا اور جس کی سرخی تھی "اشتہار نصرت دین و قطع تعلق از اقارب مخالف دین"۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۶)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی ہرگز پوری نہ ہوئی اور محمدی بیگم آپ کے نکاح میں نہ تو کنواری آئی اور نہ ہی بیوہ ہو کر۔ اور نہ اس کا خاوند مرزا سلطان محمد اڑھائی سال کی مدت میں مرا۔ اڑھائی سال کی مدت کا اختتام ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء کو تھا کیونکہ ۷/ اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (آئینہ کمالات اسلام، ص ۲۸۰) اور خود مرزا صاحب ہی اس (سلطان محمد) کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے"۔ (روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۷۵، شہادت القرآن ص ۷۹)

چنانچہ اڑھائی سال میعاد گزرنے کے بعد بھی وہ زندہ رہا اور مرزا صاحب خون کے آنسو روتے رہے۔ جب مختلف حلقوں سے مرزا صاحب پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی اور طعن و تشنیع کے زہر آلود تیر اُن پر برسنے لگے تو انھوں نے اپنی ذلت و رسوائی کو چھپانے کے لیے ایک عجیب تاویل کی جسے سن کر شیطان کو بھی ہنسی آ جاتی ہے۔ چنانچہ لکھا:

"غرض احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہونا اس کے داماد اور عزیزوں کے لیے سخت غم وہم کا موجب ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے، مفصل ذکر کر دیا۔ پس اس دوسرے سے یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے مطابق تاخیر ڈال دی گئی"۔

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ، مجموعہ اشتہارات، جلد ۲ ص ۹۵ حاشیہ)

اس عبارت اور اس قسم کی دوسری عبارتوں میں مرزا صاحب نے اپنی ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن بات بنی نہیں چنانچہ ایک اور کتاب میں

لکھا کہ:

''رہا داماد اس کا (مرزا احمد بیگ) سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ قبل از موت مر گیا''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱، ص ۲۹، انجام آتھم ص ۲۰ حاشیہ)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے سفید جھوٹ بولا ہے۔ مرزا سلطان محمد بالکل نہیں ڈرا تھا بلکہ وہ نہایت دلیر اور نڈر آدمی تھا۔ اسی وجہ سے اس نے محمدی بیگم سے نکاح کیا تھا۔ نکاح سے قبل بھی مرزا صاحب نے ہر ممکن طریق سے اس کو ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی لیکن وہ ایک فوجی شخص تھا وہ کیسے ڈر سکتا تھا۔ اسی نہ ڈرنے ہی کی وجہ سے تو مرزا صاحب نے اس کے مرنے کی پیشین گوئی کی تھی۔

چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ:

''احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروا نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیشین گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے''۔

(مجموعہ اشتہارات، جلد ۲ ص ۹۵ حاشیہ)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد بالکل نہیں ڈرا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان محمد کا اصل قصور یہ تھا کہ وہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی کو سن کر بھی محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد کا خود اپنا بھی بیان ہے کہ میں بالکل خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے سلطان محمد کے نہ ڈرنے کے بیان کو اپنے اخبارات میں چھاپ کر مرزا غلام احمد کے بیان کی تکذیب کر دی۔ چنانچہ سلطان محمد نے خود لکھا:

''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیشین گوئی فرمائی تھی، میں نے اس پر ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس پیشین گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں''۔

دستخط مرزا سلطان محمد پٹی، مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء۔

(اخبار اہلحدیث، امرتسر، ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء)

مرزا صاحب کے اپنے بیان اور سلطان محمد کی تحریر سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب نے سفید جھوٹ بولا ہے کہ سلطان محمد ڈر گیا تھا۔ لیکن فرض کیجئے وہ ڈر گیا تھا پھر بھی اس کا ڈرنا اس کے لیے مفید نہ تھا کیونکہ اس کی موت تقدیر مبرم تھی اور تقدیر مبرم کبھی نہیں ٹلتی، لہٰذا اسے بہر صورت اڑھائی سال میں بھی مرنا تھا۔ ڈرنے کی صورت میں اور نہ ڈرنے کی صورت میں تھی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔ اور اگر میں سچا ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کرے گا''۔

(انجام آتھم: ص ۲۱، ص ۲۲۳)

پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا:

''شاتان تذبحان و کل من علیها فان ولا تحزنوا، الم تعلم ان اللّٰه علی کل شئی قدیر''۔

''براہین احمدیہ میں آج سے سترہ برس پہلے یہ پیشین گوئی شائع ہو چکی ہے یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد (مرزا احمد بیگ) ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد (سلطان محمد) ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تم سست مت ہو اور واہم مت کرو کیونکہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۵ تا ص ۷۷)

پھر ایک اور مقام پر لکھا:

''اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے، وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا، اور داماد اس کا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا، کیونکہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔

سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے۔ اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبے کے خوف کی وجہ سے اور ان کی توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا۔ مگر یاد رکھو کہ خدا فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم: ص ۱۳)

مرزا صاحب نے مزید لکھا:

''یاد رکھو اگر اس پیشین گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم: ص ۵۴)

ان سب پیشین گوئی کے باوجود مرزا سلطان محمد اڑھائی سال کے عرصہ میں نہ مرا اور مرزا صاحب کا وہ آسمانی نکاح زمین پر نہ ہو سکا لیکن مرزا صاحب کو یقین کامل تھا کہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں ضرور آئے گی یہاں تک کہ جون ۱۹۰۵ء تک مرزا صاحب اسی یقین کے سہارے جیتے رہے۔ جیسا کہ انھوں نے کہا ہے:

''اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی۔ سو ایسا ہی ہوگا''۔ (اخبار الحکم، ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲ کالم ۲)

قبل ازیں بھی ہم انجام آتھم کے حوالے سے اس پیشین گوئی کے بارے میں نقل کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس کو اپنے صدق وکذب کا معیار بنایا اور اس کو تقدیر مبرم قرار دیا اور ۱۹۰۵ء تک نہایت کامل یقین کے ساتھ متواتر الہام داغتے رہے کہ وہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی، لیکن ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن مرض ہیضہ کے باعث مرزا صاحب اس نکاح اور بستر عیش کی حسرت کو دل میں لے کر قبر کی آغوش میں چلے گئے۔

محمدی بیگم کی پیشین گوئی میں مرزا صاحب کے چھ دعوے تھے جو سارے کے سارے غلط ثابت ہوئے۔

''میری اس پیشین گوئی میں نہ صرف ایک بلکہ چھ دعوے ہیں:

اول: نکاح کے وقت میرا زندہ رہنا۔

دوم: نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

سوم: پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم: اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔

پنجم: اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

ششم: پھر آخر بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا''۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵، شہادة القرآن ص ۸۰)

ان چھ دعووں میں کوئی بھی سچا ثابت نہ ہوا:

کوئی بھی دعویٰ مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

بقول مرزا صاحب محمدی بیگم کے نکاح کی پیشین گوئی ایک پیشین گوئی نہیں بلکہ چھ پیشین گوئیاں ہیں۔ اور یہ ساری کی ساری جھوٹی نکلیں۔

مرزا غلام احمد خود تو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل اپنے دل میں کئی ناتمام آرزوئیں لے کر اس دنیا سے چلے گئے۔ گویا ان کی داستانِ زندگی پر یہ شعر بالکل صحیح تھا:

آرزو پھر آرزو کے بعد خونِ آرزو
ایک مصرع میں چھپی ہے داستانِ زندگی

اور ان کے رقیب مرزا سلطان محمد خاوند محمدی بیگم جس نے اڑھائی سال میں مرنا تھا، ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں مسلک اہل السنّت پر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اور غیور باپ مرزا احمد بیگ کی غیور بیٹی محترمہ محمدی بیگم پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ کر ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ لاہور کی پاک سرزمین میں مسلک اہل السنّت پر قائم رہ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس غیور مومنہ نے ہر قسم کے دنیوی لالچ اور طمع کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر اپنے ہاتھوں مرزا غلام احمد قادیانی کے منہ پر کالک ملی اور اسے روسیاہی اور جگ ہنسائی میں ذلیل ورسوا ہو کر اس دنیا سے جانا پڑا اور مرزائی اپنی تیسری ماں سے محروم ہو گئے۔

تیسری پیش گوئی:

مرزا صاحب کی ایک اور پیش گوئی بھی بالکل جھوٹ نکلی اور اس نے بھی مرزا صاحب کی رسوائیوں میں ایک اور رسوائی کا مزید اضافہ کیا کیونکہ مرزا قادیانی کا اپنا قول ہے کہ:

''کسی انسان کا اپنی پیشین گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے''۔ (تریاق القلوب، ص ۳۱۷)

مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ:

''تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے ''بکر وثیب'' جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے''۔ (تریاق القلوب، ص ۳۷، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۰۱)

مرزا صاحب کا یہ الہام ۱۸۸۱ء کا ہے جس میں مرزا صاحب کو کہا گیا کہ دو عورتیں اللہ تعالیٰ تمھارے نکاح میں لائے گا۔ اس میں ایک کنواری اور دوسری بیوہ ہوگی۔ بقول مرزا صاحب کنواری کا الہام پورا ہو گیا، بیوہ کے نکاح کا انتظار ہے، لیکن ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب موت کی آغوش میں چلے گئے لیکن کسی بیوہ کے ساتھ آپ کا نکاح نہیں ہوا اور اس نکاح کی حسرت دل میں لے کر چلے گئے۔

یہ پیشین گوئی مرزا صاحب کی صریحاً جھوٹی نکلی اور یہ پیشین گوئی ایسی ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ مرزا صاحب کا الہام اور اس کی تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ بیوہ کے نکاح کی پیشین گوئی بلا شرط ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بیوہ کے نکاح کے الہام کو محمدی بیگم کے نکاح کی پیشین گوئی پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ

الہام ۱۸۸۱ء کا ہے اور اس وقت مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم کے نکاح کا قصہ ہی ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''اسی طرح شیخ محمد حسین بٹالوی کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی، اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انھیں دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا، اس کو سنایا اور وہ یہ تھا کہ ''بکر و ثیب'' یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر (کنواری) سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا۔ اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا''۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۱، ص ۲۹۸، ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴)

اس الہام میں صاف لکھا ہے کہ ایک کنواری اور ایک بیوہ مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں گی۔ اور مرزا غلام احمد نے خود بھی اس کا یہی معنی سمجھا ہے اور نکلتا بھی اس کا یہی معنی ہے لیکن قربان جایئے قادیانی امت کے ٹھیکیداروں اور تاویل کرنے والوں کے کہ اس الہام کی ایسی تاویل کی کہ مرزا غلام احمد کی روح بھی جہنم میں کانپ گئی ہوگی کیونکہ وہ خود بھی بہت بڑا تاویل باز تھا لیکن یہ تاویل اس کے ذہن میں بھی نہیں آئی۔ یہ تاویل نہیں بلکہ ایک دجل اور فریب ہے۔ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی صریحاً جھوٹی تھی۔ اس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہوسکتی اور اس سے مرزا صاحب کا سراسر جھوٹا ہونا لازم آتا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے:

''ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا''۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۲۸۸)

اب مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی چونکہ بالکل جھوٹی اور غلط تھی، لہٰذا

''نظارت تالیف وتصنیف'' نے (جس کا اصل نام ''نظارت دجل وتلبیس'' ہونا چاہیے تھا) تذکرہ (مرزائی امت کی وہ کتاب جس میں مرزا صاحب کے ''رویا'' ''مکاشفات'' ''الہامات'' اور ''وحی'' کو جمع کیا ہے تاکہ اس کی تلاوت کی جا سکے۔ اور مرزائی اس مجموعہ کو درجہ اور شان کے لحاظ سے قرآن حکیم کے برابر سمجھتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو اپنی وحی کے منزل من اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان تھا جیسا قرآن اور توریت پر۔ ظفر) میں تریاق القلوب سے یہ پیشین گوئی نقل کر کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین کی ذات میں ہی پورا ہوا جو بکر آئیں اور ثیب رہ گئیں''۔ (تذکرہ ص ۳۸)

الہام میں خود مرزا صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ دو عورتیں ہوں گی ایک کنواری اور دوسری بیوہ اور مرزائی ایک ہی عورت کو اس کا مصداق بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ دجل وفریب اور خدا سے بے خوفی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی ہرگز ہرگز پوری نہیں ہوئی اور اس وجہ سے مرزا صاحب کاذب ثابت ہوئے۔ اور مرزا صاحب کا اپنا ہی فیصلہ ہے کہ:

''خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ ان اللّٰہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب سوچ کر دیکھو اس کے یہی معنی ہیں، جو شخص اپنے دعویٰ میں کاذب ہو اس کی پیشین گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی''۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۳۲۲-۳۲۳)

مولوی محمد علی لاہوری قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں کہا تھا کہ:

''یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا'' لیکن مولوی محمد علی نے ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ:

''ایک ہی بات کو لے کر سب باتوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں، کسی امر کا فیصلہ مجموعی طور پر کرنا چاہیے۔ جب تک سب کو نہ لیا جائے ہم نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ صرف ایک پیشین گوئی کو لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیشین گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں، یہ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں؟''۔ (پیغام صلح، لاہور، مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

مولوی محمد علی تو اب مرزا صاحب کے ساتھ جہنم میں پہنچ گئے لیکن ان کے حواریوں کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ سوچ سمجھ کر بتائیں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی ہے کہ نہیں؟ علاوہ ازیں ان کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ ان کے مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ہے کہ:

''ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں رہتا''۔ (چشمۂ معرفت ص۲۲۲)

اور یہ بات ہے بھی بالکل درست کہ جب مدعی نبوت کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے تو اس کی ہر بات مشکوک ہو جائے گی۔ اور پھر جب کسی مدعی نبوت نے کسی بات کو اپنے صدق و کذب کا معیار بتایا ہو اور وہی بات غلط ثابت ہو جائے تو کیا پھر بھی وہ کذاب نہ ہوگا؟

چوتھی پیش گوئی:

اپریل ۱۹۰۵ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مضمون کے کئی پے در پے اشتہارات دیے کہ عنقریب قیامت کا زلزلہ آنے والا ہے۔ اس مضمون کا پہلا اشتہار ۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو ''الانذار'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ:

''غور سے پڑھو! یہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے''۔

''آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے:

تازہ نشان، تازہ نشان کا دھکہ، زلزلة الساعة، قوا انفسکم، ان اللہ مع الابرار، دنی منك الفضل، جاء الحق وزهق الباطل۔

ترجمہ مع شرح: یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا، وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا''۔

(مجموعہ اشتہارات: جلد۳، ص۵۲۲)

۱۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو النداء من وحی السماء نامی اشتہار میں لکھا کہ:

''۱۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت ہوشربا ہوگا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے۔ اس لیے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ، جو محشر کے حادثہ کو یاد دلا دے گا، دور نہیں ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات: جلد۳،ص۵۲۴)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو الہام کرنے والا اس کو بار بار قیامت کی خبر دے رہا تھا، اور مرزا صاحب اشتہار پر اشتہار جاری کر رہے تھے۔ چنانچہ ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو آپ نے ''زلزلہ کی خبر بار سوم'' کا پھر اشتہار دیا، اور اس میں لکھا:

''آج ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدائے تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے، سو محض ہمدردی مخلوق کے لیے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات: جلد۳،ص۵۲۵)

۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب نے ''ضروری گزارش لائق توجہ گورنمنٹ'' کے عنوان سے پھر ایک اور اشتہار جاری کیا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ زلزلہ کے پے در پے اشتہار لوگوں میں سنسنی پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ محض ہمدردی مخلوق کی خاطر شائع کیے گئے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''جس آنے والے زلزلے سے میں نے لوگوں کو ڈرایا ان سے پہلے آپ ڈرا۔ اب تک قریب ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ میں واپس قادیان نہیں گیا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ وقت کب آنے والا ہے؟ میں نے اپنے مریدوں کو بھی اپنے اشتہارات میں بار بار یہی نصیحت کی کہ جس کی مقدرت ہو اسے ضروری ہے کہ کچھ مدت خیموں میں باہر جنگل میں رہے، اور جو لوگ بے مقدرت ہیں وہ دعا کرتے رہیں کہ خدا اس بلا سے ہمیں بچا دے۔ بس میری نیک نیتی پر اس سے زیادہ کون گواہ ہوسکتا ہے کہ اسی خیال سے میں مع اہل وعیال اور تمام جماعت جنگل میں پڑا ہوں اور

جنگل کی گرمی کو برداشت کر رہا ہوں حالانکہ قادیان طاعون سے بالکل پاک ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات: جلد ۳، ص ۵۴۰)

مرزا غلام احمد قادیانی جنگل کی زندگی سے جب اکتا گیا تو وہ نہ صرف چپکے سے واپس قادیان چلا گیا بلکہ کچھ عرصہ تک ان زلزلہ خیز اشتہارات کا سلسلہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق نے اللہ کی اس سرزمین پر نہایت اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ ان زلزلہ خیز اشتہارات سے نہایت بے چین تھی۔

۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو اخبارات کی رپورٹ کے مطابق پہاڑی علاقوں میں زلزلہ کے کچھ جھٹکے محسوس کیے گئے تو مرزا غلام احمد کے الہامات کی پرانی بیماری لوٹ آئی اور اس کی رگِ زلزلہ پھر پھڑکی، طبیعت میں اشتعال پیدا ہوا، دماغ میں پھر الہام کے ابال اٹھنے لگے، مردہ سوتوں میں پھر الہامات پھوٹنے لگے۔ چنانچہ از سرنو اس نے اس قیامت خیز زلزلہ کی اشتہار بازی شروع کر دی، چنانچہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو ایک اشتہار میں لکھا:

''آج یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت پھر خدا نے یہ وحی میرے پر نازل کی جس کے یہ الفاظ ہیں ''زلزلہ آنے کو ہے'' اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہوگا وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے۔ اور یہ زلزلہ (۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو جس کے جھٹکے محسوس ہوئے) اس کا پیش خیمہ ہے جو پیشین گوئی کے مطابق پورا ہوا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۵۴۸)

اس زلزلہ کو خواہ مخواہ ہی اپنی پیشین گوئی کا جزو بنا لیا۔ ایسی پیشین گوئی تو ہرا یرا غیرا کر سکتا ہے جس میں وقت کا تعین نہ ہو۔ آخر جب سے دنیا قائم ہے زلزلے آتے ہی رہے ہیں اور آتے ہی رہیں گے۔

پھر ۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو ''اشتہار واجب الاظہار'' میں ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء کو نظم کی شکل میں زلزلہ کی آمد کا اعلان کیا لیکن وقت کا تعین پھر بھی نہیں کیا، اور نہ یہ بتایا کہ زلزلہ کیسا ہوگا۔ اس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے ۔۔۔ پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
وہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ ۔۔۔ تم یقین سمجھو کہ وہ اک زجر سمجھانے کو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج — آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے
کس نے مانا مجھ کو ڈر کر کس نے چھوڑا بغض وکیں — زندگی اپنی تو ان سے گالیاں کھانے کو ہے
کافرو دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں — کون ایمانِ صدق اور اخلاص سے رونے کو ہے
موت کی رہ سے ملے گی اب تو دیں کو کچھ مدد — ورنہ دین اے دوستو! اک روز مرجانے کو ہے

اسی طرح ۱۹۰۶ء کو بھی زلزلہ کی پیشین گوئی شعروں میں کی گئی:

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن — زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
تم تو ہو آرام میں اپنا قصہ کیا کہیں — پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو — ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — فضل کا پانی پلا اس آگ برسانے کے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ میرے اے ناخدا — آگئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن
اک نشان دکھلا کہ اب دین ہوگیا ہے بے نشان — دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن

اس نظم کے نیچے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''خدا تعالیٰ کے اصل الفاظ جو مجھ پر نازل ہوئے ہیں، یہ ہیں ''چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پانچ بار'' یعنی پانچ مرتبہ غیر معمولی طور پر زلزلہ آئے گا جو اپنی شدت میں نظیر نہیں رکھتا ہوگا''۔ (مجموعہ اشتہارات: جلد۳،ص۵۵۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اِن پے در پے الہامات اور ان کے جاری کردہ اشتہارات میں اس بات کا پختہ اور قطعی یقین دلایا گیا کہ دنیا میں ایک سخت ترین زلزلہ آئے گا بلکہ اوپر والی عبارت سے تو پانچ مرتبہ غیر معمولی زلزلہ آنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے لیکن اس پیشین گوئی میں دو باتوں کو مبہم رکھا۔ ایک یہ کہ زلزلہ سے مراد کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ اس زلزلہ کی آخری میعاد کیا ہے؟ یعنی آنے کی آخری مدت کیا ہے؟ مرزا صاحب کی اکثر پیشین گوئیاں ایسے ہی ہوا کرتی تھیں۔

یہ سوال کسی شخص نے مرزا صاحب سے بھی کر دیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم میں اس کا جواب دیا ہے۔ سوال تھا کہ:

''جناب مقدس مرزا صاحب نے دوبارے زلزلہ آنے کی خبر دی ہے مگر ساتھ ہی یہ

بھی فرمایا ہے کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کوئی زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔ اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا؟ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۲۵۲)

اس کا جواب مرزا صاحب نے کئی صفحات میں دیا لیکن جو کچھ دیا اس کے چند فقرات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ''آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشین گوئی کی گئی ہے، وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہیں''۔ (روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۵۳)

۲۔ مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جس کا نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونہ قیامت ہوگا، اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس آئندہ کی پیشین گوئی میں بھی پہلی پیشین گوئی کی طرح بار بار زلزلہ کا لفظ ہی آیا ہے، اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ اور ظاہر معنوی کا بہ نسبت تاویل کے زیادہ حق ہے۔

(روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۵۳)

۳۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ زلزلہ تیری ہی زندگی میں آئے گا۔ اور اس زلزلہ کے آنے سے تیرے لیے فتح نمایاں ہوگی۔ اور ایک مخلوق کثیر تیری جماعت میں داخل ہو جائے گی۔ (روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۵۴)

۴۔ اب ذرا کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشین گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے کہ جو محض قلت تدبیر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشین گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لیے ظہور میں آئے گی۔ اور اگر وہ صرف معمولی بات ہو جس کی نظیر آگے پیچھے صدہا موجود ہوں، اور کوئی ایسا خارق عادت امر نہ ہو جو قیامت کے آثار ظاہر کرے تو پھر میں خود اقرار کرتا ہوں کہ اس کو پیشین گوئی مت سمجھو، اس کو بقول اپنے تمسخر ہی سمجھ لو''۔

''اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا

تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سو سال ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے"۔

(روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۵۸)

۵۔ ظاہر الفاظ وحی سے زلزلہ ہی معلوم ہوتا ہے، اور اغلب اکثر یہی ہے کہ وہ زلزلہ ہی ہے اور پہلا زلزلہ اس پر شہادت بھی دیتا ہے، اور قرآن شریف کی یہ آیت بھی اس کی مؤید ہے کہ۔ "یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة"۔

(روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۶۱)

مرزا غلام احمد کے ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

ا۔ پیشین گوئی میں زلزلہ سے مراد زلزلہ ہی ہے۔ قرآن کی نص قطعی بھی بقول مرزا کے اس کی مؤید ہے۔

ب۔ اس زلزلہ کا آنا قطعی اور یقینی ہے۔

ج۔ اس زلزلہ کا مرزا قادیانی کی زندگی میں آنا ضروری ہے۔ اس زلزلے کا مرزا قادیانی کے ملک ہی میں آنا ضروری ہے۔

د۔ کسی اور ملک کا زلزلہ اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

ھ۔ اگر یہ زلزلہ مندرجہ بالا صفات کے ساتھ نہ آئے تو مرزا قادیانی چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ مفتری و کذاب ہے۔

اب وہ زلزلہ جس کے بارے میں اس قدر پیشین گوئیاں کی جارہی تھی، وہ آیا یا نہ آیا؟ کیونکہ اس کے بارے میں بڑی تحدی سے مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر وہ میری زندگی میں نہ آیا تو میں ایک مفتری اور کذاب ہوں۔ لیکن مرزا صاحب کی اس پیشین گوئی کا نتیجہ بھی بڑا مایوس کن نکلا۔ براہین احمدیہ مرزا قادیانی کی آخری تصنیف ہے۔ یہ اس کے مرنے کے پونے پانچ ماہ بعد شائع ہوئی۔ مرزا صاحب کی تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہے جبکہ براہین احمدیہ کی تاریخ اشاعت ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء ہے۔ اس میں

انھوں صاف لکھا ہوا ہے کہ:

”آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشین گوئی کی گئی ہے اگر اس کا ظہور میری زندگی میں نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ (روحانی خزائن، جلد ۲۱ ص ۲۵۳)

چنانچہ یہ پیشین گوئی جس کے بارے میں کہا گیا کہ: ”اگر اس کا ظہور میری زندگی میں نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہیں“۔ مرزا صاحب کی زندگی میں اس کا بالکل ظہور نہیں ہوا۔ دنیا بھر کے قادیانی مل کر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں وہ زلزلہ آیا تھا۔

مرزائی حضرات مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کی تاویل کرنے میں بہت ماہر ہیں۔ وہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ملا کر بھان متی کا کنبہ جوڑ لیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے صاف کہا تھا کہ وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے، اور زلزلہ آئے گا نہ کہ کوئی اور شے۔

(ملاحظہ ہو روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۲۵۸)

لیکن وہ مرزا صاحب کی زندگی تک تو نہ آیا۔ ان کے مرنے کے چھ سال بعد یعنی ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم ہوئی تو خلیفہ قادیان مرزا محمود نے جھٹ کہہ دیا اور نہایت شدومد سے اعلان کیا:

”اس پیشین گوئی میں زلزلے کا لفظ ہے، لیکن اس سے مراد جنگ عظیم تھی۔ حضرت مسیح موعود نے اس پیشین گوئی کو شائع کیا تو اس وقت یہ نوٹ بھی لکھ دیا تھا کہ گو ظاہر الفاظ زلزلے کی طرف اشارہ کرتے ہیں مگر ممکن ہے کہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے“۔ (دعوۃ الامیر، مرزا بشیر الدین محمد ص ۲۳۱)

اب بھی جب کوئی زلزلہ آتا ہے تو مرزائی اس کو مرزا صاحب کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار میں زلزلہ آیا تو اسے بھی مرزا صاحب کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دیا گیا۔ اور ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ کے زلزلہ پر یہ کہہ کر خوشی منائی گئی کہ ”یہ ایک تازہ نشان ہے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا“۔

(اخبار الفضل قادیان، ۵ جون ۱۹۳۵ء)

یہاں تک کہ زلزلہ سانس فرانسسکو میں آئے یا فارموسا میں یا کولمبیا میں یا اٹلی

میں، کہیں طاعون ہو، کہیں کالرا پھیلے، اس کو مرزا صاحب کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مرزا صاحب کی تکذیب کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری جو کہ مرزا صاحب کا کسی زمانے میں دست راست تھا۔ اس بارے میں لکھتا ہے کہ:

''جو لوگ ان الفاظ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں کبھی کوئی عذاب نہیں آتا جب تک کہ پہلے ایک رسول اس وقت مبعوث نہ کیا جائے، وہ غلطی کرتے ہیں۔ پھر اگر رسول کی ضرورت ہے تو عین اس مقام پر ہے جہاں عذاب آئے، مثلاً جنگ کا عذاب یورپ میں آئے یا کوئی بھاری زلزلہ اٹلی میں آئے اور اس سے یہ دلیل لی جائے کہ ضرور اسی وقت کوئی رسول مبعوث ہو گیا ہوگا۔ تو پھر ایسے رسول کا ہندوستان میں مبعوث ہونا خدائے حکیم کا فعل نہیں ہو سکتا جس میں حکمت کچھ بھی نہیں۔ وہ رسول یورپ میں یا اٹلی میں آنا چاہیے تھا۔

پھر دوسری دقت یہ ہے کہ ہر رسول کے لیے ایک وقت مقرر کرنا پڑے گا کہ اگر اس کے بعد اتنے عرصے تک عذاب آئے تو وہ اس کی بعثت کی وجہ سے ہوگا۔ اور اگر اس میعاد کے بعد آئے کہ جب نیا رسول پیدا ہونا ضروری ہو چکا ہے تو اب آئندہ رسول کی کب ضرورت ہوگی۔ آیا یہ قانون تیرہ سو سال کا بن جائے گا۔ ایسی باتیں کرنا گویا لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ مذہب علم نہیں بلکہ کھیل ہے''۔

(تفسیر مولوی محمد علی لاہوری قادیانی، بیان القرآن ص ۱۱۱۷، ۱۱۱۸)

اپنی ایک اور کتاب میں مولوی محمد علی لکھتا ہے کہ:

''بعض اوقات (ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا) کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں عذاب آ رہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ رسول مبعوث ہوا ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ اس وقت تو بہر حال رسول کوئی موجود نہیں حالانکہ عذاب آج بھی آ رہے ہیں، اگر یہ کسی گزشتہ رسول کی وجہ سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ ہی وہ رسول کیوں نہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی رسالت کا زمانہ ختم ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے کوئی حد بندی کہیں لگائی ہے کہ تیرہ سو سال تک جو عذاب آئے گا وہ رسول اللہ کے انکار کی وجہ سے آئے گا۔ اور اس کے بعد کسی اور رسول کے انکار کی وجہ سے آئے گا۔ اور پھر اگر مسیح موعود رسول ہیں

تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تا کہ اس کے بعد کسی اور نبی کی تلاش کی جائے"۔ (النبوۃ فی الاسلام، ص۱۰۳ مولوی محمد علی لاہوری قادیانی)

"پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" خود قادیانیوں کے گھر ہی سے یہ شہادت مل گئی ہے جو ہر زلزلہ اور ہر بیماری اور جنگ کو مرزا صاحب کے انکار یا پھر ان کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ زلزلہ والی یہ پیشین گوئی مرزا صاحب کی بالکل غلط نکلی۔ کوئی زلزلہ نہیں آنا تھا چنانچہ نہ آیا اور زلزلہ نہ آنے نے مرزا صاحب کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کردی اور بتا دیا کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کی طرف سے ہے۔

مرزا صاحب کی انہی بے معنی اور لایقینی پیشین گوئیوں کو دیکھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کی ہر پیشین گوئی جھوٹی ہوتی ہے لہٰذا یہ کذاب اور دجال ہے، بعض مسلمان پہلے ہی بتا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی جھوٹی ہے۔ چنانچہ ان کی کئی پیشین گوئیوں کے بارے میں مختلف لوگوں نے پہلے ہی اعلان کر دیا کہ یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں جو پیشین گوئیاں کرتا ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے وحی پا کر کرتا ہوں:

"مگر اس دعویٰ کے یہ لوگ سخت منکر ہیں اور اسی بنا پر مجھے کافر اور دجال کہتے ہیں اور اسی بنا پر یہ لوگ میری تکذیب کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے ہزار اشتہار میری نسبت شائع کیے ہیں کہ اس دعویٰ میں یہ شخص جھوٹا ہے۔ (یقیناً جھوٹا ہے) بلکہ اس قدر لعنتوں اور گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت دنیا میں اشتہار شائع کر چکے ہیں جن سے کم سے کم دس کوٹھے بھر سکتے ہیں۔ تو پھر کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ میری ایسی پیشین گوئیوں سے وہ ڈرتے ہوں۔ جو شخص ان کے نزدیک جھوٹا ہے اس سے ڈرنے کے کیا معنی ہیں؟"

اس عبارت پر خود مرزائیوں نے ملا محمد بخش حنفی سیکرٹری انجمن حمایت اسلام، لاہور، کے ایک اشتہار کی نقل اپنی کتاب میں نقل کی ہے کہ زلزلہ کی جو پیشین گوئی مرزا قادیانی نے کی ہے، وہ ہرگز ہرگز پوری نہیں ہوگی اور مرزا اس پیشین گوئی میں بھی دوسری پیشین گوئیوں کی طرح ذلیل و رسوا ہوگا۔ چنانچہ ملا صاحب مرحوم نے لکھا ہے:

"میں آج ۶ مئی ۱۹۰۵ء کو اس امر کا بڑے زور اور دعویٰ سے اعلان کرتا ہوں اور تمام لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ خوفناک اور بجھے ہوئے دلوں کو اطمینان اور تسلی دیتا ہوں کہ قادیانی نے ۵-۸-۲۱ اور ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہاروں اور اخباروں میں جو لکھا ہے کہ ایک ایسا سخت زلزلہ آئے گا جو ایسا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ کرشن قادیانی زلزلے کی آمد کی تاریخ یا وقت نہیں بتلاتا، مگر اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ زلزلہ ضرور آئے گا۔ اس لیے میں اب بھولے بھالے سادہ لوح آدمیوں کو جو قادیانی کی صرف لفاظیوں اور اخباری رنگ آمیزیوں سے خوفناک ہو رہے ہیں، بڑے زور سے اطمینان اور تسلی دیتا ہوا خوشخبری سناتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے شہر لاہور وغیرہ میں یہ قادیانی زلزلہ ہرگز نہیں آئے گا! اور نہیں آئے گا! اور آپ ہر طرح اطمینان اور تسلی رکھیں۔ مجھے یہ خوشخبری حقیقی نور الٰہی اور کشف کے ذریعہ سے دی گئی ہے جو ان شاء اللہ بالکل ٹھیک ہوگی۔ میں مکرر کہتا ہوں اور اس نور الٰہی سے جو مجھے بذریعہ کشف دکھلایا گیا ہے، مستفیض ہو کر اور اس کے اعلان کی اجازت پا کر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ قادیانی ہمیشہ کی طرح اس زلزلہ کی پیشین گوئی میں بھی ذلیل و رسوا ہوگا، اور خداوند تعالیٰ حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کے طفیل سے اپنی جمیع مخلوق کو اپنے دامن عاطفت میں رکھ کر اس نارسیدہ آفت سے بچائے گا اور کسی فرد بشر کا بال تک بیکا نہ ہوگا"۔

(ملا محمد بخش، سیکرٹری انجمن حمایت اسلام، لاہور)

مرزا قادیانی جھوٹا تھا لہٰذا اس کی یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی نکلی۔ ملا محمد بخش سچے نبی کا امتی تھا، اس وجہ سے اس کی پیشین گوئی بھی سچی نکلی اور مرزا صاحب کی موت تک کوئی زلزلہ نہ آیا۔

پانچویں پیش گوئی:

مولوی عبدالکریم مرزا صاحب کے باغ نبوت کے چند بے ثمر بلند و بالا اشجار میں سے تھے۔ یہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی اور اس میں بھی حساب میں کمزور ہونے کی وجہ سے فیل ہو گئے تھے۔ پھر عربی فارسی کی پرائیویٹ تیاری

کر کے مشن اسکول میں فارسی کے مدرس ہو گئے لیکن وہاں کسی پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گئے۔ دماغ میں نیچریت کے جراثیم تھے اور نیچری لوگ ''پائے چوبیں'' رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے ہر وقت دماغی پریشانی کے شکار رہتے تھے۔ چنانچہ حکیم نورالدین کی وساطت سے قادیانی ہو گئے۔ بعد میں قادیان کی مسجد کے امام اور خطیب ہو گئے اور سب سے پہلے بہشتی مقبرہ میں داخل ہوئے۔ (الکاویہ علی الغاویہ حصہ دوم: ص ۳۸۷، مولوی محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ)

مالی حالت شروع ہی سے نہایت کمزور تھی لیکن قادیان میں آ کر مالی حالت کافی اچھی ہو گئی تھی، اس وجہ سے دماغ میں تعلّی اور رعونت بھر گئی۔ یہ سب کچھ چونکہ مرزا صاحب کی وجہ سے ہوا تھا لہٰذا مرزا صاحب کی مدح وثنا میں وہ مضامین لکھے کہ کئی لوگوں کے ایمان میں تزلزل واقع ہو گیا۔ اس وجہ سے مرزا صاحب کی بارگاہ نبوت میں مقرب خاص کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود نے لکھا ہے کہ:

''ان دنوں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں کون سا ہے۔ بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں۔ بعض حضرت استاذی المکرّم خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں''۔

(مضمون مرزا بشیرالدین مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۴ء)

یہی مولوی عبدالکریم تھا جس نے سب سے پہلے مرزا صاحب کی نبوت کا جمعہ کے وعظ میں اعلان کیا (الفضل قادیان مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۳ء) بالآخر اس کو خدائی پکڑ وارد ہوئی اور ذیابیطس کی نامراد بیماری میں مبتلا ہوئے۔ قریباً ایک سال اس مرض میں ایڑیاں رگڑتے رہے۔ پھر گردن کے نیچے ایک چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی جو ان کے جہنم رسید ہونے کا باعث ٹھہری۔

''یہ پھنسی ۲۱ اگست ۱۹۰۵ء کو نمودار ہوئی جو مرض کی ابتداء تھی ۱۵ دن (زندگی اور موت کے درمیان لٹکتے رہے) کے بعد ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء بدھ کے روز اڑھائی بجے دن کے اس دار ناپائیدار سے انتقال فرما گئے۔ اس لمبی مرض کے اثناء میں کتنی دفعہ صحت کا رنگ آیا پھر مرض کا عود ہوا اور آخر ذات الجنب کے حملہ سے جس میں ۱۰۶ درجہ کا بخار

ہو گیا جان سپرد خدا کی'' (مولوی محمد علی، الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اس مولوی عبدالکریم کی صحت کے متعلق مرزا صاحب نے کئی بکثرت پیشین گوئیاں کیں۔ جن میں چند ایک حسب ذیل ہیں:

''۳۰ اگست ۱۹۰۵ء مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا: میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نورالدین ایک کپڑا اوڑھے رو رہے ہیں۔ فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے''۔ (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء مختصر مکاشفات ص ۴۳)

مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ انبیاء کا ہر قول و فعل، اجتہاد و خیال اور رائے سب وحی خدا ہیں۔ (ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ ص ۱۷)

اوپر والے اقتباس میں مرزا صاحب نے صاف کہا ہے کہ ''مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے''۔ مزید سنیں:

''شب ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء کو فرمایا نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم کے لیے دعا کی گئی۔ صبح کے بعد جب سویا تو یہ خواب آئی کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور ایک کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ حاکم سے دستخط کرانا ہے۔ میں نے کہا یہ لوگ نہ کسی کی سفارش مانیں نہ شفاعت۔ میں تیرا کاغذ لے جاتا ہوں۔ جب گیا تو ایکسٹرا اسسٹنٹ کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا یہ ایک میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کر دو۔ اس نے بلا تامل کر دیے۔ اس وقت میں کہتا ہوں مقبول کو بلاؤ۔ اس کاغذ پر دستخط ہو گئے۔ (ملخص مکاشفات ص ۴۳ بحوالہ البدر جلد ۱ ص ۳۲)

یہ گویا مولوی عبدالکریم کی صحت کے پروانہ پر دستخط کروائے گئے۔ اگر مولوی عبدالکریم تندرست ہو جاتا تو اس پر کس قدر حواشی چڑھا کر اسے مرزا صاحب کی غیب دانی کا ایک روشن و تاباں ثبوت پیش کیا جاتا۔ مگر اس سے واضح ثبوت یہ ہے کہ مذکورہ کشف عبداللہ سنوری والے کی تشریح الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے یوں کی کہ:

''۷ ستمبر ۱۹۰۵ء (مرزا صاحب نے) فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نشان اس طرح

کے ہوتے ہیں انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ ظاہر کر سکے۔ مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا وقت ہے۔ اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تسلی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے"۔ (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اخبار الحکم کا ایڈیٹر راقم ہے:

"حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر ہے۔ فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔ اس رؤیا کو سن کر ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے تو خدا کی قدرت کے عجیب تماشا کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے۔ والحمدللہ علی ذالك!

(۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

ان تمام کشفوں کی رو سے مولوی عبدالکریم کی صحت میں کسی قسم کا شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ ان تمام کشوفات کے ہوتے ہوئے مولوی عبدالکریم کا مرجانا مرزا صاحب کی دوسری پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کر رہا ہے۔

مولوی عبدالکریم مرا لیکن نہایت ذلت اور تکلیف سے مرا۔ معلوم ایسے ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے شکنجے میں ہے۔ چنانچہ اس کے چلانے اور چیخنے کی آواز دور دور تک جاتی تھی۔ اس کا بدن ڈاکٹروں کی چیر پھاڑ سے چھلنی ہو گیا تھا اور وہ اس کے درد میں بے تاب ہو کر کراہتے تھے۔ (سیرۃ المہدی، حصہ اول ص ۱۷۲)

مولوی عبدالکریم کے مرنے پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے جواب میں مرزا صاحب نے نہایت گستاخانہ لہجہ میں یہ عذر کیا:

مولوی ثناء اللہ کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لیے کچھ حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی انھوں نے یہ عادت دکھلائی ہے اور محض افتراء

کے طور پر اپنے پرچہ اہلحدیث ۸فروری ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہوا تھا مگر وہ فوت ہوگیا۔ اس افتراء کا ہم کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آمین) مولوی ثناءاللہ ہمیں بتادیں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار البدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں، کس کی نسبت تھے یعنی:

(۱) کفن میں لپیٹا گیا،

(۲) ۴۷ سال کی عمر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

(۳) اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا

(۴) ان المنایا لاتطیش سھامھا یعنی موتوں کے تیر نہیں ٹل سکتے۔ واضح رہے کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم کی نسبت تھے"۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۲۶)

اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف یہ گول مول اور مبہم سے الہام اور دوسری جانب عبدالکریم کا نام لے کر بشارت موجود کہ اس کو صحت ہوگی۔ پھر وہ گول مول الہام بھی اس وقت ظاہر کیے جب مولوی عبدالکریم مر گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان گول مول الہاموں کا تجزیہ کریں گے کہ پہلا الہام اور چوتھا الہام یعنی کفن میں لپیٹا گیا اور موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ ان الہاموں کو سناتے وقت یہ کہا گیا تھا کہ:

"معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں" (الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۳ کالم نمبر ۲) مگر چونکہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ ہر موجودہ اور آئندہ خوشی اور غمی کے لیے حسب حال الہامات بنا رکھتے تھے۔ اور موقع کے مناسب اس کو اس واقعہ پر منطبق کر دیتے تھے جس کی دو تین مثالیں ہم نے اس کتاب میں دی ہیں۔ اس لیے یہ کہنے کے باوجود کہ "معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں" وہ دل میں ضرور جانتے تھے کہ ہم نے انھیں مولوی عبدالکریم کے لیے گھڑ رکھا ہے۔ اور دوسری طرف صحت کے لیے بھی الہام سناتے تھے۔ اسی ضمن میں ان ہر دو الہاموں کو مولوی عبدالکریم کے متعلق ظاہر کر کے انھیں مردود و منسوخ کر دیا۔ لطف یہ کہ اسی جگہ الہام نمبر ۲ یعنی ۴۷ سال کی عمر کی بھی وضاحت کر دی۔ چنانچہ اخبار الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرقوم ہے:

۱۔ ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے دوسرے دن ۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ایک شخص کا خط آیا جس میں اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کر کے لکھا ہے اب میری عمر سینتالیس سال ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے جبکہ اس کے مضمون کی پہلے ہی اطلاع دے دی جاتی ہے"۔ (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۳ کالم ۲)

۲۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے۔ آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں، چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے اذا جاء افواج وسمع من السماء اور کفن میں لپیٹا گیا اور ان المنایا لاتطیش سھامھا اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضا و قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے رد بلا کر دیا"۔ (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲ کالم نمبر ۳)

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ ۴۷ سال کی عمر والا الہام تو کسی اور مرید کے متعلق ہے (گو ہمارے نزدیک اس میں ایک فریب اور دھوکہ ہے) اور کفن میں لپیٹا گیا اور موتوں کے تیر والا بلکہ ایک تیسرا الہام بھی جو مولوی عبدالکریم کے متعلق تھا خدا نے ان سب کو اپنے فضل و رحم سے رد کر دیا۔ اب رہا الہام نمبر ۳ یعنی اس نے اچھا ہونا نہ تھا۔ اس کے بارے میں ہماری گزارش ہے کہ ان الفاظ کا کوئی الہام مرزا صاحب کا نہیں ہے۔ البتہ مولوی عبدالکریم کی موجودہ بیماری سے دو ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا:

"خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا۔ بے نیازی کے کام ہیں۔ اعجاز المسیح

(البشریٰ جلد ۲ ص ۹۹)

اور وہیں اس الہام کی تشریح بھی مرقوم ہے:

"ہماری جماعت کے چار آدمیوں میں سے جو سخت بیمار ہوئے تھے، ان میں سے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا یعنی اس کی موت تقدیر مبرم کی طرح تھی۔ گویا تقدیر مبرم

تھی مگر معجزہ مسیح ہے کہ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔ مبرم تقدیر قابل تبدیل نہیں ہوتی مگر بعض تقدیریں مبرم سے سخت مشابہ ہوتی ہیں ایسی دور ہوسکتی ہیں''۔

ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب نے جو چار الہام مولوی عبدالکریم کے متعلق پیش کیے تھے ان میں دو تو غیروں کے متعلق ہیں۔ ان میں سے بھی ایک وہ ہے جو مولوی عبدالکریم کی بیماری سے بھی پہلے کا ہے اور باقی کے دو خود مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ نے رد کر دیے اور مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دی۔ بتایئے اب ہم ابوجہل اور دجال و کذاب کس کو جانیں؟ مولانا ثناء اللہ صاحب کو جنھوں نے مرزا صاحب کے اقوال سے صحت کے الہام دکھا دیے یا خود مرزا صاحب کو جنھوں نے اپنی جھوٹی نبوت کو سہارا دینے کے لیے دنیا کے سامنے جھوٹ بولا۔

چھٹی پیش گوئی:

اپنی کتاب حقیقت الوحی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نشان بتاتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ:

''حمامۃ البشریٰ میں نے طاعون پھیلنے سے کئی سال پہلے شائع کی تھی اس میں میں نے یہ لکھا تھا کہ میں نے طاعون پھیلنے کے لیے دعا کی ہے، سو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی''۔ (حقیقت الوحی ص ۲۲۴، روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص ۲۳۵)

مرزا صاحب کے بقول انھوں نے طاعون کے لیے خود دعا کی تھی اور ان کی دعا سے ملک میں طاعون پھیلا اور ہزارہا انسان لقمۂ اجل ہوئے۔ پیغمبر دنیا میں اللہ کی رحمتیں اور امن و سلامتی لے کر آتے ہیں، مرزا صاحب طاعون اور پلیگ لے کر آئے۔

ملک میں جب طاعون پھیلا تو مرزا صاحب نے پھر پیشین گوئی کر دی کہ:

''خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا''۔ (روحانی خزائن، جلد ۱۱ ص ۲۲۵، دافع البلاء ص ۵)

اگلے صفحہ پر مرزا صاحب نے لکھا کہ:

''تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا''۔ (روحانی خزائن، جلد ۱۸ ص ۲۲۶)

پھر مرزا صاحب نے اپنے کچھ الہامات ذکر کیے کہ:

''خدا ایسا نہیں کرتا کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچا لے گا''۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۸ ص ۲۲۷)

اس سے آگے مرزا صاحب نے لکھا کہ:

''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لیے نشان ہے''۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۸ ص ۲۳۰)

اپنی ایک اور کتاب میں بھی واضح طور پر لکھا:

''سنو اس نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے''۔

(کشتی نوح ص ۲، روحانی خزائن، جلد ۱۹ ص ۲)

پھر چار دیواری کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا:

''پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے، وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے'': ''انی احافظ کل من فی الدار'' یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے، میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے

گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (روحانی خزائن جلد۱۹،ص۱۰،کشتی نوح ص۱۰)

مرزا صاحب نے لوگوں سے مال بٹورنے کے لیے ایک نئی اسکیم نکالی اور وہ یہ کہ لوگوں کی پریشانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اپنے مکان کی توسیع کے لیے چندہ کا ایک اشتہار دیا جو حسب ذیل ہے: ''درخواست چندہ برائے توسیع مکان'':

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں (اس لیے) سخت تنگی واقع ہے۔ اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لیے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے، حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے، اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا، جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہوگئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جز ہوسکتی ہے دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رُو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا۔ اس لیے یہ کام بہت جلدی کا ہے خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لیے توسیع کی ضرورت پڑی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی (روحانی خزائن جلد۱۹ص۸۶)

یہ پیشین گوئی بھی مرزا صاحب کی بالکل غلط نکلی کیونکہ قادیان میں بھی طاعون نے تباہی مچادی، چنانچہ اخبار البدر، ۱۶اپریل ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''قادیان میں طاعون نے صفائی شروع کردی ہے''۔

روزنامہ جات قادیان سے معلوم ہوا کہ مارچ اپریل ۱۹۰۴ء میں قادیان میں طاعون آیا اور ۲۸ سو کی آبادی میں ۳۱۴ آدمی مرے اور مرزا صاحب کے گھر میں اور

لوگوں کے علاوہ ان کے خاص الخاص مرید جنھوں نے سب سے پہلے ان کی نبوت کا اعلان کیا تھا مولوی عبدالکریم ہلاک ہوئے۔ مرزا غلام احمد نے خود تسلیم کیا ہے کہ طاعون سے ہمارے آدمی بھی مرے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے لکھا کہ:

''چنانچہ بعض نادان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے بعض لوگ بھی طاعون سے ہلاک ہوگئے۔ ہم ایسے متعصبوں کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوتے تھے''۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۱ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲، ص ۵۶۸)

قادیان بھی محفوظ نہ رہا۔ گھر کی چار دیواری بھی طاعون سے محفوظ نہ رہی۔ اب تو جناب مرزا صاحب پوری پریشانی اور توجہ سے دعاؤں میں مصروف ہو گئے، حالانکہ خود ہی مانگ کر طاعون لی تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''میں نے طاعون پھیلنے کی دعا کی ہے، سو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی ہے''۔ (حقیقت الوحی ص ۲۲۴)

''مبارک وہ خدا ہے جس نے دنیا میں طاعون کو پھیلایا تاکہ اس کے ذریعے سے ہم بڑھیں اور پھولیں'' اور ہمارے دشمن نیست و نابود ہوں''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۱)

معلوم ہوا کہ طاعون آپ کی دعاؤں کا نتیجہ تھی اور آپ ایک ایسے نبی تھے جو دنیا کی تباہی و بربادی پر بہت خوش تھے۔

اب انگریز (دجال) نے مرزا صاحب کے اس نشان کو ختم کرنے کے لیے ٹیکہ لگانا شروع کیا جس کے بارے مرزا صاحب نے لکھا:

''شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پہ رحم کر کے دوبارے طاعون سے بچانے کے لیے ٹیکہ کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کے لیے کئی لاکھ روپے کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکر گزاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے۔ (کشتی نوح، ص ۱)

انبیاء علیہم السلام تو دنیا میں مخلوق خداوندی کے لیے رحمت بن کر آتے ہیں لیکن یہ نبی

باوجود اس بات کے کہ یہ اپنے کو "رحمۃ للعلمین" کہلاتا ہے، دنیا کو زحمت میں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر"۔ (اربعین نمبر۱، ص۲)

کیا مہربان والدہ اپنے بچوں کو طاعون میں پھنسانے کے لیے دعائیں کرتی ہے؟ اور ان کے نیست و نابود ہونے پر خوش ہوتی ہے؟ اگر آپ واقعی دنیائے انسانی پر والدہ سے زیادہ مہربان تھے تو پھر کیوں کہا:

"مبارک ہے وہ خدا نے جس دنیا میں طاعون بھیجا .... تاکہ ہم بڑھیں اور پھولیں اور ہمارے دشمن نیست و نابود ہوں"۔

اور جب اسی طاعون سے خود نیست و نابود ہونے لگے تو کہہ دیا کہ:

"ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوئے تھے"۔

"چہ نسبت خاک رابعالم پاک" کہاں صحابہ رسول ﷺ اور کہاں اس انگریز کے خود کاشتہ پودے کی ذرّیت۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے بارے میں کوئی پیشین گوئی تو نہیں فرمائی تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں شہید نہیں ہوں گے، لیکن مرزا غلام احمد نے تو پیشین گوئی کی تھی کہ ملک میں اگر ستر سال تک بھی طاعون رہے تو قادیان اس کی تباہی سے محفوظ رہے گا۔ ۲۸ سو باشندوں میں سے سو سے زائد کا دو ماہ میں مرجانا کیا خوفناک تباہی نہیں ہے۔

پھر اپنے ماننے والوں کو اس طریقہ سے بیوقوف بنایا کہ:

"اگر ایک شخص ہماری جماعت میں سے طاعون سے مرتا ہے تو بجائے اس کے سو آدمی یا زیادہ ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور یہ طاعون ہماری جماعت کو بڑھاتی جاتی ہے اور ہمارے مخالفوں کو نابود کرتی جاتی ہے۔ پس ہمارے لیے طاعون رحمت ہے اور ہمارے مخالفوں کے لیے زحمت اور عذاب ہے۔ اور اگر دس پندرہ سال تک ملک میں ایسی ہی

طاعون رہی تو میں یقین رکھتا ہوں کہ تمام ملک احمدی جماعت سے بھر جائے گا۔" (ایضاً)

کیسی مت ماری گئی ہے قادیانیوں کی۔ اللہ کرتا تو قادیان کے سارے قادیانی طاعون میں مبتلا کر کے مار دیتا تو پورا ہندوستان ہی قادیانی ہو جاتا۔ کیسا دعویٰ؟ کیسی دلیل اور کیسی تاویل؟ بڑے میاں تو بڑے میاں اور چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ یہ تو ابا جان نے کہا اب بیٹے کی سن لیں۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

"جس سرعت کے ساتھ طاعون کے زمانہ میں سلسلہ کی ترقی ہوئی، ایسی سرعت اس وقت تک اور کسی زمانہ میں نہیں ہوئی، نہ طاعون کے دور دورہ سے قبل اور نہ اس کے بعد۔ چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح ثانی بیان فرماتے تھے کہ جن دنوں میں اس بیماری کا پنجاب میں زور تھا ان دنوں میں بعض اوقات پانچ پانچ سو آدمیوں کی بیعت کے خطوط ایک ایک دن میں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچتے تھے"۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۴۷)

ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف یہ پیشین گوئی کی کہ قادیان طاعون سے محفوظ ہے کیونکہ مجھ سے خدائی وعدہ ہے لیکن جب قادیانی بھی قادیان میں طاعون سے مرنے لگے تو کہا یہ طاعون ان کے لیے رحمت ہے اور ان کے مرنے سے جماعت میں برکت ہوگی:

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

مرزا بشیر الدین محمود نے بھی ایک مرتبہ اپنے خطبہ جمعہ میں یہی بات کہی تھی کہ:

"چونکہ یہ (طاعون) احمدیت کی صداقت کا ایک نشان ہے اور جب تک جماعت کی حفاظت نشان کے طور پر نہ ہو، یہ نشان کامل تجلی کے ساتھ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ امتیازی طور پر ہماری جماعت کو اس مرض سے بچائے۔ (دعا تو یہ کرنی چاہیے کہ تمام قادیانی اس میں مبتلا ہوں کیونکہ اس سے جماعت کی رفتار میں ترقی ہوتی ہے) (الفضل قادیان جلد ۵ ص ۴۷، مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

یہ بھی غلط بیانی کی کہ اللہ تعالیٰ نے قادیان کو طاعون سے محفوظ فرمایا ہے لیکن مرزا صاحب کا اس بارے میں اپنا کوئی پختہ ایمان نہیں تھا کہ طاعون نہیں آئے گی چنانچہ طاعون کو قادیان میں روکنے کے لیے ہر وہ کام کیا جو عام لوگ بلکہ خدا پر توکل اور بھروسہ

نہ رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود ہی کہتے ہیں کہ:

''ایک مومن کا جس قدر ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ہوتا ہے، اسی قدر وہ اسباب پرستی پر بھروسہ کرنے سے دور ہوتا ہے۔ اور یہ ہے بھی سچ کیونکہ جب انسان کا ایمان اللہ تعالیٰ پر کامل ہوجاتا ہے اور اس کی ایمانی نظر میں اسباب کا سلسلہ بالکل معدوم ہوجاتا ہے تو اس کا سارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے''۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہفتم ص ۵۰۷ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

یہ بھی عوام کو ایک فریب دیا کہ ہماری جماعت کا اگر ایک آدمی مرتا ہے تو بجائے اس کے سو یا زیادہ آدمی ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں (ملاحظہ ہوتتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۱) کیونکہ حکومت ہند نے اپنی مردم شماری کی رپورٹ میں اس کے خلاف لکھا:

One great stimulus for conversion has been the assertion of the founder that all those owing allegiance to him would escape the courge of plague. But after a certain periiod of the Ahamdies began to successable to the disease like others and the faith in the efficiency of the Prophet's declaration was somewhat shaten.

(کتاب مردم شماری برائے سال ۱۹۱۱ء ص ۱۶۹)

''قبولیت احمدیت کی بڑی وجہ بانیٔ احمدیت کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے پیرو طاعون سے محفوظ رہیں گے، لیکن حفاظت کے ایک عارضی وقفہ کے بعد احمدی بھی باقی آبادی کی طرح طاعون کا شکار ہونے لگے، اور لوگوں کا اعتقاد رسولِ قادیان کے اعلان کے متعلق متزلزل ہوگیا''۔

''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانے کے اور'' مرزا صاحب کہتے کچھ ہیں اور سارا بھروسہ اسباب پر کرتے۔ مسبب الاسباب پر انھیں قطعاً بھروسہ نہیں ہوتا جیسا کہ محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں انھوں نے کیا۔ بقول ان کے اللہ تعالیٰ نے خود ان کا نکاح آسمانوں پر پڑھایا لیکن انھیں اس پر کوئی یقین نہ تھا۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ کو منتوں

اور سماجتوں کے جو خط انھوں نے لکھے وہ سوائے ایک ذلیل و رسوا آدمی کے اور کوئی دوسرا باعزت آدمی نہیں لکھ سکتا۔ پھر محمدی بیگم کے ماموں مرزا امام الدین کو رشوت تک پیش کی۔ مرزا علی شیر کو دھمکی آمیز خط لکھے حتیٰ کہ آپ نے آخر میں اس کی لڑکی کو طلاق بھی دلوادی۔ خود اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور لڑکے کو عاق اور محروم الارث کر دیا لیکن نکاح پھر بھی نہ ہوا۔ یہاں بھی طاعون سے بچنے کے لیے ساری حفاظتی تدابیر دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ اختیار کیں لیکن اللہ نے یہاں بھی رسوا کر دیا اور طاعون قادیان میں پوری طرح داخل ہوگئی۔ کون کون سی تدابیر اختیار کیں۔ وہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو صفائی کا بہت خیال تھا، خصوصاً طاعون کے ایام میں اتنا خیال رہتا تھا کہ فینائل لوٹے میں حل کر کے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے پاخانوں اور نالیوں میں جا کر ڈالتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض اوقات حضرت مسیح موعود گھر میں ایندھن کا بڑا ڈھیر لگوا کر آگ بھی جلوایا کرتے تھے تاکہ ضرر رساں جراثیم مر جائیں۔ آپ نے ایک بہت بڑی انگیٹھی منگوائی ہوئی تھی جسے کوئلہ ڈال کر اور گندھک وغیرہ رکھ کر اندر جلایا جاتا تھا۔ اور اس وقت دروازے بند کر دیے جاتے تھے۔ اس کی اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جب انگیٹھی کے ٹھنڈا ہو جانے کے ایک عرصہ بعد بھی کمرہ کھولا جاتا تھا تو پھر بھی وہ اندر سے بھٹی کی طرح تپتا تھا'' ۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۵۹)

گھر کو چھوڑ کر مرزا صاحب نے باغ میں ڈیرا جمایا۔ بہانہ یہ لگایا کہ زلزلہ کے خطرہ کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ حالانکہ نہ کوئی زلزلہ آنا تھا اور نہ آیا۔ چنانچہ اس بارے میں اپنے ایک مرید کو خط لکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں ڈیرہ طاعون سے ڈر کر لگایا۔ خط یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عنایت نامہ پہنچا۔ بدریافت خیر وعافیت خوشی ہوئی۔ الحمدللہ اس جگہ بھی بفضلہ تعالیٰ سب طرح سے خیریت ہے میں اس وقت تک مع اپنی جماعت کے باغ میں ہوں۔

اگرچہ اب قادیان میں طاعون ہے (گویا طاعون کی وجہ سے یہاں ڈیرا لگا یا گیا تھا) بہرحال دس پندرہ جون تک ان شاء اللہ میں اسی باغ میں ہوں۔ آپ تشریف لے آویں انشاءاللہ اس جگہ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور آنے سے پہلے مجھے اطلاع دیں۔

والسلام!

خاکسار مرزا غلام احمد ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء

مرزا بشیر احمد اس بارے میں لکھتا ہے کہ:

''جب طاعون کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت مسیح موعود نے بھیڑ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس میں طاعونی مادہ ہوتا ہے'' گویا ڈر تھا کہ کہیں گوشت کھانے سے مجھے طاعون نہ ہو جائے)۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۳۸)

''وبائی ایام میں حضرت مسیح موعود اس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کارڈ کو بھی جو وبا والے شہر سے آتا چھوتے تو ہاتھ ضرور دھو لیتے''۔

(ریویو آف ریلیجنز، اگست ۱۹۲۸ء، ص ۵، منقول از اخبار الفضل جلد ۲۵ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷)

علاوہ ازیں ہر روز طاعون سے بچنے کے لیے چار رتی دوا بھی کھائی جاتی۔ چنانچہ یہ دوا اپنے خاص خاص مریدوں کو بھی بھیجی جاتی۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳۴ نمبر ۱۹۴، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۶ء)

علاوہ ازیں مرزا صاحب کے مفتی اعظم محمد سادق کا بیان ہے کہ مرزا غلام احمد نے طاعون کے زمانہ میں ایک دوا تیار کی جس میں کونین، جدوار، کافور، کستوری، مروارید اور بہت سی قیمتی ادویات ڈالی گئی تھیں۔ یہ گولیاں نہایت مہنگی تھیں، گویا فی گولی ایک روپیہ اس کی قیمت تھی۔ یہ گولیاں بھی آپ نے لوگوں میں طاعون سے بچنے کے لیے تقسیم کیں''۔

(تقریر مفتی محمد صادق مندرجہ اخبار الفضل، قادیان جلد ۳۴، نمبر ۸۰ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۶ء)

ایک مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے داماد کو ایک خط لکھا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قادیان میں بھی باوجود اتنے حفاظتی انتظامات اور خدائی وعدے کے طاعون اپنی پوری تیزی کے ساتھ داخل ہو گیا۔

چنانچہ مرزا نے اپنے داماد نواب محمد علی خان کو ایک خط میں لکھا:

"اس جگہ قادیان میں طاعون سخت تیزی پر ہے۔ ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے، اور صرف چند گھنٹوں میں مرجاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلاء دُور ہو۔ (خود دعا کر کے ہی تو مرزا صاحب نے یہ طاعون اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا اب کیوں پریشان ہیں۔ منہ مانگی شئے سے تو کوئی پریشان نہیں ہوتا۔ پھر یہ آپ کی جماعت کے لیے برکت کا بھی تو سبب ہے؟)

مکرر یہ کہ آتے وقت ایک بڑا بکس فینائل کا جو سولہ یا بیس روپے کا آتا ہے، ساتھ لے آویں۔ اس کی قیمت اس جگہ دے دی جائے گی۔ اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر کے لیے فینائل بھیج دیں اور ڈس انفیکٹ کے لیے رس کپور اس قدر بھیج دیں جو چند کمروں کے لیے کافی ہو"۔

(مکتوب مرزا قادیانی بنام نواب محمد علی خان، مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص ۱۱۲، ۱۱۳)

ایک اور خط میں اپنے اس داماد کو لکھا کہ:

"اس وقت خدا کے فضل و کرم اور جود و احسان سے ہمارے گھر اور آپ کے گھر میں بالکل خیر و عافیت ہے بڑی غوثاں کو تپ ہو گیا تھا۔ اس کو گھر سے نکال دیا ہے، لیکن میری دانست میں اس کو طاعون نہیں ہے۔ احتیاطاً نکال دیا ہے۔ اور ماسٹر محمد الدین کو تپ ہو گیا اور گلٹی بھی نکل آئی تھی، اس کو بھی باہر نکال دیا ہے .... آج ہمارے گھر میں ایک مہمان عورت کو جو دہلی سے آئی تھی، بخار ہو گیا .... میں تو دعا کر رہا ہوں اور اس قدر زور اور توجہ سے دعائیں کی گئی ہیں کہ بعض اوقات میں ایسا بیمار ہو گیا کہ یہ وہم گزرا کہ شاید دو تین منٹ جان باقی ہے۔ اور خطرناک آثار ظاہر ہو گئے۔ (میرے خیال میں پلیگ ہی کا کچھ حملہ ہوا ہوگا) اگر آتے وقت لاہور سے ڈس انفیکٹ کے لیے کچھ رس کپور اور کسی قدر فینائل لے آویں اور کچھ گلاب اور سرکہ لے آویں تو بہتر ہوگا"۔

(مکتوب مرزا غلام احمد بنام نواب محمد علی خان مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم ص ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیں کہ قادیان میں بھی طاعون گھسا اور پورے زور سے گھسا لیکن مرزا صاحب نے لوگوں سے اپنے مکان کی توسیع کے لیے فراڈ سے چندہ بھی لیا لیکن پھر

بھی ان کے گھر میں طاعون گھس آیا۔ بہت دوائیں بھی کھائیں فینائل کے ڈبے بھی استعمال کیے آخر میں باغ میں ڈیرا بھی لگا لیا لیکن طاعون نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور مرزا صاحب کے لڑکے اور دوسرے کئی ایک لوگوں کو پکڑ لیا۔ مرزا صاحب اپنے اس منہ مانگے عذاب سے بہت ڈر گئے اور قادیانی مرنے والوں کے لیے کچھ اس قسم کی ہدایات دینے لگے۔ الفضل اخبار نے نقل کیا ہے کہ:

''جو قادیانی خدانخواستہ اس بیماری سے مرجائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں۔ اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو اور ہوسکے تو اس پر ایک سفید چادر ڈال دو۔ اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہر کا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے، اس واسطے سب لوگ اس کے گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دور کھڑے ہوکر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھایا۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر ڈال کر میت کو لے جائیں''۔ (ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۸ نمبر ۱۲۶، ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء)

یہ تو مرزا صاحب کا فتویٰ تھا قادیانی میت کے لیے نہ اس کو نہلایا جائے اور نہ اس کو کفن دیا جائے۔ اب مرزا محمود کا فتویٰ سنیے:

سوال: اگر خدانخواستہ ہمارا کوئی احمدی بھائی پلیگ سے فوت ہوجائے تو اس کے نہلانے کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا حضرت (مرزا) صاحب کا پہلا فتویٰ یعنی نہ نہلانا ہی ہے یا نہلانا چاہیے؟ اور نیز اس کے کفن کے متعلق کیا حکم ہے، اسے کفنانا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر احتیاط سے نہلایا جائے یعنی نہلانے والا ہاتھ نہ لگائے اور ہاتھ پر کپڑا باندھ لے یا دستانہ پہن لے۔ پھر فوراً گرم پانی اور صابن سے خود نہائے تو نہلانا اچھا ہے اور اگر یہ احتیاطیں نہ ہوسکیں یا میت کی حالت زیادہ خراب ہو تو نہ نہلانا بہتر ہے''۔

(مکتوبات بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل قادیان مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۲ء)

خلاصہ یہ کہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی نکلی۔ قادیان میں بھی طاعون آیا خوب پھیلا اور کئی سو قادیانی اس کا لقمہ ہو گئے، لیکن مرزائی پھر بھی کہتے ہیں کہ قادیان میں طاعون نہیں آیا اور اگر کچھ آدمی ہمارے مرے بھی تو ایک مرنے والے آدمی کے بدلے سو یا اس سے زیادہ آدمی جماعت میں داخل ہوئے۔ مرزا غلام احمد کی یہ بات بھی اللہ تعالیٰ نے غلط ثابت کر دی۔ لوگ جب طاعون سے سخت پریشان ہو گئے اور پریشان خود مرزا غلام احمد بھی تھے اگرچہ ان کے بقول طاعون انہی کی دعا کے نتیجہ میں آئی تھی، تو انھوں نے ایک اعلان کیا:

''سو اے عزیزو! اس (طاعون) کا بجز اس کے کوئی علاج نہیں کہ اس مسیح (مرزا غلام احمد) کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جائے''۔ (دافع البلاء، ص ۱۱۲)

تو کیا واقعی طاعون اس وقت کا دور نہیں ہوا تھا جب تک لوگوں نے مسیح (مرزا غلام احمد) مان نہیں لیا تھا۔ اس سوال کا جواب بھی ہمیں مردم شماری کی کتاب سے ملے گا۔

۱۹۰۱ء کی مردم شماری کا وقت جب قریب آیا تو مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو بذریعہ اعلان ہدایت کی کہ وہ مردم شماری کی کتاب میں اپنے آپ کو احمدی درج کرائیں اور اس کے ساتھ حکومت برطانیہ سے درخواست کی۔

''ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام (احمدی) سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے'' یعنی مسلمانی فرقہ احمدیہ''۔ (اشتہار مجریہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء مندرجہ تریاق القلوب ص ۴۲۹)

اب ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا صاحب کا اپنی جماعت کے متعلق کیا اندازہ تھا۔

۱۔ ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب نے کہا ''یہ جماعت بہ نسبت تمھاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئة قليلة ہے۔ اور شاید اس وقت چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی''۔ (انجام آتھم ص ۶۴)

۲۔ اسی سال ۱۸۹۷ء اور اپنی اسی کتاب میں لکھا: ''(مولوی عبدالحق کے ساتھ) مباہلہ سے پہلے میرے ساتھ شاید تین چار سو آدمی ہوں گے اور اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں جو اس راہ میں جاں فشاں ہیں''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۶)

۳۔ پھر اسی کتاب میں اسی سال میں لکھا:

"......... (اللہ تعالیٰ نے) ہماری قبولیت زمین پر پھیلائی اور ہماری جماعت کو ہزار تک پہنچایا"۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۷ء کے ایک سال میں قادیانیوں کی تعداد پہلے چار پانچ ہزار پھر آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ اور پھر اس کے بعد صرف ایک ہزار تھی اب ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی تعداد حسب ذیل بتائی:

"میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے"۔

(حاشیہ ضمیمہ نمبر۳ تریاق القلوب ص ۳۹۴)

پھر ۱۹۰۲ء میں لکھا:

"آج کی تاریخ تک یہ جماعت (قادیانیہ) برٹش انڈیا میں ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے"۔ (کشتی نوح ص ۷۰)

پھر ۱۹۰۶ء میں لکھا:

"ان دنوں میں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے، مگر آج خدا کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲۰)

پھر ۱۹۰۷ء میں لکھا:

"اور سب بیعت کرنے والے چار لاکھ کے قریب ہوں گے"۔

(چشمۂ معرفت ص ۳۶)

پھر ۱۹۰۸ء میں اپنے مرنے سے ایک روز قبل کہا:

"یاد رہے کہ ہماری احمدی جماعت چار لاکھ سے کچھ کم نہیں ہے"۔

(پیغام صلح ص ۱۳)

لیکن سال ۱۹۱۱ء میں جو مردم شماری کے رجسٹر میں تعداد بتائی گئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ طاعون کے بعد ۱۹۱۱ء میں احمدیوں کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار چھ سو پچانوے (۱۸۶۹۵) تھی۔ اور کل پنجاب کی آبادی ایک کروڑ پچانوے لاکھ اناسی ہزار چھیالیس تھی۔ یعنی طاعون کے بعد بھی صرف پنجاب میں مرزا غلام احمد کے منکر ایک کروڑ پچانوے لاکھ ساٹھ ہزار باقی

تھے۔ اور طاعون ختم ہو گیا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا تھا:

''یہ طاعون اس حالت میں فرو ہو گی جب کہ لوگ خدا فرستادہ (مرزا غلام احمد قادیانی) کو قبول کر لیں گے''۔ (دافع البلاء ص ۹)

ساتویں پیش گوئی:

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی بیگم اور مرزائیوں کی ماں حاملہ ہوئی۔ جس پر مرزا صاحب نے فوراً ایک پیشین گوئی داغ دی۔ کسی سے سن لیا ہو گا کہ حمل کے دوران دائیں کوکھ بھاری ہونا لڑکے کی علامت ہے اور بائیں کوکھ کا بھاری ہونا لڑکی کی۔ بیگم سے پوچھا ہو گا کہ تمھاری داہنی کوکھ بھاری ہے یا بائیں۔ اس نے شاید ناتجربہ کاری کی وجہ سے دائیں کا نام لے لیا بس پھر کیا تھا فوراً ایک الہام اور پیشین گوئی داغ دی کہ:

''خدائے رحیم و کریم و بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے، مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اس کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔۔۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور ایک پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمونوئیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا، دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ، فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاول والآخر، مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء (گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اتر پڑا ہے۔ ظفر)۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا وہ جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی۔

(الراقم خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء)

(تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۵۸، مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۱۰۱)

پھر ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کو بتایا:

''آج ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے بالضرور اس کے قریب حمل میں''۔

(اشتہار صداقت آثار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات جلد ۱ص ۱۱۷)

اب ہر مرید اور معتقد کو اس فرزند دل بند، گرامی ارجمند، مظہر الاول والآخر اور کان اللہ نزل من السماء (گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہو گیا ہے) صفات والے بچے کی ولادت کا انتظار تھا، لیکن تمام مریدین کی حسب حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں جب انھوں نے دیکھا کہ وہ پیدا ہونے والا ہونے والا لڑکا نہیں بلکہ لڑکی تھی جس کا نام ''عصمت'' رکھا اور وہ پانچ سال زندہ رہ کر مرگئی۔

لوگوں نے پوچھا کہ جناب وہ خدائی صفات والا لڑکا کہاں گیا۔ مرزا صاحب نے جواب دیا، میں نے یہ کب کہا تھا کہ وہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا الہام کے مطابق لڑکا ضرور ہوگا۔ دوسرے حمل میں ہوگا۔ لیکن دوسرے میں بھی نہ ہوا۔ پس اسی طرح تاویلوں کے چکر چلاتے رہے اور ان کی پیشین گوئی بھی غلط نکلی۔

آٹھویں پیش گوئی:

جس لڑکے کے بارے میں مرزا صاحب نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ ان ان صفات کا حامل ہوگا لیکن اس لڑکے کے بجائے لڑکی پیدا ہوگئی جس پر کسی شاعر نے کہا تھا:

مرزا دا رب ایڈا مخولی
کہہ کے لوٹا دیندا قولی

یعنی مرزا صاحب کا رب ان سے اس قدر مذاق کرتا ہے کہ لوٹا دینے کا وعدہ کر کے بعد میں قولی (ایک چھوٹا برتن جس میں سالن ڈالتے ہیں اور پنجابی زبان میں وہ مؤنث ہے جبکہ لوٹا مذکر۔ یعنی مذکر کا وعدہ کر کے مؤنث دے دیتا ہے)۔

مرزا صاحب کی پورے ہندوپاک میں خوب رسوائی ہوئی، لیکن مرزائی فیکٹری میں اس پیشین گوئی کی تاویلات گھڑی جانے لگیں اور خوب گھڑی گئیں۔ سب بڑی سے

تاویل خود مرزا صاحب نے یہ کی کہ یہ میں نے تھوڑا کہا تھا کہ اسی حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو گا۔اب خدا خدا کر کے وہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں مرزا غلام احمد نے اس کا اشتہار بدیں الفاظ دیا۔ اوپر ایک شعر لکھا اور نیچے قرآن حکیم کی وہ آیت لکھی جس کا مطلب ہے:''آیا حق اور بھاگا باطل، تحقیق باطل ہے بھاگنے والا۔ اشتہار یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلّی!

محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او ست

جاء الحق و زھق الباطل، ان الباطل کان زھوقا"۔

''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لیے میں نے اشتہار ۱۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشین گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ذی قعدہ ۱۶/۱۳۰۴ھ مطابق ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا''۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۷/اگست ۱۸۸۷ء

(اشتہار خوشخبری از مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اص ۹۹، مجموعہ اشتہارات جلد اص ۱۴۱)

اس لڑکے کے بارے میں مرزا صاحب نے بہت سی پیشین گوئیاں کی تھیں جن کو ہم نے پہلے نقل کر دیا ہے۔ یعنی وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی''۔ (تبلیغ رسالت جلد اص ۵۸)

لیکن ہوا کیا؟ وہ ۳۴۳ روز بیمار رہ کر مر گیا۔ مرزا صاحب نے اس کا نام بشیر رکھا کیونکہ اس کی بشارت دی گئی تھی۔ چنانچہ مرزا صاحب کہ یہ پیشین گوئی بھی غلط نکلی۔ انھوں نے اس بارے میں حکیم نور الدین کو ایک خط لکھا:

مخدومی ومکرمی مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میرا لڑکا بشیر احمد تئیس روز بیمار رہ کر آج بقضائے رب عزوجل انتقال کر گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اس واقعہ سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے، اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ والسلام!

خاکسار غلام احمد ۴؍نومبر ۱۸۸۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

اس بچے کی موت نے مرزا صاحب کی اس پیشین گوئی کو جب جھوٹا قرار دیا اور مرزا صاحب خوب ذلیل ورسوا ہوئے تو اپنی رسوائی کو مٹانے کے لیے ایک سبز اشتہار نکالا جس میں لکھا:

''خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے، ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کیں یہ سب اس کی صفاتی استعداد کے متعلق ہیں جن کے متعلق ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں''۔ (سبز اشتہار ص ۷، ۸ تذکرہ ص ۱۶۶)

اب مرزا بشیر احمد کی سنیے وہ اپنے ابا کی صفائی میں کیا کہتا ہے:

''جب شروع ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود نے خدا کے حکم کے ماتحت ہوشیار پور جا کر وہاں چالیس دن خلوت کی اور ذکر خدا میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو ایک عظیم بیٹے کی بشارت دی جس نے اپنے مسیحی نفس سے مصلح عالم بن کر دنیا کے چاروں کونوں میں شہرت پانی تھی۔ یہ الہام اس قدر جلال اور شان وشکوت کے ساتھ ہوا کہ جب حضور نے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کا اعلان فرمایا تو اس کی وجہ سے ملک میں ایک شور برپا ہو گیا اور لوگ نہایت شوق کے ساتھ اس پسر موعود کی راہ دیکھنے لگے اور سب نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اس پسر موعود کے متعلق اپنی امیدیں جمالیں۔ بعض نے اس پسر موعود کو مہدی موعود سمجھا جس کا اسلام میں وعدہ کیا گیا

تھا اور جس نے دنیا میں مبعوث ہو کر اسلام کے دشمنوں کو نا پید اور مسلمانوں کو ہر میدان میں غالب کرنا تھا۔ بعض نے اور اسی قسم کی امیدیں قائم کیں اور بعض تماشائی کے طور پر پیشین گوئی کے جلال اور شان وشوکت کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے تھے۔ اور بغیر کوئی امید قائم کیے اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ غیر مذاہب والوں کو بھی اس خبر نے چونکا دیا تھا۔

غرض اس وحی الٰہی کی اشاعت رجوع عام کا سبب ہوئی۔ ان دنوں حضور کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بھی ایمان کے راستے میں ابتلا رکھے ہیں۔ سو قدرت خدا کی چند ماہ کے بعد یعنی مئی ۱۸۸۶ء میں بچہ ہوا تو وہ لڑکی تھی۔ اس پر خوش اعتقادوں میں مایوسی اور بد اعتقادوں اور دشمنوں میں ہنسی اور استہزاء کی ایک ایسی لہر اٹھی کہ جس نے ملک میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ اس وقت بیعت کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں کہ مریدین الگ نظر آتے ہیں۔ پس عام لوگوں میں چہ می گوئی ہو رہی تھی کہ یہ کیا ہوا۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ حضور نے بذریعہ اشتہار اور خطوط اعلان فرمایا کہ وحی الٰہی میں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس وقت جو بچہ کی امیدواری ہے تو یہی وہ پسر موعود ہوگا۔ اور اس طرح لوگوں کی تسلی کی کوشش کی۔ چنانچہ اس پر اکثر سنبھل گئے اور پیشین گوئی کے ظہور کے منتظر رہے۔

کچھ عرصے بعد یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ اس لڑکے کی پیدائش میں بڑی خوشی منائی گئی اور کئی لوگ جو متزلزل ہو گئے تھے پھر سنبھل گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہی وہ موعود لڑکا ہے اور خود حضرت صاحب کو بھی یہی خیال تھا گو آپ نے اس کے متعلق کبھی قطعی یقین ظاہر نہیں کیا (کتنا بڑا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے ۱۷ اگست ۱۸۸۷ء کو جو خوشخبری کے عنوان سے اشتہار دیا تھا اس میں قطعی یقین سے لکھا تھا کہ یہ وہی پسر موعود ہے بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ یہ لڑکا اگر اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ وہ پورا اشتہار پڑھنے کے قابل ہے۔ ظفر) مگر یہ ضرور فرماتے رہے کہ قرائن سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ لڑکا ہے۔ واللہ اعلم!

غرض بشیر اول کی پیدائش رجوع عام کا باعث ہوئی، مگر قدرت خدا کہ ایک سال کے بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہو گیا بس پھر کیا تھا، ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا، حتیٰ کہ میاں عبداللہ صاحب سنوری کا خیال ہے کہ ایسا زلزلہ عامۃ الناس کے لیے نہ اس سے قبل کبھی آیا تھا اور نہ اس کے بعد آیا۔ بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ اس واقعہ پر ملک میں سخت شور اٹھا اور کئی خوش اعتقادوں کو ایسا دھکا لگا کہ وہ پھر سنبھل گئے۔

حضرت صاحب نے لوگوں کو سنبھالنے کے لیے اشتہاروں اور خطوط کی بھر مار کر دی اور لوگوں کو سمجھایا کہ میں نے کبھی یہ یقین ظاہر نہیں کیا تھا کہ یہی وہ لڑکا ہے، ہاں یہ میں نے کہا تھا کہ چونکہ خاص اس لڑکے کے متعلق بھی مجھے بہت سے الہام ہوئے ہیں جن میں اس کی بڑی ذاتی فضیلت بتائی گئی ہے، اس لیے میرا یہ خیال تھا کہ شاید یہی وہ موعود لڑکا ہے۔ (کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اپنے اشتہار مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۸۷ء میں اسی کو یقین کے ساتھ وہ موعود لڑکا بتایا تھا) مگر خدا کی وحی میں جو اس معاملہ میں اتباع کے قابل ہے ہرگز کوئی تعیین نہیں کی گئی تھی۔ غرض لوگوں کو بہت سنبھالا گیا۔ چنانچہ بعض لوگ سنبھل گئے لیکن اکثروں پر مایوسی کا عالم تھا۔ اور مخالفین میں پرلے درجے کا استہزاء کا جوش تھا۔ اس کے بعد پھر عامۃ الناس میں پسر موعود کی آمد آمد کا شدومد سے انتظار نہیں ہوا جو اس قبل تھا۔ (کیونکہ لوگوں پر مرزا صاحب کے کذب اور فراڈ کی حقیقت منکشف ہوگئی) (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۸۷)

جب لوگوں نے پھر کہا کہ وہ پسر موعود کہاں ہے؟ تو ایک نئی پیشین گوئی داغی گئی۔ جس میں مرزا صاحب نے کہا:

''خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشین گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ (حالانکہ اشتہار میں صرف ایک کا ذکر ہے۔ یعنی جھوٹ بولتے شرم وحیا کا دامن چھوڑ دیتے ہیں) اور اس عبارت تک کہ ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے'' پہلے بشیر کی نسبت پیشین گوئی ہے (یعنی جو ۴ر نومبر ۱۸۸۸ء کو مر گیا) جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ (جس کے آئندہ پیدا ہونے کی امید ہے۔ ظفر)

(مرزا قادیانی کا سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۷۹)

اسی مضمون کا ایک خط ۴؍دسمبر ۱۸۸۸ء کو حکیم نور الدین کو بھی لکھا کہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں کہ جو بظاہر ایک لڑکے کی بابت پیشین گوئی سمجھی گئی تھی وہ درحقیقت دو لڑکوں کی بابت پیشین گوئی تھی''۔

(خط مرزا قادیانی بنام نور الدین مندرجہ تشحیذ الاذہان نمبر ۱۰ جلد ۳)

اب وہ لڑکا چوتھے نمبر پر پیدا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد صاحب، اس کی نسبت پیشین گوئی اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی۔ سو خدا نے میری تصدیق کے لیے اور تمام مخالفین کی تکذیب کے لیے اسی پسر چہارم کی پیشین گوئی کو ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہارشنبہ پورا کر دیا۔ یعنی وہ مولود چوتھا لڑکا تاریخ مذکور میں پیدا ہو گیا''۔ (تریاق القلوب ص ۴۳، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۲۱)

۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کی اشتہاروں والی پیشین گوئی ۲۲؍مارچ ۱۸۸۶ء کے اعلان کے مطابق حسب وعدہ الٰہی زیادہ سے زیادہ ۹ سال کے عرصہ میں پوری ہونی قرار پائی تھی لیکن مرزا صاحب کے موجودہ بیان کے مطابق یہ چودھویں سال یعنی ۱۸۹۹ء میں پوری ہوئی۔ زیادہ نہیں صرف پانچ سال کا فرق پڑا ایسی پیشین گوئیاں ہوا کرتی تھیں مرزا غلام احمد قادیانی کی۔ پھر بھی مرزائی کہتے ہیں کہ اسے کذاب اور جھوٹا نہ کہیں۔

دمباز، حیلہ ساز، دغلہ باز، خود غرض، کیا کیا تمھارے نام میری جان نکل گئی، اس لڑکے کی پیدائش پر مرزا صاحب بہت خوش تھے کیونکہ اس کی پیدائش سے ان کی پیشین گوئی سچی ہوئی چنانچہ بچپن ہی میں اس کا نکاح بھی آپ نے اپنے ایک مرید ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ قادیانی کی لڑکی مریم سے کر دیا تھا۔

(اخبار البدر، قادیان ۵؍ستمبر ۱۹۰۷ء و اخبار الفضل ۱۴؍فروری ۱۹۲۱ء (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۸۷)

''اور اسی لڑکے (مبارک احمد) نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے''۔ یعنی اے میری بھائیو! میں پورے ایک دن کے بعد تم سے ملوں گا۔

اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔ اور تیسرا برس وہ ہے جس میں پیدائش ہوئی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔ اور پھر بعد اس کے ۱۴ رجون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا، (گویا وہ ماں کے پیٹ میں تین سال رہا کیونکہ پہلی بات تو اس نے مرزا صاحب سے تین برس پہلے کی تھی۔ ظفر)۔

اب آگے جو مرزا صاحب کی مت ماری گئی وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

''اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ اور دن کے گھنٹوں میں سے دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا۔ اور پیشین گوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے مطابق پیر کے دن اس کا عقیقہ ہوا''۔ (تریاق القلوب ص ۱۴۱، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۱۷)

سچ کہتے ہیں کہ:

کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا

بھان متی نے کنبہ جوڑا

کیسے چار چار کا چکر چلایا، لیکن مرزا صاحب اس قدر جاہل تھے کہ انھیں یہ بھی پتہ نہیں کہ ماہ صفر اسلامی سال کا چوتھا نہیں بلکہ دوسرا مہینہ ہوتا ہے اور چہار شنبہ پانچواں دن نہ کہ چوتھا۔ کس قدر جاہل مدعی نبوت تھا جو ماہ صفر کو چوتھا مہینہ کہہ رہا ہے۔

اب چاہیے تھا کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشین گوئی کے مطابق چار دانگ عالم میں اور دنیا کے کناروں تک اس کی شہرت ہوتی، وہ جلد بڑھتا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوتا اور قومیں اس سے برکت حاصل کرتیں۔

(ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۵۸، اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء)

لیکن ہوا کیا ۲۷ راگست ۱۹۰۷ء کو وہ لڑکا مبارک احمد جو پسر موعود تھا بیمار ہو گیا۔

چنانچہ مرزا صاحب نے اعلان کیا:

''۲۷ راگست صاحبزادہ میاں مبارک صاحب جو تپ سے سخت بیمار ہیں اور بعض دفعہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ابھی تک بیمار ہیں، ان کی نسبت آج الہام

ہوا اور قبول ہوگئی تو ان کا بخار ٹوٹ گیا'' یعنی دعا قبول ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو شفا دے۔ یہ پختہ طور پر یاد نہیں کہ کس دن بخار شروع ہوا تھا، لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میاں کی صحت کی بشارت دی۔

(مرزا قادیانی کا اعلان مندرجہ ''اخبار البدر'' قادیان مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۰۷ء)

ہوا یہ کہ مبارک احمد مر گیا۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ:

''جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود دن رات اس کی تیمارداری میں مصروف تھے اور بڑے فکر اور توجہ کے ساتھ اس کے علاج میں مشغول رہتے تھے۔ اور چونکہ حضرت مرزا صاحب کو اس سے بہت محبت تھی اس لیے لوگوں کا خیال تھا کہ اگر خدانخواستہ وہ فوت ہوگیا تو حضرت صاحب کو بڑا صدمہ گزرے گا، لیکن جب وہ صبح کے وقت فوت ہوا تو فوراً حضرت صاحب بڑے اطمینان کے ساتھ بیرونی احباب کو خط لکھنے بیٹھ گئے کہ مبارک احمد فوت ہوگیا ہے اور ہم کو اللہ کی قضا پر راضی ہونا چاہیے۔ اور مجھے بعض الہاموں میں بھی بتایا گیا تھا کہ یا یہ لڑکا بہت خدا رسیدہ ہوگا یا بچپن میں فوت ہو جائے گا۔ (یہ الہام لڑکے کے فوت ہونے کے بعد گھڑا گیا۔ پہلے ایسا کوئی الہام نہیں ہے۔ظفر) سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہیے کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔ (سیرۃ المہدی، حصہ اول ص ۱۵۸)

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے ایک خطبۂ جمعہ میں اس کے بارے میں کہا:

''حضرت مسیح موعود کو مبارک احمد سے بہت محبت تھی۔ جب مبارک احمد بیمار ہوا تو دوائی وغیرہ میں ہی پلایا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آخری وقت میں حضرت مولوی (حکیم نور الدین) صاحب رضی اللہ عنہ جو بڑے حوصلے اور قوی دل کے انسان تھے اور سخت سے سخت گھبراہٹ کے موقعوں پر بھی گھبرایا نہیں کرتے تھے، وہ گھبرا گئے۔ انھوں نے نبض پر ہاتھ رکھا تو چھوٹ چکی تھی۔ انھوں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا حضور! کستوری لایئے۔ حضرت مسیح موعود چابی لے کر قفل کھول ہی رہے تھے کہ مبارک احمد فوت ہوگیا۔ یہ دیکھ کر مولوی صاحب یک دم گر گئے۔ میں نے دیکھا۔ وہ سخت گھبراہٹ میں تھے۔ انھیں زیادہ خیال یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود کو مبارک احمد سے بہت محبت ہے اس کی وجہ سے

انھیں شدید صدمہ ہوگا۔لیکن حضرت مسیح موعود نے جب یہ سنا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے تو آپ کاغذ قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور چند خط لکھ کر دیے کہ ڈاک میں ڈال دو۔ان خطوں میں یہ مضمون تھا کہ مبارک احمد فوت گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی دین تھی اس نے لے لی رنج وفکر کی بات نہیں۔اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔اور یہاں کے لوگوں کو فرمایا: بے شک مبارک احمد سے ہمیں بہت محبت تھی لیکن اس لیے ہمیں محبت تھی کہ ہمیں خیال تھا بعض الہامات اس کی ذات سے پورے ہونے والے ہیں''۔

(خطبۂ جمعہ بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۲ء جلد ۲۵ نمبر ۴۷)

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ مبارک احمد کو مرزا صاحب پسر موعود قرار دے چکے تھے اور بچپن ہی میں اس کی شادی بھی مریم نامی لڑکی سے کر دی تھی اور وہ بیچاری مرزا صاحب کی وجہ سے بچپن ہی میں بیوہ ہوگئی۔چنانچہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مبارک احمد فوت ہو گیا اور مریم بیگم جس کی اس کے ساتھ شادی ہوئی تھی، بیوہ ہوگئی، تو حضرت صاحب نے گھر میں ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آ جائے تو اچھا ہے یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کرے تو بہتر ہے۔(سیرۃ المہدی، حصہ دوم ص ۶۲)

مبارک احمد تو مر گیا اور ہمارے خیال میں صرف اس وجہ سے مرا کہ مرزا صاحب نے اس کو پسر موعود قرار دیا تھا اللہ تعالیٰ اس بارے میں اسے جھوٹا قرار دینا چاہتے تھے۔ذرا ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کی پیشین گوئی کا انجام تو دیکھیں کہ جونہی یہ پیشین گوئی کی تو اللہ نے بجائے لڑکے کے لڑکی دے دی۔پھر لڑکا ہوا اور اس کو اس پیشین گوئی کا مصداق قرار دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے گود ہی سے اٹھا لیا۔اب تیسری دفعہ اس کو اس پیشین گوئی کا مصداق اور پسر موعود قرار دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بچپن میں مار کر مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ میں جھوٹا قرار دیا چنانچہ قادیانی جماعت لاہور کا اخبار صاف لفظوں میں اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ:

''خود حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے مصلح موعود کی پیشین گوئی کو پہلے بشیر اول پر لگایا، مگر واقعات نے اس اجتہاد کو غلط ثابت کر دیا کیونکہ وہ بچہ فوت ہو گیا۔پھر

حضور نے اس پیشین گوئی کو مبارک احمد پر لگایا اور بار بار مختلف کتابوں میں آپ نے اس اجتہاد کو صریح لفظوں میں لکھ کر شائع فرمایا۔ مگر واقعات نے اس اجتہاد کو بھی غلط ثابت کر دیا کیونکہ وہ بھی فوت ہو گیا"۔ (اخبار پیغام صلح جلد ۲۴ نمبر ۵۶ مورخہ ۳؍ ستمبر ۱۹۳۶ء)

اب مرزا صاحب نے اپنی اس پیشین گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایک اور چکر چلایا یعنی ایک اور الہام گھڑا اور اس کو اشتہار کے طور پر شائع کر کے اپنے مریدوں کی تسلی و تشفی کے لیے مختلف جگہوں پر بھیجا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس الہام کو بھی غلط ثابت کر کے مرزا صاحب کو ذلیل و رسوا کیا۔ اشتہار یہ ہے:

"میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا اور ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہو گیا۔ اور خدا نے اس کی وفات سے کئی برس پہلے دو مرتبہ اس کی نسبت خبر دی تھی کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوگا جو فوت ہو جائے گا۔ لیکن خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا، ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا:

"انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك"۔

یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں جو بہ منزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہوں اس لیے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا کہ یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳، ص ۵۸۶۔ ۵۸۷، تبلیغ رسالت جلد ۱۰، ۱۳۲، اشتہار ۵، نومبر ۱۹۰۷ء)

لیکن مرزا صاحب کا یہ الہام بھی غلط نکلا کیونکہ اس کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور بالآخر وہ خود بھی چھ ماہ کے بعد یعنی ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی بیگم کو بیوہ کر کے قبر کی آغوش میں چلے گئے اور "المصلح الموعود" کی پیشین گوئی جو ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کو کی تھی بالکل جھوٹی نکلی:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور بعد میں یہ "المصلح الموعود" کا دعویٰ مرزا بشیر الدین محمود نے ۲۸؍ جنوری ۱۹۴۴ء کو خود ہی کر لیا۔ (ملاحظہ ہو اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۱۱؍ فروری ۱۹۴۶ء)

نویں پیش گوئی:

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مرید تھا منظور محمد، یہ لدھیانہ کا رہنے والا تھا اس لیے منظور محمد لدھیانوی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی بیوی کا نام محمدی بیگم تھا۔ مرزا صاحب کو کہیں سے پتہ چل گیا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے۔ فوراً ایک پیشین گوئی داغ دی کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ منظور محمد کی بیوی کے ہاں بچہ (لڑکا) پیدا ہوا ہے۔

پھر ایک الہام گھڑا:

۱۔ بشیر الدولہ

۲۔ عالم کباب

۳۔ شادی خان

۴۔ کلمۃ اللہ خان

اس پر مرزا صاحب نے لکھا کہ بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے یہ نام ہوں گے۔ یہ نام بذریعہ الہام معلوم ہوئے۔

(البشریٰ جلد دوم ص ۱۱۶، مجموعہ الہامات مرزا غلام احمد مؤلفہ بابو منظور الٰہی قادیانی)

اپنے رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت جون ۱۹۰۶ء میں کہا کہ "ضرور لڑکا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہوگا" لیکن چونکہ اپنے بیٹے کے بارے میں بڑا تلخ تجربہ تھا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے خائب و خاسر کیا تھا لہٰذا ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس حمل سے ہوگا یا بعد والے حمل سے لیکن ہوگا ضرور، اور منظور محمد کی بیوی محمدی بیگم اس وقت نہ مرے گی جب تک اس بچے کو جنم نہ دے لے۔ (ریویو جون ۱۹۰۷ء)

اپنی کتاب حقیقت الوحی کے حاشیہ میں بھی لکھا کہ:

"پہلے یہ وحی الٰہی ہوتی تھی کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہو جلد آنے والا ہے اور اس کے لیے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لیے ایک نشان ہوگا۔ اس لیے اس کا نام بشیر

الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقیٔ سلسلہ کے لیے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم ہوگا۔ کیونکہ اگر لوگ توبہ نہ کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا۔ جو وقت پر ظاہر ہوگا اور اس کے لیے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونۂ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے۔ یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ٹال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی اس لیے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی، لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷؍جولائی ۱۹۰۶ء میں بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کم درجے کے زلزلے آتے رہیں گے، اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلے سے رکی رہے جب تک کہ وہ موعود پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونۂ قیامت کی نسبت تسلی دے دی۔۔۔ اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔

(حقیقت الوحی ص ۱۰۰ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۰۳)

اب ہوا یہ کہ پیر منظور محمد کی بیوی محمدی بیگم لڑکی کو جنم دے کر پھر حاملہ ہی نہ ہوئی بلکہ اس دنیا ہی سے انتقال کر گئی۔ اور اس طرح سے مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی سراسر جھوٹی نکلی۔ مؤلف البشریٰ نے اس پر یہ نوٹ لکھا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیشین گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی۔ گو حضرۃ اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم کے ذریعہ سے فرمایا تھا مگر چونکہ وہ فوت ہوگئی ہے اس لیے اب تخصیص نام کی نہ رہی۔ بہرحال یہ پیشین گوئی متشابہات میں سے ہے۔

مختصر یہ کہ بشیر الدولہ اور عالم کباب اور کلمۃ اللہ خان صاحب اس دنیا میں تشریف نہ لا سکے اور مرزائیوں کی مت ماری گئی جو وہ اس پیشین گوئی کو متشابہات میں سے شمار کرتے ہیں۔ یہ پیشین گوئی سراسر جھوٹی ہے جس طرح کہ اور پیشین گوئیاں جھوٹی

ثابت ہوئیں جیسے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنا یہ الہام شائع کیا کہ:

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' (البشریٰ جلد ۲، ص ۱۰۵)

لیکن مکہ اور مدینہ میں مرنا تو بہت بڑی بات ہے ان دونوں شہروں کا دیکھنا بھی انھیں نصیب نہ ہوا۔ اور وہ لاہور میں ہیضہ جیسے مہلک مرض سے لاہور برانڈرتھ روڈ لاہور واقع احمدیہ بلڈنگس میں بصد حسرت و یاس مر گئے۔ تو یہ الہام بھی ان کا غلط ثابت ہوا۔

دسویں پیشین گوئی:

ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ بیس سال تک مرزا صاحب کے مرید اور ارادت مند رہے۔ بعد میں مرزا صاحب کا کذب اور ان کی بطالت ان پر واضح ہوگئی تو انھوں نے فوراً مرزائیت سے توبہ کر لی اور مرزا صاحب کے خلاف جہاد اور ان کی تردید اور مخالفت میں رسائل اور کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ مرزا صاحب بھی ان کے سخت خلاف ہو گئے اور پھر دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف موت کی الہامی پیشین گوئیاں شائع کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ:

''ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لیے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا۔ پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی، مرتد ہو گیا۔ آخر میں نے اسے جماعت سے خارج کر دیا۔ تب اس نے یہ پیشین گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیشین گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے

ـ (چشمۂ معرفت ۳۲۱ـ۳۲۲، روحانی خزائن جلد ۲۳: ص ۳۳۶ـ۳۳۷)

ڈاکٹر عبدالحکیم نے مرزا غلام احمد کے خلاف جو الہامات شائع کیے وہ مرزا
حب نے خود نقل کیے ہیں لکھتے ہیں:

''خدا سچے کا حامی ہو۔

عبدالحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے میری نسبت یہ پیشین گوئی کی ہے:

''مرزا کے خلاف ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے: ''مرزا مسرف ہے،
راب ہے اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال
ئی گئی ہے''۔

اس کے مقابلے پر وہ پیشین گوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبدالحکیم
ن صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں:
خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے
ہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا''۔

فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا
ر جانا۔

رب فرق بین صادق و کاذب انت تریٰ کل مصلح و صادق۔

اس بارے میں مرزا صاحب کا وہ اشتہار پورا پڑھنے کے قابل ہے ۱۶ر اگست
۱۹۰۶ء کو انھوں نے شائع کیا اور ان کے مجموعۂ اشتہارات جلد ۳ ص ۵۵۷ـ۵۶۰ پر ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم نے ایک اور الہام شائع کیا کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے
۱۴ ماہ بعد تک مرزا قادیانی مر جائے گا۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ایک اشتہار
بعنوان تبصرہ ۵ر نومبر ۱۹۰۷ کو شائع کیا اس کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے:

''ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیشین گوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی
طرف سے چھاپ کر مشتہر کریں اور یادداشت کے لیے اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظر
گاہوں میں چسپاں کریں''۔ چنانچہ حسب ہدایت مرزا صاحب مرزائیوں نے اس کی

خوب اشاعت کی۔ اخباروں میں شائع کرایا۔ اس میں کام کی تو کوئی خاص بات نہیں اور نہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی طرح کوئی بات دھڑ لے سے کی گئی ہے جیسا کہ اس نے نہایت دلیری اور غیر مبہم الفاظ میں کہا تھا کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک مرزا مر جائے گا۔

اس کے جواب میں اشتہار کے چند فقرات حسب ذیل ہیں:

''اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا (سلطان القلم کی اردو ملاحظہ ہو) میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو تیرے دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو میں بڑھا دوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے''۔

''یہ عظیم الشان پیشین گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے۔ اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی۔ اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا''۔

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے نہایت غیر مبہم اور واضح الہام شائع کیا جس میں کہا کہ مرزا قادیانی ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائے گا''۔ اس کی اس پیشین گوئی کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت ص ۳۲۱۔۳۲۲ پر نقل کیا ہے۔ اور ہم نے اس کی وہ پیشین گوئی کے شروع عبارت میں نقل کر دی ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی یہ پیشین گوئی بالکل صحیح اور درست نکلی اور مرزا صاحب ۲۶/مئی کو مرض ہیضہ سے یعنی اللہ کے عذاب سے اس دنیا سے چلے گئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم کے ان تمام دعاوی اور اس کی سچائی کی تصدیق کر گئے اور مرزا صاحب کا خدا ان کو طفل تسلیاں دیتا رہا اور ان کی دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ پیشین گوئی بھی غلط نکلی جب اس کے مقابلہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشین گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔

گیارھویں پیش گوئی:

مرزا صاحب اپنی عمر کے بارے میں ایک الہام کو اپنی مختلف کتابوں میں بیسیویں مرتبہ دہرایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مجھے بذریعہ الہام بتایا گیا:

ثمانین حولاً اوقریبا من ذالك اور تزید علیه۔

اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ: ص۲۹)

اس کی مزید تشریح یوں کی:

فبشرنا ربنا بثمانین سنة أ هوا کثر عدداً۔

اللہ نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیری عمر اسی برس یا کچھ زیادہ ہوگی۔

(مواہب الرحمٰن: ص۲۱)

اس الہام میں مرزا صاحب کی عمر اسی سال یا اس سے دو چار سال کم یا زیادہ ہوگی، لیکن مواہب الرحمٰن میں کم کا ذکر نہیں صرف زیادہ کا ہے، گویا اسی سال سے زیادہ ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ اور اگر اسی سال سے عمر کم بھی ہوئی تو صرف دو چار سال کم ہوگی یعنی ۷۵ سال یا ۸۵ سال ویسے یہ الہام نہایت عجیب وغریب ہے کیونکہ الہام کے تیور بتا رہے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام کرنے والا خدا خود مستقبل کے واقعات سے بے خبر ہے۔

مرزا صاحب کی عمر کا اندازہ ان کے سن پیدائش سے ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے مرنے کے سن کو ہر شخص جانتا ہے کہ وہ ۱۹۰۸ء ہے۔ سن پیدائش سے سن وفات تک کے سالوں کو جمع کر لیں تو فوراً پتہ چل جائے گا کہ مرزا صاحب کی کتنی عمر تھی۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے اور قادیانی چونکہ انھیں نبی مانتے ہیں لہٰذا نبی کبھی بھی غلط نہیں لکھتا کہ:

''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا''۔

(کتاب البریہ: ص۱۴۴، اخبار بدر قادیان ۸/اگست ۱۹۰۴ء)

مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا اس حساب سے آپ کی عمر ۶۸ برس یا ۶۹ برس بنتی ہے گویا کہ عمر کے بارے میں آپ کی پیشین گوئی جس کو آپ نے اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ دہرایا ہے بالکل غلط ثابت ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:

''میری عمر قریباً چونتیس پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا''۔ (کتاب البریہ ص ۱۵۹ حاشیہ، کتاب حیاۃ النبی جلد ۱، ص ۴۳)

مرزا صاحب کے والد حکیم مرزا غلام مرتضیٰ ۱۸۷۴ء میں فوت ہوئے تھے۔

(نزول المسیح: ص ۱۱۶۔۱۱۷)

اس وقت مرزا صاحب ۳۵ برس کے تھے اس حساب سے بھی آپ کی عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔

حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول اپنی کتاب ''نور الدین'' میں لکھتے ہیں:

''سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء''۔

(نور الدین، ص ۱۷۰)

مرزا صاحب کے منجھلے بیٹے بشیر احمد نے لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ جب سلطان احمد پیدا ہوا اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال کی تھی''۔ (سیرۃ المہدی جلد ۱ ص ۴۵۶)

اسی سیرۃ المہدی میں ہے کہ ''خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ۱۹۱۳ء بکرمی یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے''۔ (سیرۃ المہدی ص ۱۹۶)

اسی حساب سے بھی مرزا صاحب کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے۔

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۳ء میں ہے کہ:

''اس فرقہ (احمدیہ) کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک گاؤں ہے آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے''۔

(اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۳ء)

۱۶رمئی ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کا عدالت میں ایک بیان ہوا اور عدالت کا بیان تو بیان حلفی ہوتا ہے گویا مرزا صاحب نے گورداسپور کی عدالت میں بطور گواہ حلفاً جو بیان دیا وہ کتاب ''منظور الٰہی'' میں یوں درج ہے:

۱۶رمئی ۱۹۰۱ء حضرت مسیح موعود کا بیان جو آپ نے عدالت گورداسپور میں بطور گواہ مدعا علیہ مرزا نظام الدین کے مقدمہ بسلسلہ بند کرنے راستہ شارع عام جو مسجد کو جاتا تھا، حسب ذیل دیا:

''اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے، میں سچ کہوں گا میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے''۔ (کتاب منظور الٰہی مصنفہ منظور الٰہی قادیانی ص ۲۴۱)

ان تمام اقتباسات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرزا صاحب کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو اس سے زیادہ کہتا ہے وہ مرزا صاحب کے اپنے بیان کو جھٹلاتا ہے۔

یہ تو مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں مرزا صاحب اور قادیانی حضرات کی کتابوں کی روشنی میں ایک مختصر تبصرہ تھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے بارے میں بالکل غلط اور جھوٹی پیشین گوئی کی، لیکن مرزا صاحب اپنی تمام پیشین گوئیوں میں متضاد قسم کی باتیں کرتے ہیں تاکہ اس کی اپنی مرضی کے مطابق تاویل کی جاسکے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱رمئی ۱۹۰۴ء کو اخبار الحکم قادیان ص ۹ پر مرزا صاحب کے کئی الہام درج ہیں، ان میں سے ایک الہام ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"عفت الديار محلها و مقامها"۔

اس کے آگے بریکٹ میں لکھا ہے (متعلقہ طاعون) اس کی مزید تائید اشتہار ''الوصیت'' مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۷۲ تا ص ۷۵ میں یوں کی گئی ہے:

''دوستو! میں نے خدا کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی شائع کرائی تھی: "عفت الديار محلها و مقامها" دیکھو اخبار الحکم ۳۰رمئی ۱۹۰۴ء (یہ غلط ہے صحیح ۳۱رمئی ہے۔

ناقل) نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳ (یہ بھی جھوٹ اور غلط ہے کالم ۴ میں ہے) قرآن میں بھی آتا ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ کی نہ رہے گی۔ میرے الہام: "عفت الدیار محلها و مقامها" کے یہی معنی ہیں۔

مرزا صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس الہام میں طاعون کی پیشین گوئی ہے مگر اب مرزا صاحب کی چالاکی اور استادی ملاحظہ فرمائیں کہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں ایک بہت بڑا زلزلہ آیا تو مرزا صاحب نے جھٹ سے اس طاعون والے الہام کو زلزلے پر منطبق کر دیا۔ چنانچہ لکھا:

''دیکھو، وہ نشان کیسے پورا ہوا۔ پیشین گوئی اس زلزلے سے پہلے شائع کر دی گئی تھی۔ پیشین گوئی یہ ہے: "عفت الدیار محلها و مقامها" اے عزیزو! اس کے یہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام ونشان نہ رہے گا۔ (سبحان اللہ! کیا عربی دانی ہے۔ ناقل) طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی میں خبر دی گئی تھی اس کے تو یہ معنی ہیں: نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ، سو خدا کا فرمودہ پورا ہوا''۔

(اشتہار الانذار مورخہ ۱۸؍اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۸)

ملاحظہ فرمایا کہ ایک ہی الہام سے طاعون مراد لی اور وہ بھی بصورت حصر اور قرآن حکیم کی تائید سے اور پھر اسی الہام سے زلزلہ بھی مراد لے لیا ہے۔

چہ دلاور است دزدے　　　　　　کہ بکف چراغ دارد

جب لوگوں نے مرزا صاحب پر اعتراض کیا کہ پہلے آپ نے اس الہام کو طاعون کے بارے میں بتایا اور اب زلزلہ کو اس کا مصداق بنا دیا تو جواب دیا:

''اسے طاعون کے متعلق لکھنا ایڈیٹر الحکم کی غلطی ہے اور اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی رہی ہے''۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق: ص ۱۵)

اس سے اندازہ فرمالیں کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں اور الہامات کی تاویلیں کس قدر بودی ہوتی تھیں اور اپنے اوٹ پٹانگ الہامات کو وہ واقعات پر کیسے چسپاں کرتے تھے۔

اسی قسم کا معاملہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے بارے میں کیا۔ کسی جگہ اپنا سن ولادت نہایت وثوق سے دیا اور الہام میں اپنی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال تک بتائی اور کسی جگہ یہ لکھ دیا کہ:

''میری صحیح عمر کا اندازہ تو خدا کو معلوم ہے'' (ضمیمہ نصرۃ الحق: ص ۱۹۳)

چنانچہ مرزا صاحب کے مرید یعنی قادیانی حضرات بھی یہ کہنے لگے:

''ہمیں آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ اندازے محض تخمین پر مبنی ہیں''۔

(تفہیمات ربانیہ: ص ۱۰۷)

لیکن دوسری طرف مرزا صاحب نے بڑے زور شور کے ساتھ یہ الہام سنایا:

''خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میری پیشین گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشین گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لیے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ یہ پیشین گوئیاں کہ میں تجھے اسی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کم عمر دوں گا''۔ (تریاق القلوب: جلد ۲ ص ۴۲ حاشیہ)

بہرحال مرزا صاحب کا اپنی عمر کے بارے پیشین گوئی کرنا ہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب ان کو خود ہی اپنے سن پیدائش کا علم نہیں تو ان کی عمر کا اندازہ کیسے لگایا جائے گا؟ پھر کہیں یہ عمر ۷۵ سال سے زیادہ اور ۸۶ سال کے اندر اندر بتائی ہے (حقیقۃ الوحی ص ۹۶) اور کہیں لکھا کہ ''میرے لیے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیشین گوئی ہے''۔ (تحفۃ الندوہ: ص ۲)

مرزا صاحب اگر اس سے بھی زیادہ عمر پا جاتے تو اس کے لیے بھی انھوں نے مصالحہ جمع کر رکھا تھا کیونکہ ایک جگہ پر انھوں نے لکھا ہے:

''اس جگہ اخویم مولوی مردان علی بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں: ''میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر سے آپ کے نام لگا دیے، خدا اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے''۔ (ازالۂ اوہام ص ۳۸۹، طبع دوم)

اگر مرزا صاحب کی عمر ۹۰ سال ہو جاتی تو وہ صاف کہہ دیتے کہ ۸۵ سال کی عمر کے بارے میں تو میرا الہام تھا اور پانچ سال مولوی مردان علی نے مجھے دیے، لہٰذا میری ۹۰ سال عمر عین میری پیشین گوئی کے مطابق ہے۔ بلکہ اگر آپ کی عمر ۹۵ سال ہو جاتی اس کے لیے بھی آپ نے ایک مکاشفہ گھڑا ہوا تھا جو کہ حسب ذیل ہے:

مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں، صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ آخر میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ خیال آیا یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال ہو جاوے۔ میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی میں نے وجہ پوچھی، وہ خاموش ہو رہا۔ پھر میں نے اس سختی سے تکرار اور اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اُس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا (شاید مرزا صاحب سے دھینگا مشتی میں مات کھا گیا ہوگا۔ ناقل) چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہو جاوے۔ اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا؟ اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے"۔ (مکاشفات ص ۳۴)

ملاحظہ فرمائیں کہ دھینگا مشتی بھی کی اور اس نے آمین بھی کہہ دی لیکن آپ کی دعا ۹۵ برس عمر کی پھر بھی قبول نہ ہوئی۔ پھر ایک الہام یہ ہوا:

"ترٰی نسلاً بعیداً" تو اپنی ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔

(حقیقت الوحی ص ۹۵)

لیکن یہ دور کی نسل بھی دیکھنا نصیب نہ ہوئی اور یہ الہام غلط ہو گیا۔

یہ سارے الہامات تو لمبی عمر کے لیے تھے کم عمر کے لیے بھی اپنی پیدائش کے سن میں اختلاف بتاتے رہے۔ کہیں پیدائش ۱۳۰۱ھ بتائی (اربعین نمبر۲ ص ۲۳) اور کہیں اپنی

پیدائش ۱۲۸۹ھ بتائی۔ چنانچہ لکھا کہ ''میری پیدائش اس وقت ہوئی جب (حضرت آدم سے) چھ ہزار سے گیارہ سال رہتے تھے''۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، حاشیہ) اور چھٹے ہزار کو ۱۳۰۰ھ پر ختم کیا (لیکچر سیالکوٹ ص ۶) اور کہیں اپنی پیدائش مکاشافات اولیاء کی رو سے ۱۲۶۸ھ لکھی: چنانچہ لکھا کہ ''بہت سے اکابر امت گزرے ہیں جنھوں نے میرے لیے پیشین گوئی کی اور پتہ بتایا، بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی جو ''چراغ دین'' ۱۲۶۸ھ ہے۔ (الحکم قادیان ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۶) اور کہیں ۱۲۶۱ھ میں اپنا پیدا ہونا لکھا: ''میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر چودھویں صدی کا سرا بھی آپہنچا''۔ (تریاق القلوب ص ۱۵۸) اور کہیں ۱۲۵۷ھ میں اپنا تولد ہونا لکھا: ''اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ھ تک بھی اشاعت اسلام کے وسائل گویا کالعدم تھے''۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۰) اور کہیں ایسی عبارات بھی لکھ گئے ہیں جن سے یہ ثابت ہوسکے کہ آپ ۱۲۵۰ھ میں پردۂ عدم سے عالم وجود میں آئے۔ ''ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں یہ عاجز شرف مکالمہ پا چکا تھا'' (حقیقت الوحی ص ۹۹) دوسری جگہ لکھا ''ماموروں کے لیے سنت الٰہی ہے کہ وہ چالیس سالہ عمر میں مبعوث ہوتے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۷ ملخص) چنانچہ ۱۲۹۰ھ سے اگر ۴۰ کم کیے جائیں تو ۱۲۵۰ھ بنتی ہے۔ اور کہیں یہ لکھ دیا کہ ''۱۲۷۵ھ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۱۷۸)

اس حساب سے سن پیدائش ۱۲۳۵ھ ہوتا ہے۔ گویا مرزا صاحب نے اپنے سن پیدائش کو ایک معمہ اور چیستان بنا کر رکھ دیا ہے تاکہ عمر کے بارے میں ہر قسم کی تاویل اور تحریف کی جاسکے۔ چنانچہ قادیانی حضرات نے بھی لکھا:

''بعض مقامات پر حضرت کی تحریرات میں بادی النظر میں اختلاف نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اندازے قیاس کے ماتحت ہیں۔ جب قیاس کیا جائے گا تو ایک دو سال کا فرق بعید نہیں''۔ (تفہیمات ربانیہ: ص ۱۰۵)

اگر یہ سب کچھ قیاسات پر مبنی ہے تو مرزا صاحب کے ان الہامات کی صداقت

اور ثقاہت کہاں گئی؟ پھر یہ فرق ایک دو سالوں کا نہیں بلکہ دس پندرہ سالوں کا ہے۔ نبی کا تو قیاس بھی اتنا غلط نہیں ہوتا چہ جائیکہ الہام غلط ہو کیونکہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ''میرا ذاتی تجربہ ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت، ہر دم، ہر لحظہ، بلافصل ملہم (یعنی میرے اندر) کام کرتی رہتی ہے''۔ (حاشیہ: ص ۹۳)

مولوی اللہ دتہ جالندھری نے لکھا کہ:

''۱۳۲۶ھ حضور کا وصال ہوا''۔ (تفہیمات ربانیہ: ص ۱۰۲)

اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۴۰+۲۵=۶۵ سال بنتی ہے۔ یہ اس طرح کہ بقول مرزا صاحب وہ ۱۳۰۰ھ کے بعد چودھویں صدی کے شروع سال میں بالہام الٰہی مامور و مبعوث ہوئے، اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی، اس کے بعد مرزا صاحب کل ۲۵ سال چند ماہ زندہ رہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۶۵ سال بنتی ہے۔ پھر نہ ۷۵ سال اور نہ ۸۵ سال ہوتی ہے۔ اور مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں وہ سب الہام غلط ثابت ہوتے ہیں جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔

قادیانیوں نے مرزا صاحب کی اس پیشین گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء لکھی ہے، یہ تاریخ انھوں نے کہاں سے لی وہی بہتر جانتے ہیں، لیکن وہ یہ یاد رکھیں کہ چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر گرے، دونوں صورتوں میں نقصان خربوزے کا ہی ہوتا ہے۔ اگر سن پیدائش ۱۸۳۵ء ہے پھر بھی مرزا صاحب جھوٹے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنا سن پیدائش ۱۸۳۹ء بتایا ہے جو کہ بقول قادیانیوں کے غلط ہے اور اگر مرزا صاحب کا بتایا ہوا سن پیدائش (۱۸۳۹ء) صحیح ہے پھر بھی مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی پیشین گوئی کے مطابق ان کی عمر بجائے ۷۵ یا ۸۵ سال ہونے کے صرف ۶۸ یا ۶۹ سال ہوتی ہے۔ ہاں مرزا صاحب کی یہ بات درست ثابت ہوتی ہے:

''پھر اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشین گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں

اقرار کروں گا کہ میں کاذب (جھوٹا) ہوں''۔ (اربعین نمبر ص ۳۰ حاشیہ)
اور ان کی یہ بات بھی صحیح نکلتی ہے کہ:
''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا''۔ (چشمۂ معرفت: ص ۲۲۲)

بارھویں پیش گوئی:

پنڈت لیکھ رام آریوں میں سے ایک سرکردہ اور معتبر شخص تھا۔ جب مرزا صاحب نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ میں ایک اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ شائع کیا تو پنڈت لیکھ رام نے اس کے جواب میں ایک کتاب ''تکذیب براہین احمدیہ'' لکھی جس میں مرزا صاحب کی خوب درگت بنائی۔ اس پر مرزا صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ دوسرا حملہ مرزا صاحب پر لیکھ رام نے یہ کیا کہ ایک اور کتاب ''نسخہ خطبہ احمدیہ'' میں مرزا صاحب کی خوب خاطر تواضع کی۔ اب تو مرزا صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور خوب گرمی دکھائی۔ اسی گرمی میں اسے الہامی نشان دکھانے کے لیے قادیان آنے کی دعوت دی۔

لیکھ رام بھی بڑا بھڑکیلا آدمی تھا اس نے فوراً دعوت قبول کی اور آندھی اور بھگولے کی طرح قادیان آدھمکا اور آتے ہی مرزا صاحب پر چھا گیا۔ للکارا کہ آؤ نکلو میدان میں، مگر مرزا صاحب کو اپنا علمی حدود اربعہ معلوم تھا لہٰذا ادھر ادھر کی باتوں اور ٹال مٹول میں وقت ضائع کرنے کی کوشش کی بالآخر اس کے تنگ کرنے پر نشان دکھانے کا وعدہ کیا۔

دو ماہ بعد مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار یہ چال چلی کہ اس کو ڈرانے اور دھمکانے کی غرض سے لکھا کہ:
''اگر (تم کو) پیشین گوئی کے ظاہر کرنے سے رنج پہنچے تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے''۔ (استفتاء: ص ۱۹)

مگر وہ کچھ ایسا مستقل مزاج اور باوقار اور سخت آدمی تھا کہ اس نے لکھا:

''میں آپ کی پیشین گوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں۔ جو چاہو شائع کرو اجازت ہے مگر میعاد مقرر ہونی چاہیے''۔ (نزول المسیح ص ۱۷۰)

اس کی اس دلیری اور جرأت کو دیکھ کر مرزا صاحب کے چھکے چھوٹ گئے اور ان پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ متواتر سات سال تک دم بخود رہے اور کچھ نہ بولے بلکہ چپ سادھے رہے اس خاموشی سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ شاید اتفاق سے کوئی عجیب واقعہ دنیا میں ظاہر ہو جائے یا لیکھ رام پر ہی گردش افلاک کا کوئی وار ہو اور وہ کسی مصیبت یا تکلیف میں مبتلا ہو تو ہم اس کو اپنا الہامی نشان بنا کر دنیا کو دھوکہ دے سکیں، مگر کچھ بھی نہ ہوا اور پنڈت لیکھ رام نہایت ہشاش بشاش اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا جب کچھ نہ ہوا تو لیکھ رام کے مواخذات اور قادیانیوں اور مریدوں کے اصرار سے گھبرا کر مرزا صاحب نے ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو اپنی زبان یوں کھولی:

''لیکھ رام نے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو چاہے شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے (یہ اشارہ اسی ۱۸۸۶ء والے خط کی طرف ہے) سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو الہام ہوا کہ ''عجل جسد لہ خوار لہ نصب وعذاب'' یعنی ایک بے جان گئو سالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے، اس کے لیے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے، جو ضرور مل کر رہے گا۔ اس الہام کے بعد آج جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے (لیے) توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا۔ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور ''خارق عادت'' اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو میں خدا کی طرف سے نہیں''۔

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۵، منقول از نزول المسیح: ص ۱۸۵)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ پنڈت لیکھ رام پر ایسا خرق عادت عذاب نازل ہوگا جو اپنی نرالی وضع سے ایک نشان کہلا سکے گا۔ مگر ایسا بالکل نہ ہوا، بجائے اس کے کہ اسے آسمانی نشان دکھایا جاتا مرزا صاحب کے ملہم نے کسی شیطان کے ذریعے اس کو قتل کرا دیا، وہ بھی کسی نرالے اور خارق عادت طریقے اور ڈھنگ سے نہیں بلکہ ایک شخص دھوکہ دے کر لیکھ رام کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔ عرصۂ دراز تک اس کی خدمت کرتا رہا اور پھر ایک موقع پر جبکہ لیکھ رام بالکل تنہا تھا اس نے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور خود بھاگ گیا۔

مرزا صاحب نے لیکھ رام کی موت پر شدید شور مچا دیا کہ یہ میری پیشین گوئی کے مطابق مرا ہے لیکن یہ ان کی بدفہمی ہے۔ مرزا صاحب کی پیشین گوئی اس کی موت کی نہ تھی بلکہ خارق عادت عذاب کی تھی اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ لیکھ رام کے بارے میں پیشین گوئی موت کی تھی تو بھی یہ موت ایسے طریق سے واقع ہونا چاہیے تھی جس کو ''خارق عادت'' کہا جا سکے نہ کہ عام موت کہ چھرا کسی کے پیٹ میں گھونپ کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قادیانی حضرات مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے الفاظ کو دوبارہ سہ بارہ پڑھیں اور پھر دیکھیں کہ کیا لیکھ رام کی موت ''خارق عادت'' طریق سے ہوئی یا عام طریق سے۔ اگر عام طریق سے ہوئی تو مرزا صاحب کی پیشین گوئی جھوٹی نکلی لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ پنڈت لیکھ رام کی موت ''خارق عادت'' طریق سے نہیں ہوئی کیونکہ ''خارق عادت'' کی تعریف خود مرزا صاحب نے یہ کی ہے:

''جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں''۔ (سرمۂ چشم آریہ: ص ۱۷)

مرزا صاحب نے ایک اور کتاب میں ''خارق عادت'' کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے''۔

(حقیقت الوحی ص ۱۹۶)

چونکہ اس طرح کے قتل دنیا میں ہزاروں ہوتے رہتے ہیں اس لیے:

''ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا''۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۶۹)

ان حقائق کی بنا پر مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی ان کی دوسری پیشین گوئیوں کی طرح بالکل غلط اور جھوٹی ثابت ہوئی۔ اور مرزا صاحب کے پیروکار قادیانی حضرات جو لیکھ رام کے مرنے کی وجہ سے اس کو سچا کہتے ہیں وہ بدفہمی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔



باب نمبر(6)

کذبات مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی ویسے تو مجسم جھوٹ اور کذب تھا کیونکہ اس کے یہ دعاوی کہ میں مہدی ہوں، مسیح ہوں، تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہوں، سب جھوٹ ہی تو تھے بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا نبوت کا دعویٰ ہی اس کے کذاب ہونے کی بین دلیل تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس نے اپنی کتابوں میں کئی جھوٹ بولے ہیں جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کا کوئی قادیانی مرزا صاحب کے ان کذبات کو صحیح اور سچ ثابت نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص جھوٹا ہو وہ نبی تو بہت بڑی بات ہے ایک شریف اور نیک آدمی بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں آج کل کا سیاسی لیڈر ضرور بن سکتا ہے۔

جھوٹے آدمی کے بارے میں قرآن حکیم کا قول ہی کافی ہے کہ "لعنة الله على الكاذبين" کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ حدیث میں بھی جھوٹے کے لیے بہت سی وعیدیں آئی ہیں۔ خود مرزا صاحب نے بھی جھوٹے شخص کے بارے میں کہا ہے:

۱۔ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں، وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔

(شحنۂ حق: ص ۶۰، روحانی خزائن جلد ۲: ص ۳۸۶)

۲۔ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۷، ص ۵۶، ص ۴۰۷)

۳۔ تکلف سے جھوٹ بولنا گوہ کھانا ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۹، روحانی خزائن ص ۳۴۳ جلد ۱۱)

۴۔ خدا کی کھلی کھلی پیشین گوئیوں سے منہ پھیرنا یہ بدطینتوں کا کام ہے نہ کہ نیک

لوگوں کا، اور جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتوں کا طریق ہے نہ کہ انسانوں کا۔ (انجام آتھم ص۴۳، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۴۳)

۵۔ جب ایک میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمۂ معرفت ص۲۲۲، روحانی خزائن جلد ۲۳ص ۲۳۱)

۶۔ اے بیباک لوگو! جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۲۱۵، روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۲۱۵)

۷۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۴۵۹، تتمہ حقیقت الوحی ص ۲۶)

۸۔ قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں۔ اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں۔ اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو۔ اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ۔

(نور القرآن ص ۳۳، روحانی خزائن جلد ۹ص ۴۰۸)

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں جھوٹ کی مذمت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن خود ان کی اپنی کتابوں میں انھوں نے بہت سی جھوٹی باتیں لکھی ہیں اور بہت سے جھوٹ بولے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

پہلا جھوٹ:

''اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ (اربعین نمبر ۴ص ۱۳، روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۴۴۲)

یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی نبی نے بھی مسیح موعود (مرزا صاحب) کو دیکھنے کی خواہش نہیں کی تھی۔ اگر کی تھی تو مرزائی ان پیغمبروں کے نام بتائیں؟ اور کہاں لکھا ہے کہ انھوں نے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

دوسرا جھوٹ:

''بات یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ ''اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہً الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے، لیکن جس کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے''۔

(حقیقت الوحی ص ۳۹۰، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۴۰۶)

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ہرگز ایسا نہیں لکھا۔ یہ بھی مرزا صاحب نے صریحاً جھوٹ بولا ہے۔

تیسرا جھوٹ:

''یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی''۔

(کشتی نوح ص ۵، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۵)

قرآن حکیم میں الحمد سے لےکر والناس تک پڑھ جایئے کسی آیت میں بھی نہیں ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ اگر کسی آیت میں ہے تو دنیا بھر کے مرزائی اکھٹے ہوکر وہ آیت بتادیں؟

چوتھا جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانے میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ:

آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی کہ ''ھذا خلیفۃ اللہ المھدی''۔ اب

سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۴۱، روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۳۷)

یہ بھی مرزا صاحب نے صریحاً جھوٹ بولا ہے۔ صحیح بخاری میں کہیں بھی یہ حدیث نہیں ہے، ساری دنیا کے مرزائی اکٹھے ہو کر صحیح بخاری سے یہ حدیث نہیں دکھلا سکتے۔

پانچواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھا ہے کہ:

''جس حالت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بڑا فتنہ عیسیٰ پرستی کا ٹھہرایا ہے اور اس کے لیے وعید کے طور پر یہ پیشین گوئی کی ہے کہ قریب ہے کہ زمین و آسمان اس سے پھٹ جائیں۔ اور اسی زمانہ کی نسبت طاعون اور زلزلوں وغیرہ حوادث کی پیشین گوئی بھی کی ہے اور صریح طور پر فرمادیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے، وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے''۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۴، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۴۹۸۔۴۹۹)

قرآن حکیم کی کسی آیت میں یہ نہیں ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے زمانہ میں طاعون، زلزلے وغیرہ جو ظاہر ہوں گے وہ عیسیٰ پرستی کی وجہ سے ہوں گے۔

چھٹا جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا اور وہ اس کو کافر قرار دیں گے، اور اس کے قتل کے لیے فتوے دیے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا''۔ (اربعین نمبر ۳، ص ۱۷، روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۴۰۴)

مرزا صاحب کا قرآن حکیم پر یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ قرآن حکیم کی کسی آیت میں ایسا نہیں ہے کہ مسیح موعود اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وغیرہ وغیرہ۔

ساتواں جھوٹ:

مرزا صاحب سورج اور چاند گرہن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''خدا کے پاک نبی ابتداء سے خبر دیتے آئے تھے کہ مہدی کے انکار کی وجہ سے یہ ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا''۔ (تحفۂ گولڑویہ ص ۶۵، روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۱۵۱)

خدا کے پاک نبیوں پر یہ سفید جھوٹ ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ قطعاً مرقوم نہیں ہے کہ مہدی کے انکار کی وجہ سے کسوف وخسوف ہوگا۔

آٹھواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''خدا نے قرآن شریف میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں مذاہب کے جنگ ہوں گے اور دریا کی لہروں کی طرح ایک مذہب دوسرے مذہب پر گرے گا تا کہ اس کو نابود کر دے''۔ (چشمۂ معرفت ص ۳۲۸، روحانی خزائن جلد ۲۳ص ۳۴۴)

قرآن حکیم کی کسی آیت میں یہ نہیں ہے کہ آخری زمانہ میں مذاہب کی جنگ ہو گی وغیرہ وغیرہ یہ بھی مرزا صاحب کا صریح جھوٹ ہے۔

نواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہوگئے تھے۔ اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں، میں خدا کا ہوں اور خدا طرف جاؤں گا''۔

(چشمۂ معرفت ص ۲۸۶، روحانی خزائن جلد ۲۳ص ۲۹۹، اخبار بدر ۱۹رد سمبر ۱۹۰۷ء)

یہ بھی سفید جھوٹ ہے کسی تاریخ میں نہیں لکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ہاں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے یہ کہا کہ مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں اگر تعلق نہیں تھا تو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو کیوں نکلے؟

دسواں جھوٹ:

''مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں''۔ (تحفۃ الندوۃ ص ۵، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۹۸)

مرزائی حضرات بتائیں کہ قرآن نے کس آیت میں کرشن قادیانی مرزا غلام احمد کا نام ''ابن مریم'' رکھا ہے؟ ابن مریم قرآن نے مریم علیہا السلام کے بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے نہ کہ چراغ بی بی کے بیٹے غلام احمد کو۔ لہٰذا کوئی آیت قرآن میں ایسی نہیں ہے جس میں مرزا غلام احمد بن مریم۔ اگر واقعی قرآن نے مرزا غلام احمد کا نام ابن مریم رکھا ہوتا تو مرزا صاحب استعارے کے رنگ میں مریم اور پھر استعارے کے رنگ حاملہ ہو کر ابن مریم کو جنم کیوں دیتے؟

گیارھواں جھوٹ:

مرزا صاحب اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ:

''مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے مر جائے گا''۔

حالانکہ ان دونوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا، یہ مرزا صاحب نے صریح جھوٹ بولا ہے۔

بارھواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

۱۔ قرآن نے میری گواہی دی ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گواہی دی ہے۔

۳۔ پہلے نبیوں نے میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے۔

۵۔ اور قرآن نے بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے۔

۶۔ جو کہ یہی زمانہ ہے۔

۷۔ اور میرے لیے آسمان سے بھی گواہی دی۔

۸۔ اور زمین نے بھی۔

۹۔ اور کوئی نبی نہیں جو میرے لیے گواہی نہیں دے چکا۔ (تحفۃ الندوہ: ص ۴)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے نو جھوٹ بولے ہیں، مگر سب سے زیادہ لطیف پانچواں جھوٹ ہے کہ قرآن نے اس کے آنے کا زمانہ معین کر دیا ہے۔ قادیانی حضرات وہ آیت ہمیں بھی بتا دیں؟

تیرھواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''جاننا چاہیے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ حدیث صحیح ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لیے ہر ایک صدی پر ایسا مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کو نیا کرے گا، لیکن چودھویں صدی کے لیے یعنی اس بشارت کے بارے میں یعنی اس بشارت کے بارے میں جو ایک عظیم الشان مہدی چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا۔ اس قدر اشارات نبویہ پائے جاتے ہیں جو ان سے کوئی طالب منکر نہیں ہوسکتا''۔ (نشانی آسمانی ص ۱۶)

یہ چودھویں صدی کا ذکر بحوالہ احادیث صحیحہ مرزا صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں کیا ہے لیکن یہ سب جھوٹ ہے اور سرور کائنات ﷺ پر ایک بہتان عظیم ہے۔

چودھواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۷ء میں جس کی سرخی ہے۔ عام مریدان کے لیے ہدایت لکھتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں''۔

یہ بھی مرزا صاحب کا ایک جھوٹ ہے اور نبی ﷺ پر ایک افتراء ہے۔ حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں آیا۔

پندرھواں جھوٹ:

مرزا صاحب اپنی کتاب ''تحفۂ غزنویہ'' ص ۵ پر لکھتے ہیں:

''یہ تمام دنیا کا جانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنی عذاب کی پیشین گوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے''۔

پھر اسی کتاب کے میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''وعید یعنی عذاب کی پیشین گوئی کی نسبت خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ خواہ پیشین گوئی میں شرط ہو یا نہ ہو تضرع اور توبہ اور خوف کی وجہ سے ٹال دیتا ہے''۔

یہ سب کذب صریح اور تمام دنیا پر افتراء ہے اور اس کو خدا تعالیٰ کی سنت کہنا مرزا صاحب کی جہالت اور گستاخی کی بین دلیل ہے۔ قادیانی حضرات کسی کتاب سے یہ عقیدہ دکھلا دیں۔

سولھواں جھوٹ:

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''عرصہ بیس یا اکیس برس کا گزر گیا ہے کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے۔ چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں:

۱۔ محمود احمد، ۲۔ بشیر احمد، ۳۔ شریف احمد، ۴۔ مبارک احمد''۔ (حقیقت الوحی ص ۲۱۸)

یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔ کسی اشتہار میں عمر پانے والے چار لڑکے ظاہر نہیں کیے گئے۔ البتہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کی پیشین گوئی میں یہ لکھا تھا کہ ''وہ تین کو چار کرے گا۔ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے''۔ عمر پانے یا نہ پانے کا چار لڑکوں کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ ہاں مصلح موعود کے متعلق بعض تحریرات میں لکھا ہے کہ ''وہ عمر پانے والا لڑکا ہے''۔ (دیکھو تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۵)

اور یہ لڑکا مرزا صاحب نے مبارک احمد بتایا تھا جو قریباً نو سال کی عمر میں مر گیا۔ جیسا کہ ہم نے اس پر پیشین گوئیوں کے باب میں تفصیلاً بحث کی ہے۔

سترھواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی''۔

(ازالۂ اوہام: ص ۲۸۲)

یہ صریح جھوٹ ہے اور حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام پر بہتان ہے۔ ایسا کسی حدیث میں نہیں آیا۔

اٹھارواں جھوٹ:

''انبیائے گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سرے پر ہوگا۔ اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا''۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳)

کسی نبی کے کشف میں ایسا موجود نہیں۔ یہ بھی مرزا صاحب نے صاف جھوٹ بولا ہے۔

انیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔

(شہادۃ الملہمین: ص ۴۴)

ایسا ہی ''انجام آتھم'' صفحہ ۴۹، ۵۰، ۶۳ میں لکھا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا ہوا کہ میں مفتری کو جلد ہلاک کرتا ہوں بلکہ قرآن میں اس کے برعکس ہے۔

انّ الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاعٌ فی الدنیا (سورۂ یونس)

جو لوگ خدا تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ہاں دنیا میں انہیں نفع ہو تو ہو۔

بیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ مسیح موعود صدی کے سرے پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا امام ہوگا''۔ (نصرۃ الحق: ص ۱۸۸)

یہ بھی جھوٹ ہے، مرزا صاحب نے یہاں ''احادیث صحیحہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور عربی میں جمع کے لیے تین افراد کا ہونا ضروری ہے لیکن قادیانی حضرات صرف ایک ہی صحیح حدیث بتا دیں جس میں چودھویں صدی کا ذکر ہو ورنہ پھر مرزا صاحب کو جھوٹا مان لیں۔

اکیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میری پیشین گوئی عبداللہ آتھم میں یہ بیان تھا: ''فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا''۔

(کشتی نوح ص ۶)

یہ بھی جھوٹ بولا ہے حالانکہ پیشین گوئی میں تھا کہ جو شخص غلط عقیدہ پر ہے وہ پندرہ ماہ میں مر جائے گا مگر مرزا صاحب اس جگہ پندرہ ماہ کی قید اڑا کر پیشین گوئی کو وسیع کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں۔

بائیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تین ہزار یا اس سے بھی زیادہ اس عاجز کے الہامات کی مبارک پیشین گوئیاں جو امن عامہ کے مخالف نہیں پوری ہو چکی ہیں''۔ (حقیقت المہدی ص ۸)

حالانکہ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب اپنے رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے ص ۷ پر لکھتے ہیں:

''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشین گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں''۔

اب ان دونوں میں ایک ضرور غلط اور جھوٹ ہے؟

تیئسواں جھوٹ:

''میں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ اس لیے میں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتب سے زیادہ ایسی کتب ہوں گی جس میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی تھی۔ (راز حقیقت ص ۶ حاشیہ)

یہ بھی کذب بیانی ہیں۔ ہم قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ صرف ہزار کتب طب کا نام بتا دیں جن میں مرہم عیسیٰ کے بارے میں لکھا ہے، اگر ہزار نہیں تو اس کا دسواں حصہ ایک سو ہی بتا دیں۔

چوبیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب اپنے مرنے سے قریباً ساڑھے چار سال پہلے فرماتے ہیں:

''میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔

(تذکرۃ الشہادتین: ص ۳۴)

پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ''صدہا نشان'' کو ''دو لاکھ'' بنا ڈالا۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۱ پر ''دس لاکھ'' لکھ دیا۔ یہ بھی صریحاً کذب بیانی ہے۔

پچیسواں جھوٹ:

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قرآن شریف میں ہے کہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں۔ جن کو لغوی کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں''۔

(توضیح المرام: ص ۴۰)

قادیانی حضرات یہ بتائیں کہ قرآن حکیم میں یہ کہاں لکھا ہے؟ کس آیت کا یہ ترجمہ ہے؟ یہ مرزا صاحب کا ایک سفید جھوٹ ہے۔

چھبیسواں جھوٹ:

''بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی نشانی ہوگی کہ وہ ذوالقرنین ہوگا''۔ (براہین احمدیہ حصہ۵ص۹۱)

یہ بھی مرزا صاحب کا کذب محض اور افتراء علی الرّسول ہے۔ قادیانی حضرات ایسی کوئی حدیث کسی کتاب سے دکھائیں۔

یہ ۲۶ جھوٹ ہم نے مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔ یہ ایک مختصر فہرست ہے اس قسم کے سینکڑوں جھوٹ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ نبی اور رسول تو بہت بڑی چیز ہیں، ایک مومن بھی اس طرح بیباکی کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا جس بیباکی کے ساتھ مرزا صاحب نے جھوٹ بولے ہیں۔ سچ ہے:

لعنت ہے مفتری پر خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اس کی جناب میں

(نصرۃ الحق: ص۱۰)

''وہ کنجر جو ولدالزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں''۔

(شحنۂ حق: ص۶۰)

''جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے''۔ (حقیقت الوحی ص۲۰۶)



باب نمبر(7)

مغلظات مرزا

نبی دنیا میں بڑی صاف اور شفاف سیرت لے کر آتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں ہدایت کی روشنی کا مینار ہوتا ہے اور اسی کو دیکھ کر اس کی امت اپنی راہ متعین کرتی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو پیغمبر دنیا میں دو چیزیں لے کر آتا ہے۔ایک علم اور دوسرے اخلاقِ عالیہ وفاضلہ۔ سرکار دو عالم ﷺ کا مشہور قول ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

(مؤطا امام مالک، باب حسن اخلاق)

مسند احمد، بیہقی اور طبقات ابن سعد میں اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح الفاظ میں آپ کا ارشاد ہے کہ: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

میں تو بھیجا ہی اسی لیے گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

(کنز العمال جلد۲ص۵، حیدر آباد، زرقانی شرح مؤطا جلد۴ص۹۲، مصر)

صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب آپ کی نبوت کا چرچا سنا تو تحقیق احوال کے لیے اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ بھیجا۔انھوں نے واپس جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو خصائل بیان فرمائے اس میں آپ ﷺ کی ایک اس صفت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

رأیتہ یامر بمکارم الاخلاق۔

میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم، مناقب ابی ذر)

اچھے اخلاق میں سے زبان کی پاکیزگی بھی ہے کہ انسان کی زبان فواحش اور کذبات سے پاک ہو، غیبت، چغل خوری، بہتان تراشی سے اس کی زبان منزہ ہو، کسی کو گالی نہ دے کیونکہ گالیاں دینا شریف لوگوں کا کام نہیں۔ اسلام کی تعلیم میں تو یہاں تک ہے کہ ''تم مشرکوں کے بتوں کو برا بھلا نہ کہو ایسا نہ ہو کہ وہ چڑ کر تمھارے خدا کو برا کہہ دیں'' (انعام:۱۰۸) بلکہ کہا کہ ''مشرکوں کی برائی کا جواب بھلائی سے دے''۔

(مومنون:۹۶)

چنانچہ مرزا قادیانی نے خود بھی لکھا ہے کہ:

''گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے''

(ست بچن ص۲۱، روحانی خزائن جلد۱۰ص۱۳۳)

ایک اور کتاب میں بدزبان شخص کے بارے میں مرزا صاحب نے کہا:

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے

(درثمین: ص۱۷)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں۔ مومن لعان (لعنت بھیجنے والا) نہیں ہوتا''۔

(ازالۂ اوہام: ص۶۶۰)

''تحریر میں سخت گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا اور اپنے مخالفانہ جوش کو انتہا تک پہنچانا، کیا اس عادت کو خدا پسند کرتا ہے یا اس کو شیوۂ شرفا کہہ سکتے ہیں؟ (آسمانی فیصلہ: ص۹)

''خداوند قدوس میری پناہ ہے اور میں تمام کام اسی کو سونپتا ہوں اور گالیوں کے بدلے گالیاں دینا نہیں چاہتا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں''۔ (آسمانی فیصلہ: ص۲۵)

۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ مرحوم کو دعوت دی کہ اگر وہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر پیشین گوئیوں کی پڑتال کریں۔ اگر کوئی پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہر ایسی پیشین گوئی پر سو روپیہ انعام حاصل کریں۔ اس دعوت کے ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی کر دی:

''وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں

آئیں گے"۔ (اعجاز احمدی، ص ۴۷)

اور اس پیشین گوئی کو ایک نشان قرار دیا، لیکن مولوی ثناء اللہ بھی مولوی ثناء اللہ تھے۔ وہ قادیان جا دھمکے اور مرزا صاحب کو بموجب مکتوب محررہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء اطلاع دی۔ حاملین رقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"مرزا صاحب ایک ایک فقرہ (مکتوب کا) سنتے جاتے تھے اور بڑے غصہ سے بدن پر رعشہ طاری تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ چند الفاظ یہ ہیں:

"خبیث، سور، کتا، بدذات، گوہ خور، ہم اس (ثناء اللہ) کو بھی (جلسۂ عام) میں نہ بولنے دیں گے۔ گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے"۔ (الہامات مرزا، ثناء اللہ ص ۱۲۲ حاشیہ)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک اشتہار میں مرزا صاحب کے متعلق یہ لکھا کہ "یہ میرا شکار ہے جو میرے قبضے میں آ گیا ہے"۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا:

"اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں، اور پشتوں کے سفلے بھی ایسا کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر زبان پر نہیں لاتے"۔

(آسمانی فیصلہ، ص ۱۰)

"اول قوت اخلاق چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زماں کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے، آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زماں نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس پر آیت "انك لعلى خلق عظيم" کا پورے طور پر صادق آ جانا ضروری ہے"۔ (ضرورۃ الامام ص ۸)

اس بارے میں مرزا صاحب پر ایک الہام نازل ہوا جس میں قرآنی آیت میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ اور وہ اضافہ شاید اس لیے کیا گیا کہ مرزا صاحب کے خدا کو پتہ تھا کہ یہ

شخص تہذیب اخلاق کے وصف سے عاری ہے لہٰذا الہام میں مہذب ہونے کی تاکید کی:

ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق و تھذیب الاخلاق
یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب الاخلاق کے ساتھ بھیجا۔ (اربعین نمبر ۳ ۴۵-۴۶)

''گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں''۔

(ضمیمہ اربعین ص ۵)

پھر گالی صرف یہ نہیں کہ کسی کی ماں بہن ہی کو گالی دی جائے، مرزا صاحب نے لفظ گالی کی خود تشریح کر دی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے''۔

(ازالہ اوہام کلاں جلد ا ص ۱۱ حاشیہ)

بعض قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کو ان کی گالیوں کے جواب میں حرامی، کنجریوں کی اولاد، گوہ خور وغیرہ کے الفاظ سے گالیاں دی ہیں، لیکن مرزا صاحب کے نزدیک ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو''۔ (کشتی نوح ص ۱۱)

اور اسی بارے میں مرزا صاحب نے ایک دفعہ کہا تھا کہ ''ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا۔ (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی، آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا۔ اس نے جواب دیا: بیٹی انسان میں کتا پن نہیں ہوتا، اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کتا پن کی مثال لازم آئے گی۔ (تقریر مرزا صاحب جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء رپوٹ ص ۹۹) لیکن مرزا صاحب کی کتابوں میں آپ کو جا بجا بدکلامی، بدگوئی اور دشنام طرازی کی نجاست وغلاظت بکھری ہوئی نظر آئے گی۔

گالیاں سن کے دعا دو دکھ سہہ کر آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(روحانی خزائن: ص ۱۴۴)

ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ:

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(دافع الوساوس ص ۲۲۵)

اسی طرح مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ:

وقد سبّونی بکل سبّ فما رددت علیهم جوابهم۔

(مواہب الرحمٰن ص ۲۰، روحانی خزئن جلد ۱۹ ص ۲۲۶)

کہ میں نے کسی کو جوابی طور پر گالی نہیں دی۔

تو مرزا صاحب کی گالیاں شاید ان کے نزدیک دعائیں ہوں گی جو انھوں نے مخالفین کو دی ہیں۔ ہم وہ تمام دعائیں مرزا صاحب اور ان کی امت کو واپس لوٹاتے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے اس دعویٰ کے خلاف خود عدالتی بیان میں کہا کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں، ابتدأ سختی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

(کتاب البریہ، ص؟ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۱)

اس میں مرزا صاحب کا واضح اعتراف اپنی تردید میں موجود ہے کہ میری گالیاں اور سخت الفاظ جوابی طور پر تھے۔

لیکن مرزا غلام احمد کا یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔ درحقیقت یہ اس قدر بدزبان تھا کہ اس تحریروں سے خود حیاء بھی منہ چھپاتی ہے۔ علماء کرام اور مشائخ امت کو اس نے اس قدر گالیوں سے نوازا کہ قلم تابِ نگارش نہیں۔ پیغمبر اور نبی ہونا تو بہت بڑی بات ہے، مرزا صاحب نے جو مغلظات مختلف لوگوں کو اپنی کتاب میں بکی ہیں، ان کو پڑھ کر ایک لکھا پڑھا انسان انہیں معمولی انسان کا درجہ بھی نہیں دے سکتا۔ نبوت کی زبان تو نہایت پاکیزہ ہوتی ہے۔

مرزا صاحب نے جس قسم کی گالیاں مختلف لوگوں کو دی ہیں اس سے ان کا سفلہ پن اور کمینہ پن صاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ خود ان کے نزدیک ''گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے''۔

مرزا صاحب کی انہی گالیوں کے اثرات تھے کہ ان کے بڑے لڑکے بشیر الدین

محمود نے ایک دفعہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے بارے میں لکھا کہ:

''حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا، ان کو اگر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا صاحب) کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت کے مقابلے میں ابوجہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلۂ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا''۔

(اخبار الفضل قادیان، ۲؍ نومبر ۱۹۲۲ء)

خلیفۂ ثانی اور مرزا صاحب کے بڑے صاحبزادے کی شیریں بیانی ملاحظہ فرمائیں کیا تسنیم کوثر میں ڈھلی ہوئی زبان ہے۔ اگر جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا کوئی پیروکار یوں کہہ دیتا کہ مرزا غلام مرتضیٰ کو اگر پتہ ہوتا کہ میرے لڑکے نے سرکار دوعالم ﷺ کے مقابلہ میں اپنی نبوت کا اعلان کرنا ہے تو وہ ضرور اپنا آلۂ تناسل کاٹ دیتا اور اپنی بیوی چراغ بی بی کو طلاق مغلظہ دے دیتا تو مرزا بشیر کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ لیکن ان لوگوں نے اپنی زبان کو اس شیریں زبانی سے پاک ہی رکھا اور انبیاء کا شیوہ اختیار کر کے جواب میں خاموشی اختیار کی، لیکن مرزا بشیر الدین محمود کو یہ بات کہتے بالکل حیاء نہ آئی اور حیاء آتی بھی کیسے؟ اس نے اپنے ابا کی تعلیمات سے یہی کچھ سیکھا تھا۔

یہ تو چھوٹے میاں کا حال تھا۔ اب نمبر وار بڑے میاں کی مغلظات سنیے بلکہ ان کی گالیوں پر تو لوگوں نے ''مغلظات مرزا'' کے نام سے کتابیں لکھی ہیں اور مرزا صاحب کی گالیوں کو حروف تہجی کے حساب سے جمع کیا ہے۔ ان گالیوں میں چند ایک کو ہم یہاں مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تا کہ امتِ مرزائیہ کو اپنے نبی کی کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان کو پڑھنے کی سعادت نصیب ہو۔

سیدہ مریم علیہا السلام کو گالیاں:

سب سے پہلے تو ملاحظہ ہوں وہ گالیاں جو مرزا صاحب نے سیدنا مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم علیہا السلام کی شان میں بکی

ہیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام بتول تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی نہایت پاکیزہ بندی، جس عصمت کی گواہی خود قرآن نے دی اور حق تعالیٰ شانہٗ کی وجہ سے علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے نبی ہونے کے بھی قائل ہیں۔ (فتح الباری جلد ۶، ۳۶۶۔۳۶۸)

اگرچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کا فیصلہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ نبی نہیں تھیں۔

(فتح الباری جلد ۶ ص ۳۶۶، النبوات لابن تیمیہ ص ۱۱۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایسی باعصمت اور بلند کردار اور جلیل القدر عورت کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ:

''میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں، کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں۔ جس کا ہم نام ہوں اور مفسد و مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں کہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا اور پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں کر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی بنیاد کیوں ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں ہیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ کہ قابل اعتراض۔ (کشتی نوح ص ۱۶، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۷۔۱۸)

اپنی ایک اور کتاب میں سیدہ مریم صدیقہ علیہا السلام کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو ان کی صریح توہین ہے بلکہ ان کو دوسرے لفظوں میں گالی دی گئی ہے۔ لکھا ہے:

''حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے، مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے حتی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطے کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر مقرر ہو جاتا ہے''۔

(ایام الصلح اردو، ص ۷۴ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۳۰۰)

۱۔ قرآن حکیم کی رو سے مسیح ابن مریم علیٰ علیہما السلام کا کوئی باپ نہ تھا لیکن مرزا صاحب نے ان کا باپ یوسف نجار بنا دیا، اور یہ ان کے حق میں کتنی بڑی گالی ہے اگر یوسف نجار ان کا باپ ہوتا تو قرآن بار بار ''مسیح ابن مریم علیہ السلام'' کہہ کر انہیں نہ پکارتا بلکہ مسیح بن یوسف کے نام سے ان کا ذکر کرتا۔

۲۔ پھر مریم صدیقہ علیہا السلام کے پیٹ سے سیدنا مسیح علیہ السلام کے چار بھائی اور دو بہنیں اور پیدا کر دیں۔ یہ نہ صرف مریم صدیقہ علیہا السلام کے لیے ایک گالی ہے بلکہ صریح بہتان بھی۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ سیدہ مریم علیہا السلام کو حمل پہلے ہوا اور نکاح بعد میں، یہ بھی ان پر ایک بہت بڑا بہتان ہے اور ان کی شان میں بہت بڑی گالی ہے۔

۴۔ سیدہ مریم علیہا السلام کا نکاح سے قبل اپنے منسوب یوسف نجار کے ساتھ اختلاط کے کیا معنی اور قبل از وقت اپنے منسوبوں سے حاملہ ہونے والی لڑکیاں بتول اور صدیقہ کیسے ہو سکتی ہیں؟

اوپر کی ساری عبارت کو بغور پڑھیں اور پھر انگریزوں کے اس خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد کی دیدہ دلیری ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح اس نے سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے اور ان کو کیسی غلیظ گالیاں دی ہیں۔

سیدنا مسیح علیہ السلام کو گالیاں:

سیدنا مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب نبی اور رسول تھے۔ نبی

کا خاندان بھی نہایت پاکیزہ ہوتا ہے اور اس کی ذات بھی پاکیزگی کا منبع ہوتی ہے لیکن مرزا صاحب نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے خاندان اور ان کے چال چلن کے بارے میں جو سوقیانہ زبان استعمال کی ہے وہ کوئی شریف انسان کسی نبی کے بارے میں استعمال نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

''آپ (یسوع مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور عطر ہے (یہ ان کی ذات پر طنز کیا ہے) تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کیسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۹۱)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے''۔ (کشتی نوح ص ۷۳، روحانی خزائن جلد ۱۹ص ۷۱ حاشیہ)

اپنے ایک رسالہ میں مرزا صاحب نے اپنا نظریہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا''۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ص ۱۲۴، ۱۹۰۲ء)

مکتوبات احمدیہ میں ہے کہ:

''مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۳ص ۲۱ تا ص ۲۴، روحانی خزائن جلد ۹ص ۳۸۷)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھا کہ:

''ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی، ہمدردی فرمائی، لیکن اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی''۔ (نسیم دعوت ص ۶۹، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۴۳۴۔۴۳۵)

گذشتہ سطور میں ''ضمیمہ انجام آتھم'' ص ۷ حاشیہ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک مسیح علیہ السلام کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں۔ ان دادیوں اور نانیوں کے متعلق وہ مزید یہ لکھتے ہیں کہ:

''ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا۔ ہم تو سوچ کر تھک گئے۔ اب تک کوئی عمدہ جواب خیال میں نہ آیا۔ کیا ہی خوب خدا ہے جس کی دادیاں تھیں۔ دادیاں اس کی ہوتی ہیں جس کا باپ دادا ہو۔ جس کا باپ دادا نہ ہو اس کی دادیاں کہاں؟ ہاں مرزا صاحب کی دادیاں تھیں۔ اور نانیاں اس کمال کی ہیں''۔ (نور القرآن نمبر ۲ ص ۱۹، روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۹۴)

مرزا غلام احمد کے اسی اعتراض پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے لکھا تھا:

سنتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم کو دیتا ہے گالیاں
یاد رکھ لے اس کی بھی ہیں دادیاں اور نانیاں

اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اس کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں تو سارے مرزائی چیخ اٹھیں گے کہ دیکھو ہمیں گالیاں دیتے ہیں لیکن وہ ایک اللہ کے سچے نبی اور رسول سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ والصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں تو تمام امت مرزائیہ خاموش بلکہ مرزا غلام احمد کا دفاع کرتی ہے۔ کیسی شرم کی بات ہے۔

اسی کتاب میں ایک اور صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''یورپ جو زنا کاری سے بھر گیا، اس کا کیا سبب ہے؟ یہی تو ہے کہ نامحرم

عورتوں کو بے تکلف دیکھنا عادت ہوگیا۔ اول تو نظر کی بدکاریاں ہوئیں اور پھر معانقہ بھی ایک معمولی امر ہوگیا۔ پھر اس سے ترقی ہوکر بوسہ لینے کی بھی عادت پڑی یہاں تک کہ استاد جوان لڑکیوں کو اپنے گھر میں لے جاکر یورپ میں بوسہ بازی کرتے ہیں اور کوئی منع نہیں کرتا۔ شرینیوں پر فسق وفجور کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ تصویروں میں نہایت درجہ کی بدکاری کا نقشہ دکھایا جاتا ہے۔ عورتیں خود چھپواتی ہیں کہ میں ایسی خوبصورت ہوں اور میری ناک ایسی اور آنکھ ایسی ہے اور ان کے عاشقوں کے ناول لکھے جاتے ہیں اور بدکاری کا ایسا دریا بہہ رہا ہے کہ نہ تو کانوں کو بچا سکتے ہیں نہ آنکھوں کو نہ ہاتھوں کو نہ منہ کو۔ یہ یسوع صاحب کی تعلیم ہے کاش ایسا شخص دنیا میں نہ آیا ہوتا تاکہ یہ بدکاریاں ظہور میں نہ آتیں۔ اس شخص نے پارسائی اور تقویٰ کا خون کردیا اور الحاد اور اباحت کو تمام ملک میں پھیلا دیا"۔

(نور القرآن نمبر۲ ص ۴۲، روحانی خزائن جلد ۹ ص ۴۴۷)

پھر لکھا:

"تعجب ہے کہ ایک شرابی اور کھاؤ پیو کو شہوت پرست نہ کہا جائے"۔

(نور القرآن نمبر۲ ص ۲۷، روحانی خزائن جلد ۹ ص ۴۷۷)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھا:

"ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے۔ اور گود میں تماشہ کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اس حالت میں وجد میں بیٹھے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اس کو جھڑک دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت اور پھر مجرد اور ایک خوبصورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے، جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے۔ اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ (بھانوں اور پندرہ سال کی کنواری عائشہ جو حضور کے پاؤں دباتی تھی۔ (الفضل) کہ آپ کی ٹانگیں دبانے سے آپ کی شہوت نے جنبش کی تھی؟) افسوس کہ یسوع کو یہ بھی میسر نہیں تھا کہ اس فاسقہ پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا۔ کم بخت زانیہ کے چھونے سے اور ناز وادا

کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہوگا۔ اسی وجہ سے یسوع کے منہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرام کار عورت! مجھ سے دور رہ۔ اور یہ بات انجیل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت طوائف میں سے تھی اور زنا کاری میں سارے شہر میں مشہور تھی"۔ (نور القرآن نمبر۲ ص ۴۷، روحانی خزائن جلد ۸ ص ۴۴۹)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا:

"لیکن مسیح کی راست بازی سے اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام "حصور" رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"۔

(دافع البلاء ص ۴، روحانی خزائن جلد ۹ ص ۴۷۷)

اوپر دیے گئے اقتباسات کو ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سیدنا مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین کی ہے اور جس انداز میں ان کے کریکٹر اور چال چلن کو بیان کیا ہے وہ نہایت سوقیانہ ہے گویا صریح گالیاں اللہ تعالیٰ کے اس پاک اور معصوم پیغمبر کو دی گئی ہیں۔

مرزا صاحب نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے خلاف اس قسم کی زبان استعمال کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں پر پردہ ڈال سکیں یا ان کی تاویل کر سکیں کہ اگر پہلا مسیح یہ کچھ کرتا تھا تو میں نے اگر ایسا کر لیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ اگر پہلا مسیح ایک رنڈی سے عطر اپنے سر پر ملاتا تھا تو قادیانی مسیح نے اگر بھانوں سے رات کی تاریکی میں اور بیڈ روم کی خلوت میں اپنی ٹانگیں دبوالیں تو اس میں کیا حرج ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ ۳: ص ۲۱۰)

سیدنا مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو مخدوش کرنے کے لیے نور القرآن نمبر۲ ص ۴۷

کی عبارت میں مندرجہ ذیل الفاظ پر لوگوں کی توجہ مرکوز کرانے کے لیے جلی قلم خط میں لکھا:

''گویا بغل میں ہے۔۔۔ ''گود میں تماشہ کر رہی ہے'' ۔۔۔یسوع صاحب وجد میں بیٹھے ہیں'' خوبصورت عورت سامنے پڑی ہے، جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے''۔۔

یسوع کی شہوت وغیرہ ان حیا سوز الفاظ کو جلی حروف میں لکھنے سے مرزا صاحب کا واحد مقصد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کو لوگوں کی نظروں میں چھوٹا دِکھانا ہے تا کہ ان کا اپنا قد ان سے بڑا نظر آئے لیکن جو شخص بقول ایک لاہوری قادیانی ''کبھی کبھی زنا کیا کرتا تھا'' وہ سیدنا مسیح علیہ السلام جیسے معصوم اور روح اللہ کو کیسے نیچا دکھا سکتا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام پر مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن حکیم میں حصور نہیں کہا صرف اس لیے ہے کہ اپنے ان تمام الزامات کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں جو انھوں نے مسیح علیہ السلام پر اپنی مختلف کتابوں میں لگائے ہیں اور وہ الزام یہ ہیں:

۱۔ مسیح کھاؤ پیو تھا اور شراب پیتا تھا۔

۲۔ غیر محرم اور جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔

۳۔ اس غیر محرم اور جوان و فاحشہ عورت نے اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے مسیح کو چھوا تھا جس سے اس کی شہوت میں ضرور انگیخت ہوئی ہوگی۔

۴۔ فاحشہ عورت نے بدکاری کی، کمائی کا خریدا ہوا عطر اس کے سر پر ملا اور مسیح وہ ملواتا رہا اور بالکل خاموش رہا۔ اس لیے قرآن کریم نے ان کا نام ''حصور'' (یعنی عورتوں سے پرہیز کرنے والا) نہ رکھا اور یحییٰ علیہ السلام کا نام ''حصور'' رکھا کیونکہ عیسیٰ کے لیے ''حصور'' نام رکھنے سے یہ قصے مانع تھے۔ (العیاذ باللہ)

شراب اور زنا کا الزام لگا کر اب مرزا صاحب سیدنا مسیح علیہ السلام پر (معاذ اللہ) کذب کا الزام بھی لگا رہے ہیں۔ یوں لکھا:

''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشین گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے، ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں۔ اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز

کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے، لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی، عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شاید اس لیے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں، لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی''۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۲۰۵، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۹۰)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے سیدنا مسیح علیہ السلام کو جھوٹا اور چور کہا ہے اور ایک پیغمبر خدا کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا کفر ہے۔ اب سیدنا مسیح علیہ السلام کے لیے اس سے بڑی گالی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ کے اس پاک نبی کے بارے میں انگریزی نبی کی زبان ملاحظہ فرمائیں کہ کتنی شستہ اور شائستہ ہے۔

مرزا صاحب سیدنا مسیح کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

''عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۹۰)

اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''اور آپ (سیدنا مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۹۱)

یہ صرف چند ایک اقتباسات تھے جو ہم نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نقل کیے ہیں جن میں سیدنا مسیح علیہ السلام کو برا بھلا کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کی توہین کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی عبارتیں ہیں جن میں سیدنا مسیح علیہ السلام کو اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم علیہا السلام کو مرزا صاحب نے اپنی گالیوں کا ہدف بنایا ہے۔

عام مسلمانوں کو گالیاں:

مرزا صاحب گالیوں میں کچھ ایسے ماہر اور مشاق تھے کہ بے ساختہ ان کے منہ

سے گالیاں نکلتی رہتی تھیں۔ پھر انہیں خود بھی معلوم نہیں رہتا تھا کہ اس گالی کی زد میں کون کون آرہا ہے۔ کیا اس میں خود میرا گھرانہ ہی تو ملوث نہیں ہو رہا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو ان الفاظ میں گالی دی۔ کہا:

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المؤدة و ينتفع من معارفها و يقبلني و يصدق دعوتي اِلّا ذرية البغايا الذين ختم الله علي قلوبهم فهم لا يقبلون۔

میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور مؤدت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے بہرہ اندوز ہوتا اور فائدہ اٹھاتا ہے، اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے، کہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی اور وہ ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۴۷)

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے یہ تو کہہ دیا کہ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اور میری دعوت کی تصدیق نہیں کرتا وہ رنڈیوں اور کنجریوں کی اولاد ہے، لیکن یہ نہ دیکھا کہ اس دعویٰ کی زد میں کون کون آتا ہے:

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

چشم اشکبار کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ اس کا اپنا ہی گھر بہہ گیا، کیونکہ گالی تو دی ہر اس مسلمان کو جو مرزا صاحب کی دعوت اور دعویٰ نبوت کو قبول نہیں کرتا اور گالی یہ دی کہ وہ رنڈی اور کنجری کی اولاد ہے لیکن خود ان کے بیٹے فضل احمد نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو قبول نہ کیا اور آخری سانس تک قبول نہ کیا۔ اسی لیے جب وہ مر گیا تو مرزا صاحب نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے ایک اور بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ:

"مرزا فضل احمد کے جنازے کے ساتھ سید ولایت شاہ صاحب موصوف بھی

قادیان میں تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ ساتھ گئے تھے یا پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مرزا فضل احمد صاحب کے دفن کرنے اور جنازہ پڑھنے سے قبل حضرت مرزا غلام احمد صاحب (یعنی مسیح موعود) نہایت کرب و اضطراب کے ساتھ باہر ٹہل رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس کی وفات سے حد درجہ تکلیف ہوئی ہے۔ اسی امر سے جرأت پکڑ کر میں خود حضور کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضور وہ آپ کا لڑکا تھا۔ بے شک اس نے حضور کو خوش نہیں کیا، لیکن آخر آپ کا لڑکا تھا، پ معاف فرمائیں اور اس کا جنازہ پڑھیں۔ (یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسرے فرزند م اسلطان احمد صاحب نے انہیں حضرت کے حضور بھیجا ہو) اس پر حضرت صاحب نے فرمایا نہیں شاہ صاحب وہ میرا فرمانبردار تھا۔ اس نے مجھے کبھی ناراض نہیں کیا۔ اس نے اپنے اللہ کو راضی نہیں کیا تھا (یعنی وہ قادیانی نہیں بنا تھا، مؤلف) اس لیے میں اس کا جنازہ نہیں پڑھتا۔ آپ جائیں اور پڑھیں، شاہ صاحب کہتے تھے کہ اس پر میں واپس آ گیا اور جنازہ میں شریک ہوا''۔

(مضمون مرزا بشیر احمد مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۹ نمبر ۹۸، ۱۰۷، مورخہ ۲۲/ اپریل و ۲/ مئی ۱۹۴۱ء)

اس فضل احمد نے مرزا صاحب کی یہاں تک فرمانبرداری کی کہ جب محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ نے اپنی بیٹی مرزا صاحب کے نکاح میں دینے سے انکار کر دیا تو مرزا صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو لکھا کہ تم لوگ اپنے ان رشتہ داروں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دو اور مرزا فضل احمد کو خصوصی طور پر لکھا کہ تم اپنی بیوی کو جو مرزا احمد بیگ کی بھانجی (یعنی ان کے بہنوئی مرزا علی شیر کی بیٹی تھی) کو طلاق دے دو۔ تو مرزا فضل احمد نے فوراً طلاق نامہ لکھا اور مرزا صاحب کو بھیج دیا۔

(سیرۃ المہدی: حصہ اول ص ۲۲)

اب جب ہر وہ شخص جس نے مرزا صاحب کو نبی نہ مانا اور آپ کے دعویٔ نبوت کی تصدیق نہ کی، کنجریوں کی اولاد ٹھہرا، اور خود آپ کے بیٹے فضل احمد نے آپ کے دعویٔ نبوت کی تصدیق نہ کی تو اس کا منطقی نتیجہ جو نکلتا ہے، اس سے ہر مسلمان اور ہر قادیانی آگاہ ہے۔

سو مرزا صاحب کی یہ اتنی بڑی گالی کہ مجھے ہر نہ ماننے والا ''رنڈیوں کی اولاد'' ہے جس کی زد میں ہر مسلمان چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا غیر عالم، اپنا ہو یا بیگانہ، آجاتا ہے۔ اس سے آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ آپ کی زبان کتنی شستہ تھی، کیا نبوت کی زبان ایسی ہی شستہ ہوتی ہے۔ ایسی زبان تو بازاری لوگ بھی استعمال نہیں کرتے۔

قادیانی حضرات یہ کہتے ہیں کہ "ذرّیۃ البغایا" کا معنی ''رنڈیوں کی اولاد نہیں ہے''۔ یعنی "بغیہ" رنڈی اور کنجری کو نہیں کہتے لیکن ان کی یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب نے "بغایا" کا ترجمہ خود ''زن ہائے زانیہ'' یعنی رنڈیاں کیا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''لجۃ النور'' ص ۳۵ پر لکھا ہے:

بل یسرون برؤیۃ تلك البغایا و یقبلونھن و یشربون الخمر بھن فی وسط الاسواق من غیر حیاء وخشیۃ۔

بلکہ بدیدن زن ہائے زانیہ خوش می شوند و بوسہ می دہند ایشاں را و در وسط بازار ہا بداں زنان بغیر شرم وخوف شراب می نوشند۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۶، ص ۳۷۱)

اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''خطبۂ الہامیہ'' میں خود اس لفظ کا معنی یہ کیا ہے:

والتشوق الی رقص البغایا وبوسھن وعناقھن وبعد ھذا نطاقھن۔

اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف، اور ان کا بوسہ لینا اور گلے لپٹانا اور بعد اس کے اس کا جائے کمر بند (کھولنا)۔

(روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۴۹)

یہ ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے، لہٰذا قادیانیوں کا یہ کہنا کہ "ذریۃ البغایا" کا ترجمہ مسلمان غلط کرتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ دوسرے اس لفظ "ذریۃ البغایا" کو مرزا صاحب کے "ولد الحلال" کے مقابلے میں نقل کیا ہے تو "ذریۃ البغایا" کا مطلب ان کے ہاں ''حرامی'' کا ہے۔ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے:

"واعلم ان کل من ھو ولد الحلال و لیس من ذریۃ البغایا

ونسل الدجال"۔

"اور جاننا چاہیے کہ ہر ایک شخص جو ولد حلال ہے اور خراب عورتوں اور دجال کی نسل میں سے نہیں ہے"۔

(نور الحق ص ۱۲۳ حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ ص ۱۶۳)

یہ ترجمہ بھی مرزا صاحب نے خود کیا ہے اور یہاں "ذریۃ البغایا" کو "ولد الحلال" کے مقابلے میں استعمال کیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو تسلیم نہیں کرتا وہ نہ صرف کنجریوں کی اولاد ہے بلکہ حرامی بھی ہے۔ ان سب لوگوں کے حرامی ہونے کا اعلان اور دعویٰ کرنا ہے۔ اب یا تو مرزا صاحب دلائل کے ساتھ ان سب کا حرامی ہونا ثابت کریں یا پھر شرعی طور پر وہ حد قذف کے مستحق ہیں۔ اسلام میں کسی کو حرامی کہہ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ جب مرزا صاحب نے تمام امت مسلمہ کے ان لوگوں کو جن میں ان کا اپنا بیٹا فضل احمد بھی شامل تھا، حرامی کہا تو اس وقت ہندوستان میں اسلامی حکومت نہ تھی ورنہ وہ ان پر حد قذف نافذ کرتی۔ بہر حال یہ ایک بہت بڑی گالی تھی جو انھوں نے ہر اس شخص کو دی جو انہیں نبی نہیں مانتا تھا۔ خود اپنی کتاب میں لکھا کہ:

"اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو"۔

(کشتی نوح ص ۱۱، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۱)

لیکن خود اتنی گالیاں دیں کہ خود گالیوں کو شرم محسوس ہونے لگی کہ ہم کس غلیظ منہ سے نکل رہی ہیں۔

اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

"سو اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہمیں یہی ہدایت ہے کہ ہم جاہلوں کی توہین اور تحقیر اور بدزبانیوں اور گالیوں سے اعراض کریں۔ اور ان تدبیروں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں...... بدی کے مقابل پر بدی کا ارادہ کرنا ایک معمولی بات ہے، کمال میں داخل نہیں۔ کمال انسانیت یہ ہے کہ ہم حتی الوسع گالیوں کے مقابلے پر اعراض اور درگزر کی خو اختیار کریں"۔ (البلاغ یا فریاد درد ص ۲۳۔۲۴، روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۳۹۲)

ایک دوسری کتاب میں لکھا:

''یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا''۔

(ضرورت الامام ص ۸ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۴۷۸)

''براہین احمدیہ'' کے مقدمے میں لکھا:

''بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا یا کسی فرقہ کی کسر شان لازم آوے۔ اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجے کا شریر النفس خیال کرتے ہیں''۔

(براہین احمدیہ ص ۱۰۱، روحانی خزائن جلد ۱ ص ۹۱)

اپنی ایک نظم میں مرزا صاحب نے لکھا:

پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی — پر ان سیاہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا — کتوں سا کھولنا منہ تخم فنا یہی ہے
ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدسوں کو — تعلیم میں ہماری حکم خدا یہی ہے

(درثمین ص ۴۵۔۴۶)

گالیاں سن کر دعا دو پاسہہ کے دکھ آرام دو — تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار — چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

(درثمین ص ۸۵)

ایک طرف یہ کہ ہم گالیاں نہیں دیتے لیکن دوسری طرف لوگوں کو اور وہ بھی ایک دو کو نہیں بلکہ ہر اس شخص کو جو مرزا صاحب کے دعویٰ کو قبول نہیں کرتا ''رنڈیوں کی اولاد'' کہنا کس قدر خباثت ہے۔ ایسا شخص امام اور نبی ہونا تو بڑی بات ہے ایک معمولی شریف انسان بھی نہیں ہو سکتا۔

ابھی تو صرف مرزا صاحب کی ایک گالی یعنی "ذریۃ البغایا" پیش کی گئی ہے۔
اب دوسری گالی بھی سنیے لکھتے ہیں:

ان العدا ماروا خنازیر الغلا

ونساء ھم من دونھن الاکلب

ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ص ۵۳)

دشمنوں کو خنزیر کہنا اور ان کی عورتوں کو کتیاں کہنا شاید قادیانی نبی اور اس کی امت کے نزدیک گالی نہیں ہے؟ پھر ذرا نبوت کی عقل کو دیکھیے۔ مرد اگر خنزیر ہیں تو ان کی عورتیں کتیاں کیسے ہوگئیں بلکہ خنزیر نیاں ہوئیں۔ ان کو کتیاں کہنا خود گالی کی توہین ہے۔
اب ایک اور گالی ملاحظہ فرمائیں کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی نہایت پاکیزہ گالی۔

فرماتے ہیں:

''جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف و گزاف مارتے ہیں، مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں''۔ (حیات احمد، جلد اول نمبر ۳ص ۲۵)

عام علماء کو گالی:

۱۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں عام علماء کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اور ان کے بارے میں بازاری زبان استعمال کی ہے چنانچہ ۵/اکتوبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار میں لکھا:

''اے بے ایمانو، نیم عیسائیو، دجال کے ہمراہیو، اسلام کے دشمنو! ۔۔۔کیا تمھاری ایسی تیسی ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ص ۶۹۔۷۰حاشیہ)

پنجابی کا محاورہ ہے کہ ''ڈگا کھوتے توں تے غصہ کمیار تے'' یعنی گدھے سے گرا اور کمہار پر غصہ، مرزا صاحب نے عبد اللہ آتھم کے بارے میں پیشین گوئی کی کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا، اور وہ نہ مرا اب اس کا سارا غصہ علماء پر نکالا جا رہا ہے کیونکہ انھوں

نے کہا تھا کہ تمھاری وہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔

۲۔ ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہود یانہ خصلت کو چھوڑ و گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا''۔

(انجام آتھم ص ۲۱ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۱ حاشیہ)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو گالیاں:

بعض اکابرین امت کے بارے میں نام لے لے کر مرزا صاحب نے انہیں گالیاں دی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مرزا نے ان کے بارے میں اپنی کتاب ''اعجاز احمدی'' میں بہت کچھ لکھا جن میں سے دو شعر حسب ذیل ہیں۔ شعر عربی میں ہیں لیکن ان کا ترجمہ عربی میں مرزا صاحب ہی نے کیا ہے:

اتـانـي كـتـاب مـن كـذوب يـزور
كـتـاب خبيـث كـالـعـقـارب يـابـر
مجھے ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے
وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن

فـقـلـت لك الـويـلات يـا ارض جـولـر
لـعـنـت بـمـلـعُـون فـانـت تـدمـر

پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت، تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی، پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔ (روحانی خزائن، جلد ۱۹: ص ۱۸۸)

میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں:

حضرت مولانا میاں نذیر حسین دہلوی، عبدالحق دہلوی، مولانا عبداللہ ٹونکی،

مولانا احمد علی سہارنپوری، محمد حسن الامروہی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ کو بے نقط سنائیں۔ زبان ملاحظہ ہو:

"ثم اعلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال ان الثمانیة الذین هم من ثمار عودك و وقود وقودك الذین ادخلوا فی التسعة المخاطبین، فمنهم شیخك الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی، عبدالحق رئیس المتصلفین، ثم عبدالله التونکی، ثم احمد علی السهارنفوری من المقلّدین، ثم سلطان المتکبرین، الذی اجاع دینه بالکبر والتوهین، ثم الحسن الامروهی الذی اقبل علیٰ اقبال من لبس الصفاقة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعضی کالذیاب و مخبلة بتولیٰ کالکلاب و نطق بکلم لا ینطق بمثلها الا الشیطان لعین، وآخرهم الشیطان الاعمیٰ والغول الاغویٰ یقال له رشید الجنجوهی وهو شقی کالامروهی و من الملعونین"۔

(انجام آتھم ص ۲۵۱-۲۵۲، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۲۵۱)

مولانا عبدالحق غزنوی کے بارے میں جو زبان استعمال کی اور جو گل افشانی کی وہ بھی ملاحظہ ہو۔

"اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا، یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے"۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۷، روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۳۱۱)

یہ کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۳۴۲ تک بلکہ اس سے بھی آگے تک چلتی ہے جن میں کہیں نجاست کھلائی گئی اور کہیں ان کا منہ کالا کیا گیا اور کہیں ان پر لعنت بھیجی گئی۔

مولانا سعد اللہ خان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں:

مولانا سعد اللہ خان لدھیانوی مرحوم کو تو اتنی گالیاں دی گئیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ گالیوں کا اسٹائل ملاحظہ ہو:

۱۔ ومن اللئام اریٰ رجیلاً فاسقاً　　غولا لعیناً نطفة السفهاء

لئیم لوگوں میں سے ایک حقیر اور بدکار شخص کو دیکھتا ہوں کہ وہ شیطان، ملعون اور بے وقوفوں کے نطفہ میں سے ہے۔

۲۔شکس خبیث مفسد و مزوّر　　نحس یسمی السعد فی الجهلاء

وہ بدگو ہے، خبیث، مفسد اور جھوٹ کو سجانے والا ہے اور منحوس ہے اور جاہلوں نے اس کا نام سعد اللہ رکھا ہوا ہے۔

۳۔یوذیٰ فما نشکو وما نتاسف　　کلب فیغلیٰ قلبه لعواء

وہ مجھے اذیت دیتا ہے لیکن ہم شکایت نہیں کرتے اور نہ ہمیں افسوس ہے کیونکہ وہ ایک کتا ہے لہٰذا اس کا دل بھونکنے کے لیے جوش مارتا ہے۔

۴۔اذیتنی خبثاً ولست بصادق　　ان لم تمت بالخزی یابن بغاء

تو نے مجھے اپنی خباثت کی وجہ سے اذیت دی۔ اور میں سچا نہیں ہوں اگر تو ذلت سے نہ مرے، اے نسل بدکاراں (اصل ترجمہ یہ ہے اے رنڈی کے لڑکے) روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۴۴۴ پر ''یابن بغاء'' کا ترجمہ نہیں لکھا۔ شاید شرم آ گئی ہو گی۔

(انجام آتھم ص ۲۸۱۔۲۸۲، روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۸۱۔۲۸۲)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھا کہ:

''اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶، روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۳۴۰)

اپنی کتاب حقیقة الوحی میں مرزا نے لکھا کہ:

''اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان شانئك هوالابتر۔ گویا اسی دم سے

خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔ اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی۔ اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا"۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۱، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵۶۴)

اسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف کتابوں میں گالیاں دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ مرزا صاحب کی اس گل افشانی سے غیر مسلم آریہ اور عیسائی بھی بہرہ ور ہوئے۔ گویا مرزا صاحب گالیوں کے بحر زخار تھے۔ جب اس کی موجوں کو جوش آتا ہے تو پھر ارد گرد کا ہر شخص ان کی داد و دہش سے حظِ وافر پاتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب "آریہ دھرم" میں مرزا صاحب نے آریوں کے مسئلہ نیوگ کے بارے میں جن گندے الفاظ میں تنقید کی ہے، اس سے ان کے اندرونی جذبات کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر کیا تھا؟ نظم سنیے اور سر دھنیے۔ نظم تو بہت لمبی ہم صرف چند شعر بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کر رہے ہیں۔ "قیاس کن زگلستان من بہار مرا"۔

دوسرا بیاہ کیوں حرام نہ ہو — جب کہ رسم نیوگ جاری ہے
چپکے چپکے حرام کروانا — آریوں کا اصول بھاری ہے
واہ واہ کیا دھرم ہے کیا ایماں — جس میں واجب حرام کاری ہے
غیر مردوں سے مانگنا نطفہ — سخت خبث اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے — وہ نہ بیوی زن بازاری ہے
ہیں کروڑوں نیوگ کے بچے — آریہ دیس میں یہ خواری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے — ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط — یار کی اس کو آہ وزاری ہے
دس سے کروا چکی ہے زنا — پاک دامن ابھی بچاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں — ان کی لالی نے عقل ماری ہے
گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو — ایسی جورو کی پاسداری ہے

اس کے یاروں کو دیکھنے کے لیے — سر بازار ان کی باری ہے
جو روحی پر فدا ہیں یہ جی سے — وہ نیوگی پہ اپنے واری ہے
شرم و غیرت ذرا نہیں باقی — کس قدران میں بردباری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں — خوب جورو کی حق گزاری ہے
تاکہ کروائیں پھر اسے گندی — پاک ہونے کی انتظاری ہے
خاک میں ملتے ہیں پسر کے لیے — کیا مزاجوں میں خاکساری ہے
گھر بہ گھر ہیں نیوگ کے چرچے — نہ حیاء ہے نہ شرمساری ہے
کیا کریں وید کا یہی ہے حکم — ترک کرنا گناہ گاری ہے
گو زمانہ میں روشنی پھیلی — ان پہ اندھیرا اب بھی طاری ہے

(روحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۷۵ تا ۷۷، آریہ دھرم حاشیہ نمبر ۵)

اپنی ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے آریوں کے پرمیشر یعنی خدا کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

''آریوں کا پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے۔ (سمجھنے والے سمجھ لیں)

(چشمۂ معرفت ۱۰۶، روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۱۲۱)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر لکھا کہ:

''وہ (پرمیشر) ناف سے دس انگلی کے فاصلہ پر بھی ہے جس سے ہندوؤں میں لنگ پوجا شروع ہوگئی۔ (چشمۂ معرفت ۱۱۳، روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۱۲۱)

ہزار بار لعنت:

مرزا صاحب لعن طعن بھی بہت کیا کرتے تھے حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن لعن طعن نہیں کیا کرتا۔ خود مرزا غلام احمد نے بھی لکھا ہے کہ:

''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں۔ مومن لعان نہیں ہوتا''۔

(ازالۂ اوہام ص: ۶۶۹)

لیکن ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور لکھا تو یہ کہ مومن لعنت نہیں کرتا لیکن خود بہت لعنت کی۔ سچ لکھا کہ مومن لعان نہیں ہوتا'' لیکن جو مومن نہ ہو وہ تو ہزار ہزار لعنت بھیجتا ہے اور یہ بھی مرزا صاحب کے مومن نہ ہونے کی اپنی فراہم کردہ دلیل ہے۔

مرزا صاحب نے ہزار لعنت کرنا تھی پہلے تو لکھا:

فعلیھم من اللہ لعنۃ الفٍ فلیقل القوم کلھم آمین!

پس ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہزار لعنت ہے پس چاہیے کہ تمام قوم کہے کہ آمین۔ پھر لفظ ''لعنت'' صفحہ ۱۵۸ سے لے کر صفحہ ۱۶۲ تک ایک ہزار مرتبہ لکھا۔ کیا حماقت ہے؟

(ملاحظہ ہو نور الحق ص ۱۵۸۔۱۶۲، روحانی خزائن جلد ۸ ص ۱۵۸۔۱۶۲)

دس دس بار لعنت تو آپ نے کئی لوگوں پر کی جن پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ یہ ہم نے مرزا صاحب کی کتابوں سے صرف چند ایک گالیاں نقل کی ہیں اور جہاں تک توہین کا تعلق ہے وہ تو انھوں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے لے کر ایک عام انسان تک کی کی ہے۔ اور توہین بھی دراصل ایک گالی ہی ہوتی ہے کیونکہ گالی سے مقصود بھی کسی کی توہین ہی ہوتی ہے۔ اور گالی کی تعریف یہ ہے کہ جو برائی کسی میں نہ پائی جائے وہ اس کی طرف سے منسوب کرنا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص بڑا اچھا ہے، رحم دل اور نیک ہے اس کو ظالم اور برا کہہ دینا اس کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ ایک آدمی حلال زادہ ہے اس کو حرام زادہ کہہ دینا اس کو گالی دینا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ کی اولاد نہیں ہے اور وہ ان تمام بکھیڑوں سے پاک ہے لہٰذا اس کو صاحب اولاد کہنا حق تعالیٰ کی شان میں گالی ہے۔ اس لحاظ سے مرزا صاحب نے حق تعالیٰ شانہ سے لے کر سب کو گالیاں دی ہیں لیکن الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کہ دوسروں کو کہا جاتا ہے کہ:

''گالیاں دینے سے اور ٹھٹھا کرنے میں ان لوگوں کی زبان چالاک ہے''۔

(اعجاز احمدی ص ۳۸، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۴۸)

حالانکہ خود مرزا صاحب گالیوں اور لعنتوں میں اس قدر ماہر ہیں کہ پوری دنیا میں ان کا کوئی ثانی اور مثیل نہیں ہے۔ اسی کتاب کے اگلے صفحے یعنی صفحہ ۱۴۹ پر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۰ بار لعنت کا لفظ لکھ کر آخر میں لکھا "و تلك عشرة كاملة"۔

انداز جنوں کون سا ہم میں نہیں مجنوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

گالیاں سب کو آتی ہیں لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ان بزرگان کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے مرزا صاحب کو اپنی کتابوں میں اس قسم کی کوئی گالی نہیں دی جس قسم کی گالیاں مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں ان بزرگوں کو دی ہیں۔

وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرنے کے باوجود اتنے شستہ زبان اور یہ نبوت کا دعویٰ کر کے بھی اتنا گندہ دہن اور گندہ ذہن کہ ان گالیوں کو سن کر خود حیاء بھی منہ چھپاتی ہے۔ مرزا صاحب تو تھے ہی ان کا خلیفۂ ثانی بھی لوگوں کے آلۂ تناسل کاٹتا پھرتا ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت ایں چہ بوالعجبی است

دوسروں کو نصیحت:

مرزا صاحب کی خود اپنی زبان تو اتنی گندی تھی کہ:

زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

لیکن ایک امام کے لیے جن صفات کا وہ ذکر کرتے ہیں، خود ان میں وہ صفت نام کو نہ تھی۔ اپنی کتاب "ضرورت الامام" میں لکھتے ہیں:

"چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا کہ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو، اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ بات سے منہ میں جھاگ آتا ہے، آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں، وہ کسی طرح امام

زمان نہیں ہو سکتا''۔ (ضرورت الامام: ص ۸)

ایک اور کتاب میں لکھا کہ بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا جیسا کہ خود اپنا انجام اچھا نہ ہوا۔

چنانچہ لکھا:

''تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا کی غیرت اس کے ان پیاروں کے لیے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے۔ پس اپنی زبان کی چھری سے کوئی بدتر چھری نہیں''۔ (خاتمہ چشمۂ معرفت: ص ۱۵)

اسی بدزبانی کی وجہ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور، مسٹر ایم۔ ڈگلس نے ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء کو ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے دائر کیے گئے مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے فیصلہ میں مرزا غلام احمد کے خلاف یہ لکھا کہ وہ آئندہ اشتعال انگیز الفاظ اپنے رسالوں اور کتابوں میں نہ لکھا کریں۔ اور مرزا صاحب نے تحریری طور پر عدالت میں لکھ کر دیا کہ میں آئندہ کوئی ایسا الہام وغیرہ شائع نہیں کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کیے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا نیز یہ بھی لکھ کر اقرار کیا کہ میں کسی چیز کو الہام بتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

ایسا ہی ایک اقرار نامہ مرزا صاحب نے ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء کو مسٹر ڈوئی کی عدالت میں بھی دیا تھا اور خواجہ کمال الدین نے اس پر بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ یہ اقرار نامہ نہ صرف مرزا صاحب نے اپنی طرف سے دیا بلکہ اپنے مریدین کی طرف سے دیا۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی کو یہ یقین دلایا کہ میرے مریدین بھی اس اقرار نامہ کی شرائط پر عمل کریں گے۔

چنانچہ مرزا صاحب نے صاف لفظوں میں لکھا:

''میں نے مسٹر ڈوئی (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) کے سامنے یہ لکھ دیا تھا کہ آئندہ کسی کی نسبت موت کا الہام شائع نہیں کروں گا جب تک کہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے

اجازت نہ لے لیوے"۔

(حلفیہ بیان مرزا غلام احمد قادیانی عدالت گورداسپور میں مندرجہ اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۲۶ منقول از منظور الٰہی ص ۲۴۸ مصنفہ منظور الٰہی قادیانی)

مرزا صاحب مسٹر ڈوئی کی عدالت میں وہ اقرار نامہ داخل کروا کر کچھ اس قدر ڈر گئے کہ لکھا:

"سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور) کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو (مولوی حسین بٹالوی کو) کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا"۔ (تریاق القلوب: ص ۱۳۰)

اس اقرار نامہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ہمارے بجائے لاہوری پارٹی کے آرگن اخبار پیغام صلح نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"اس مضمون میں جو حضرت مسیح موعود کے اس اقرار نامہ پر ریمارک ہوا ہے، جو آپ نے گورنمنٹ سے انذاری پیشین گوئیاں نہ کرنے کے متعلق کیا تھا تو ۔۔۔ غرض صرف اتنی تھی کہ میاں (محمود احمد) صاحب جو آپ (مرزا غلام احمد) کو نبی بتاتے ہیں، تو منجملہ اور ادلہ قاطعہ کے آپ کا یہ اقرار نامہ لکھ کر دینا بھی اس کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ نبی مکلّف ہوتا ہے کہ جو کچھ اس پر نازل ہوا ہوا سے سب کو سنائے بحکم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك کے۔ ۱۸۹۹ء میں آپ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل عدالت میں جانا پڑا اور وہاں آپ یہ بھی لکھ کر دے آئے کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو کاذب اور کافر اور دجال نہیں کہوں گا۔ اسی سال اسی مقدمہ میں آپ نے ایک اور اقرار بھی لکھ کر دیا جس کے لفظ یہ ہیں:

"میں کسی چیز کو الہام بنا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد!

(اخبار پیغام صلح جلد ۵ نمبر ۱۵ مورخہ ۹ رجنوری ۱۹۱۸ء)

اس سے کچھ ماہ قبل اسی اخبار نے قادیانی جماعت کی راستبازی کو ان الفاظ میں

چیلنج کیا:

"تم (قادیانی صاحبان) اپنے دعویٰ میں راستباز نہیں کہلا سکتے بلکہ ایک طرف نبی نام تراش رکھا ہے، دوسری طرف نتیجہ میں صرف ایک نبی کا لفظ بول کر سراسر نبی کریم کی ہتک کر رہے ہو۔ پھر کیا وہ پہلے انبیاء بھی ایسے ہی محکوم ہوتے تھے کہ گورنمنٹ کے خوف سے آئندہ کے لیے انذاری پیشین گوئیاں موت وغیرہ کے متعلق کرنے سے رک جایا کرتے تھے کہ آئندہ ہم موت کی پیشین گوئی کسی کی نہ کیا کریں گے۔ خدا کی گورنمنٹ زبردست ہے یا انسانوں کی۔ پہلے مسیح نے تو سولی قبول کی مگر کلمۂ حق پہنچانے سے انکار نہیں کیا۔ مگر اپنے من گھڑت نبی کے حالات سے تم خود ہی واقف ہو۔ ہمیں تشریح کرنے حاجت نہیں۔

(لاہور جماعت کا آرگن پیغام صلح، لاہور ۱۰/ اکتوبر ۱۹۱۷ء)



باب نمبر(8)

الہاماتِ مرزا

مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں لکھا ہے:

ومن تقول بکلمة لیس له اصل صحیح فی الشرع فلهما کان
أو مجتهدا فبه الشیاطین متلاعبة۔

جو شخص ایسی بات منہ سے نکالے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ
ہو، خواہ وہ ملہم ہو یا مجتہد، تو اس کے ساتھ شیطان کھیل رہا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، روحانی خزائن جلد ۵ ص ۲۱)

ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''الہام رحمانی بھی ہوتا ہے شیطانی بھی، اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے انکشاف کے لیے بطور استخارہ و استخبار وغیرہ کے توجہ کرتا ہے، خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جائے تو اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے، مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۱۲۹)

ایک اور کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اس زمانے میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں، اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ کہ خدا کا، اور حدیث النفس ہو نہ کہ حدیث

الرب ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے، وہ طرح طرح کی راہوں سے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، اور ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔ اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تاکہ ایمان چھین لے"۔

"افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجے میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنے خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے ناراست اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ چند خوابوں یا الہام جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں، ان کی بنا پر وہ اپنے تئیں اماموں اور پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں"۔ (حقیقت الوحی ص ۱ تا ۲، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳-۴)

اسی کتاب میں چند صفحات آگے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

"پس یہ کمال شقاوت اور نادانی اور بدبختی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ انسانی کمال بس اسی پر ختم ہے کہ کسی کو کوئی سچی خواب آ جائے یا سچا الہام ہو جائے بلکہ انسانی کمال کے لیے اور بہت سے لوازم اور شرائط ہیں اور جب تک وہ متحقق نہ ہو تب تک یہ خوابیں اور الہام بھی مکر اللہ میں داخل ہیں خدا ان کے شر سے ہر ایک سالک کو محفوظ رکھے"۔

(حقیقت الوحی ص ۸، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۱)

ان اقتباسات کی روشنی میں مرزا صاحب کے الہامات کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاف طور پر شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ الہامات ایسے ہیں کہ جن کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔ یا تو یہ الہامات خشک مجاہدات کا نتیجہ ہیں یا پھر القائے شیطان۔ اس سے زیادہ ان کو کوئی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ ایک الہام یوں ہے:

۱۔ "دیکھا کہ میرے مقابل پر کسی شخص نے یا چند آدمیوں نے پتنگ چڑھائی ہے اور وہ پتنگ ٹوٹ گئی اور میں نے اس کو زمین کی طرف گرتے دیکھا۔ پھر کسی نے کہا:

غلام احمد کی ہے۔ (مکاشفات مرزا ص ٦٧)

۲۔ ''اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انّاانزلناہ قریباً من القادیان ــــ اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بہ آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے انھوں نے ان فقرات کو پڑھا: ''انا انزلناہ قریباًمن القادیان'' تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔۔تب میں نے دل میں کہا کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ یہ کشف تھا کہ کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا۔ (ازالۂ اوہام ص ۷۷، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۴۰)

۳۔ مرزا صاحب کا ایک اور الہام ہے کہ:

لولاك لما خلقت الافلاك

(اے مرزا!) اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ (البشریٰ جلد ۲ ص ۱۱۲)

۴۔ اسی کتاب میں یہ الہام بھی درج ہے کہ:

كل لك ولأمرك

سب کچھ تیرے لیے اور تیرے حکم کے لیے ہے۔ (البشریٰ: جلد ۲ ص ۱۲۷)

۵۔ ایک اور الہام ہوا جس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے جو پہلے کبھی سنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا: محمد مفلح۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ۹۹)

گویا مرزا صاحب کا الہامی نام ''محمد مفلح'' ہے۔

٦۔ آپ کا ایک الہام یہ ہے۔

اخرج منه اليزيديون۔

یعنی اس میں (قادیان میں) یزیدی لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔
(ازالۂ اوہام ص۷۲ حاشیہ، روحانی خزائن جلد۳ ص ۱۳۸، البشریٰ جلد۲ ص ۱۹)

۷۔ مرزا صاحب کے الہامات میں سے ایک الہام یہ بھی ہے کہ:
وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔ (الانبیاء۲۱: ۱۰۷)
(اے مرزا) ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
(انجام آتھم ص۷۸، روحانی خزائن جلد۱۱ ص ۷۸)

۸۔ "يصلون عليك" (براہین احمدیہ ص۲۴۲ اربعین ۲ ص۴)
تیرے پر درود بھیجیں گے۔

جو صفات قرآن حکیم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی بیان فرمائی ہیں وہ ساری کی ساری بذریعہ الہامات مرزا غلام احمد نے اپنے اوپر چسپاں کر لی ہیں۔ چنانچہ آپ کے دو نام قرآن حکیم میں "داعی الی الله" اور "سراج منیر" آئے ہیں۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے "پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیے گئے ہیں"۔
(اربعین نمبر۲ ص۵ روحانی خزائن جلد۱۷ ص ۳۵۱)

سرکار دو عالم ﷺ کے ان دو ناموں کے چرانے کے ساتھ ساتھ اور اپنے کتنے نام رکھے وہ بھی سن لیں:

۱۔ "اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود (مرزا) ہے۔
(چشمۂ معرفت ص۷۷، روحانی خزائن جلد۲۳ ص ۸۵)

۲۔ "میں ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں" یعنی مرزا صاحب کا ایک نام کرشن قادیانی بھی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳، روحانی خزائن جلد۲۰ ص ۲۲۸)

۳۔ "اے کرشن رودر گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے"۔
(لیکچر سیالکوٹ ص۳۴، روحانی خزائن جلد۲۰ ص ۲۲۹)

۴۔ "ابن الملک جے سنگھ بہادر"۔ (البشریٰ جلد۲ ص ۱۱۸)

۵۔ ایک اور الہام میں مرزا صاحب نے اتنی اونچی چھلانگ لگائی اور کہا:
"وان قدمي على منارة ختم عليها كل رفعة"۔

اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ (خطبۂ الہامیہ ص ۷۰، روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۷۰)

۶۔ اب ایک اور چھلانگ لگا کر کہا:

واتانی مالم یؤت احد من العالمین۔

اور خدا نے مجھے وہ چیز دی جو سارے جہانوں میں سے کسی کو نہیں دی۔

(حقیقت الوحی ص ۱۰۷، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۱۰)

۷۔ اب خدائی صفات کا دعویٰ بھی کر دیا اور کہا:

واعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال۔

اور مجھ کو فنا کرنے (یعنی مارنے) اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی اور یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔ (خطبۂ الہامیہ، ص ۵۶، روحانی خزائن، جلد ۱۶ ص ۵۶)

یعنی مرزا صاحب محی بھی ہیں اور ممیت بھی یعنی زندہ کرنے والے بھی اور مارنے والے بھی لیکن معلوم نہیں کیوں بشیر اول اور مبارک احمد اپنے بیٹوں کو زندہ نہ رکھ سکے اور ان کے مرنے کی وجہ سے ساری دنیا میں ان کی رسوائی ہوئی۔ اور کم از کم اس صفت کا ظہور اپنے حریف ہی پر کر دکھاتے جو اُن کی منکوحہ آسمانی محمدی بیگم کو بیاہ کر لے گیا اور مرزا کی زندگی میں اس کی منکوحہ کے ساتھ داد عیش دیتا رہا اور مرزا حسرت کی تصویر بنے اس کی موت کا انتظار کرتے کرتے خود لقمۂ اجل بن گیا اور وہ چالیس سال بعد تک زندہ رہا۔

(ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں)

۸۔ ایک اور الہام میں آپ کو یہ نام دیا گیا:

"انت اسمی الاعلیٰ"

(اے مرزا!) تو میرا سب سے اعلیٰ نام ہے۔ (البشریٰ، جلد ۲ ص ۱۱۶)

۹۔ ایک اور الہام میں آپ کو کہا گیا:

"انت مدینة العلم"۔

(اے مرزا!) تو علم کا شہر ہے۔ (البشریٰ جلد ۲ ص ۶۱)

۱۰۔ "آریوں کا بادشاہ"۔

یہ نام بھی آپ کو دیا گیا۔ (البشریٰ جلد ا ص ۵۶)
یہ تو صرف چند ایک نام ہیں ورنہ مرزا صاحب کی کتابوں میں ان کے ایسے عجیب و غریب نام رکھے گئے ہیں جن کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔

۹۔ اب خدائی مشاغل کے بارے میں مرزا صاحب کو جو الہام ہوئے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔ مرزا صاحب کو ایک الہام یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مرزا صاحب سے کہا:

"اصلی و اصوم اسھر و انام" (البشریٰ جلد ۲ ص ۷۹)

میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔
قرآن حکیم میں تو حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند لیکن مرزا صاحب کا خدا جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔ معلوم نہیں یہ کیسا خدا ہے۔

۱۰۔ مرزا صاحب کا ایک اور الہام ہے:

"انی مع الاسباب اتیك بغتة، انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب انی مع الرسول محیط"۔ (البشریٰ جلد ۲، ص ۷۹)

۱۱۔ مرزا صاحب کا ایک اور الہام ہے۔

"انت منی بمنزلة ولدی"۔

(اے مرزا!) تو میرے نزدیک بہ منزلہ میرے بیٹے کے ہے۔
(حقیقت الوحی ص ۸۶، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۸۹)

۱۲۔ ایک اور الہام اس بارے میں مرزا صاحب کا ان الفاظ میں ہے کہ:

"انت منی بمنزلة اولادی"۔ (البشریٰ جلد ۲ ص ۶۷)

تو مجھ سے بہ منزلہ میری اولاد کے ہے۔
قرآن حکیم میں تو بتایا گیا ہے کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے سورۂ مریم) لہٰذا دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انسان اللہ کا بیٹا یا بیٹے کی طرح نہیں ہو سکتا لیکن مرزا صاحب کے الہام بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے کی طرح تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان

کو ابن اللہ بننے کا بہت شوق تھا۔ سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو عیسائیوں نے خدا کا بیٹا (ابن اللہ) بنا لیا تھا لیکن مرزا صاحب خود ابن اللہ کے مدعی ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب میں بھی لکھ دیا کہ:

''مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں''۔ (توضیح مرام ص ۶۷، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۶۴)

یہ استعارہ کے رنگ میں ابن اللہ بننا بھی خوب ہے۔ مرزا صاحب ابن اللہ تو کیا بنے خود خدائی کا دعویٰ بھی کر دیا۔ لکھتے ہیں:

ورائیتی فی المنام عین اللّٰه و تیقنت اننی هو۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں یعنی خدا ہی ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۵۶۴)

۱۳۔ ایک اور الہام میں کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کہا:

''انت منی وانا منك ظهورك ظهوری''۔

تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ۱۲۶، تذکرہ ص ۲۵۰)

۱۴۔ اسی طرح ایک اور الہام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا سے کہا:

انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی۔

تو میرے نزدیک بہ منزلہ میری توحید اور تفرید کے ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۶)

۱۵۔ ایک اور الہام میں ہے کہ:

یحمدك اللّٰه من عرشه ویمشی الیك۔

خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔

(انجام آتھم: ص ۵۵)

معلوم نہیں خدا مرزا صاحب تک پہنچا بھی تھا کہ نہیں؟ یا تھک کر کہیں بیٹھ گیا ہے۔ اس طرح کے بے شمار اوٹ پٹانگ قسم کے الہامات مرزا صاحب کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں۔

۱۶۔ اب ان سب سے عجیب الہام ملاحظہ فرمائیں جس میں خدا ہونے کا یقین ہوگیا چنانچہ لکھا ہے:

رائیتنی فی المنام عین اللہ ویتقنت اننی ھو ولم یبق لی ارادۃ ولا خطرۃ .... و بینھما انا فی ھذہ الحالۃ کنت اقول انا نرید نظاماً جدیداً سماء جدیدۃ وارضاً جدیدۃ فخلقت السموات والارض اولاً بصورۃ اجمالیۃ لا تفریق فیھا ولا ترتیب ثم فرقتھا و رتبتھا .... وکنت اجد نفسی علیٰ خلقھا کالقادرین، ثم خلقت السماء الدنیا وقلت انا زینا السماء الدنیا بمصابیح ثم قلت الان نخلق الانسان من سلالۃ من طین فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم وکنا کذالک خالقین"۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص۵۲۴۔۵۲۵)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں اور نہ میرا ارادہ باقی رہا اور نہ خطرہ۔ اسی حال میں میں نے کہا کہ ہم ایک نیا نظام، نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ (پرانی چیزوں سے دل بھر گیا ہوگا) پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائی جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے اس میں جدائی کر دی اور ترتیب دی۔۔ اور میں اپنے کو اس وقت ایسا پاتا تھا کہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: "انا زینا السماء الدنیا بمصابیح" پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پس میں نے آدم کو بنایا اور ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور اسی طرح سے میں خالق ہوگیا۔

۱۷۔ اسی طرح مرزا صاحب کا ایک الہام ہے:

انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون۔

تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ (البشریٰ جلد۲ ص۹۴، تذکرہ ص۵۲۵)

مرزا صاحب کے اس الہام کو ان کے اس دعویٰ کی روشنی میں سمجھا جائے گا:

اعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال (خطبۂ الہامیہ)

مجھے کسی شئے کو فنا کردینے اور اسے زندگی دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتیں بیان کی گئی ہیں ۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا "ربی الذی یحیی ویمیت" (البقرۃ ۲: ۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔

ہر کلمہ گو جانتا ہے کہ احیاء اور افنا یعنی زندہ کرنے اور مارنے کی صفات اللہ وحدہ لاشریک کی ہیں۔ اب جو شخص ان صفات کے پانے کا مدعی ہوگا وہ گویا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رہا ہے۔

اوپر کے الہام نمبر ۱۶ میں مرزا صاحب نے خود خدا ہونے کا خواب دیکھا۔

(آئینہ کمالات اسلام: ص ۵۶۴)

ایسا خواب دیکھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں (تیقنت اننی ھو) یہ قابل اعتراض ہے۔ پھر اپنے اس مقام کو "ان اللہ اذا اراد شیئا" سے جوڑا ہے۔ لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نہ صرف نبوت کا ہے بلکہ الوہیت کا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لیے کن فیکون کے اختیارات کے قائل ہیں اور صفت افناء واحیاء کے ملنے کے بھی قائل ہیں جو سراسر شرک ہے۔ اب تو بات نبوت سے آگے الوہیت پر چلی گئی ہے۔ لیکن مرزا صاحب اگر الوہیت سے بھی اونچا دعویٰ کردیں تو مرزائی وہ بھی مان لیں گے۔ جیسا کہ حکیم نورالدین نے لکھا ہے کہ اگر مرزا صاحب، صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں تو مجھے اس سے بھی انکار نہیں ہوگا (سیرت المہدی ص ۹۸ حصہ اول) آخر دنیا میں لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کو بھی مانا ہے۔ آخر جس مرزائی نے یہ کہا تھا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھ قادیاں میں

اب جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر شان والا کہتا ہے اور حضور ﷺ سے زیادہ مکمل اس کو جانتا ہے اس کو اپنے کو مسلمان کہنے کا کیا حق ہے؟

۱۸۔ دعویٰ الوہیت کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب نے حقیقی خدا کا جو تصور اپنے الہامات اور کشفوں میں بیان کیا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

''میرے ایک مخلص عبداللہ نامی پٹواری غوث گڑھ علاقہ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا وقدر کے اہل دنیا کے نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے لکھے ہیں۔ اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کر دیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ سب باتیں جن کے ہونے کے لیے میں نے ارادہ کیا ہے، ہو جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی، اس کو جھاڑا اور معاً جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے، اس لیے مجھے جب کہ ان قطروں سے جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے گرے، اطلاع ہوئی تو ساتھ ہی میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا۔ اور میں رقت دل کے ساتھ اس قصے کو میاں عبداللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی وہ تر بتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لیے۔ اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اس سرخی کے گرنے کا کوئی احتمال ہوتا۔ اور وہ وہی سرخی تھی جو خدا تعالیٰ نے اپنے قلم سے جھاڑی تھی۔ اب تک بعض کپڑے میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی''۔

(تریاق القلوب ص ۳۴، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۱۹۷، حقیقت الوحی ص ۲۵۵، باختلاف الفاظ)

اسی الہام کے بارے میں قاضی ظہور الدین اکمل نے اپنی نظم میں کہا ہے:

دستخط قادر مطلق تری مسلوں پہ کرے
اللہ اللہ! یہ تیری شان رسول قدنی

(اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۱۹۔ ''خلقت لک لیلا و نهارا''میں نے تیرے لیے رات اور دن پیدا کیا۔
(اربعین نمبر۲،ص۸، روحانی خزائن)

رات اور دن بھی مرزا صاحب کے لیے بنائے گئے ہیں کیسا الہام ہے یہ؟

۲۰۔ ''سیرۃ المھدی'' میں مرزا بشیر احمد نے ایک راز فاش کر دیا یعنی مرزا صاحب کو انگریزوں کی حکومت کے بارے میں یہ الہام ہوا تھا:

سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال

یعنی سلطنت برطانیہ سات سال تک ہے اس کے بعد اس میں توڑ پھوڑ پیدا ہو جائے گی۔

یہ الہام مرزا صاحب نے اپنے خاص مریدوں کو غلطی سے سنا دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کے ایک اخص الخواص مرید نے جا کر یہ الہام سنا دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس الہام کو شائع کر دیا۔ پھر کیا تھا؟ مرزا صاحب کو سخت قلق ہوا کہ کہیں ماہانہ بند نہ ہو جائے اور گورنمنٹ کی طرف سے گوشمالی نہ ہو۔ چنانچہ فوری طور پر رسالہ کشف الغطاء لکھا اور اس میں نہایت عاجزانہ عرض کے ساتھ گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا کہ میں نے ایسا کوئی الہام شائع نہیں کیا۔ اس کے ٹائیٹل پر جو عبارت لکھی ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ ایک نبی تو کیا ایک عام آدمی بھی ایسی عاجزانہ درخواست کافروں سے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اے قادر خدا! اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزاء دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی''۔ (آمین)

مرزا صاحب نے پھر اپنے اس الہام کے بارے میں صفائی پیش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اور یہ مؤلف (مرزا غلام احمد قادیانی) تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گزارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے''۔ (روحانی خزائن جلد۱۴: ص ۱۷۷)

اندازہ فرمائیں ایک نام نہاد نبی جو معاذ اللہ اپنے کو نبی اکرم ﷺ کا بروز اور ظل کہتا ہے کس طرح اپنی صفائی پیش کرنے میں کافر حکومت کے کافر ملازمین کو ملکہ وکٹوریہ کا واسطہ ڈالتا ہے۔ کس قدر ذلت کا مقام ہے؟

آ گے اس کتاب میں اپنے پورے خاندان کی قومی غداری کے قصے بیان کیے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں موقع پر خصوصی طور پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پوری قوم سے غداری کر کے پچاس گھوڑوں مع ۵۰ سواروں کے انگریزی عکومت کی مدد کی ۔ پھر فلاں فلاں انگریز افسروں نے ہمیں قومی غداری اور انگریزوں کی وفاداری کے سرٹیفکیٹ دیے۔ اور میں نے ۱۹ برس ایسی کتابیں شائع کرنے میں اپنا وقت صرف کیا جس میں مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنے کی تلقین کی۔ بعض لوگوں کے دلوں میں ان کتابوں کا اثر ہوا اور انھوں نے ان وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ۔ میرا باپ گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے نقش قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنے قلم کے ذریعے سے بجالاتا ہوں تو پھر میرے حالات کیوں کر مشتبہ ہوسکتے ہیں۔ میری تمام جوانی اسی راہ میں گزری اور اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہوں۔ (گویا کہ میں پرانا قومی غدار ہوں) ۔غرض یہ کہ یہ پورا رسالہ قومی غداری اور انگریزوں کی وفاداری میں لکھا ہوا ہے تا کہ میرے اس الہام کی وجہ سے انگریزی حکومت کہیں ناراض نہ ہو جائے۔

۲۱۔ مرزا صاحب کو ایک عجیب وغریب الہام ہوا:

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب (۳) شادی خان (۴) کلمۃ اللہ خان

(نوٹ از حضرت مسیح موعود) بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ یہاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم (یہ وہ محمدی بیگم نہیں ہے جس کو مرزا صاحب اپنے نکاح میں لاتے لاتے قبر کی آغوش میں چلے گئے لیکن وہ آپ کے نکاح میں نہ آنی تھی نہ آئی۔ یہ دوسری عورت محمدی بیگم ہے جو ان کے ایک مرید منظور محمد کی بیوی تھی اور معلوم نہیں کہ کیونکر مرزا صاحب نے اس کے حمل کے بارے میں یہ الہام داغ دیا) کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے یہ نام ہوں گے۔ (یہ نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے)

جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا خدا چونکہ مرزا صاحب سے مذاق کرتا ہے اور ہر الہام میں انہیں رسوا کرتا ہے، لہٰذا اس الہام میں بھی انہیں رسوا ہی کیا اور محمدی بیگم کے لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی اور وہ خود بھی مرگئی

لہٰذا آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی امید بھی ختم ہوگئی۔

''نوٹ از مؤلف البشریٰ: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیش گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدیٰ بیگم کے ذریعہ سے فرمایا تھا، مگر چونکہ وہ فوت ہوچکی ہے، اس لیے اب تخصیص نام نہ رہی۔ بہرصورت یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے''۔ (البشریٰ جلد دوم ص، مجموعہ الہامات مؤلفہ بابو منظور الٰہی قادیانی)

۲۲۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

''خدا تعالیٰ نے اس الہام میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشو ونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے، مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ درد زہ ہوا۔ دردزہ مجھے کھجور کے تنے کی طرف لے گیا اور آخر کئی مہینے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (خلاصہ کشتی نوح ص ۴۶-۴۷، روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۵۰)

۲۳۔ مرزا صاحب کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب، بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر اپنے رسالہ نمبر ۳۴ موسوم بہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر میں لکھتے ہیں:

''جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت (مردمی طاقت) کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے''۔

(اسلامی قربانی: ص ۱۳)

۲۴۔ مرزا صاحب کا ایک اور الہام سننے کے قابل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مؤنث بننے کا بہت شوق تھا۔ لکھتے ہیں:

''یریدون ان یروا طمثک''۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا۔ اور ایسا بچہ جو بہ منزلہ اطفال اللہ ہے''۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳، روحانی خزائن جلد ۲۲: ص ۵۸۱)

کہیں دردزہ ہے تو کہیں اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) طاقت رجولیت کا اظہار کر رہا ہے اور کہیں حیض دکھایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ عورتوں کے لوازمات مرزا صاحب میں کیوں ہیں؟

۲۵۔ ہفتہ مختتمہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں حالت کشفی میں جب کہ حضور (مرزا غلام احمد قادیانی) کی طبیعت ناساز تھی ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا "خاکسار پیپرمنٹ"۔

(مجموعہ مکاشفات مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۸ مؤلفہ منظور الٰہی قادیانی)

۲۶۔ ایک دفعہ کشفی طور پر ۴۴ یا ۴۳ روپے مجھے دکھلائے گئے پھر اردو میں الہام ہوا کہ ماجھے خان کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور (ان روپیوں کے) بھیجنے والے ہیں۔ (تریاق القلوب ص ۳۷، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۹۵، مکاشفات ص ۳)

۲۷۔ "ایک کتاب دکھائی گئی جس پر لکھا تھا "لائف"۔ (مکاشفات: ص ۴۸)

۲۸۔ "ایک کاغذ دکھائی دیا جس پر لکھا ہوا تھا "آتش فشاں"۔ (مکاشفات: ص ۴۳)

۲۹۔ "ہیضہ کی آمد ہونے والی ہے"۔ (البشریٰ جلد ۲: ص ۱۳۲)

۳۰۔ کشفی رنگ میں مغز بادام دکھائے گئے اور کشف کا اس قدر غلبہ تھا کہ اٹھ کر بادام لوں"۔ (مکاشفات ص ۶۰)

۳۱۔ "رویا میں دیکھا کہ ایک لفافہ ہے جس میں کچھ پیسے ہیں۔ کچھ پیسے اس میں سے نکل کر باہر سامنے بھی پڑے ہیں۔ اس کے بعد الہام ہوا تیرے لیے میرا نام چمکا"۔

(بدر جلد ۱، نمبر ۱۸، ۱۹۰۵ء)

اس قسم کے بے بنیاد، لایعنی اور لایقینی کئی الہام مرزا صاحب کی مختلف کتابوں میں درج ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں۔ کئی الہام تو مرزا صاحب کو انگریزی، عبرانی، پنجابی، اور عربی اور ایسی ایسی زبانوں میں آئے جن کو وہ خود بھی نہ سمجھ سکے۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے: "وماارسلنا من رسول الا بلسان قومه" (ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں) یعنی جس قوم میں کوئی رسول آیا اسی قوم کی زبان میں اس کو الہام اور وحی ہوتی ہے لیکن مرزا صاحب کو قرآن حکیم کے اس ارشاد کے بالکل خلاف ایسی ایسی زبان میں الہام ہوئے

جن کو وہ خود بھی نہیں سمجھتے تھے اور دوسری بات یہ کہ الہام کی زبان بھی گرامر کے لحاظ سے غلط ہوتی ہے۔ الہامات کی زبان کے بارے میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

''اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے''۔

(چشمۂ معرفت ص ۲۰۹، روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۲۱۸)

پھر خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض الہام مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی آشنائی نہیں اور نہ میں اسے سمجھ سکتا ہوں۔ چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں:

''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جس سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ''۔

(نزول المسیح ص ۵۷، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۴۳۵)

اب مرزا صاحب کو جو الہام انگریزی میں ہوئے، قادیانی حضرات خود ہی بتائیں کہ ان کا کیا فائدہ؟ جب کہ بقول مرزا صاحب انگریزی سے انہیں کچھ بھی واقفیت نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

''ایک دفعہ کی حالت یاد آئی کہ انگریزی میں یہ الہام ہوا 'آئی لو یو' یعنی میں تم سے محبت کرتا ہوں پھر الہام ہوا ''آئی ایم وِد یو'' یعنی میں تمھارے ساتھ ہوں۔ پھر الہام ہوا ''آئی شیل ہیلپ یو'' یعنی میں تمھاری مدد کروں گا۔ پھر الہام ہوا ''آئی کین وہاٹ آئی وِل ڈو) یعنی میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر اس کے بعد بہت ہی زور ہے جس سے بدن کانپ گیا، یہ الہام ہوا ''وی کین وہاٹ وی وِل ڈو'' یعنی ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے''۔ (براہین احمدیہ ص ۴۸۰، روحانی خزائن جلد ۱ ص ۵۷۱-۵۷۲)

۳۲۔ ایک اور الہام مرزا صاحب کا ان الفاظ میں ہے کہ:

''ایک فرشتہ میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا۔ صورت اس کی مثل انگریزوں کے تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ

بہت ہی خوبصورت ہیں۔اس نے کہا کہ ہاں میں درشتی ہوں''۔

(تذکرہ مجموعہ الہامات ومکاشفات: ص ۳۱)

مرزا صاحب کے پنجابی فرشتے کا نام ''ٹیچی'' تھا اب اس انگریز فرشتے کا نام ''درشتی'' تھا جو انھوں نے اپنے الہام میں دیکھا۔

۳۳۔ اب ایک الہام میں انگریزوں کی اماں مرزا صاحب کے گھر میں آرہی۔ چنانچہ لکھا:

''رویا دیکھا کہ گویا حضرت ملکۂ معظّمہ قیصرۂ ہند سلمہا اللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں۔اسی اثناء میں میں نے مولوی عبدالکریم صاحب کو جو میرے پاس بیٹھے ہیں کہا کہ حضرت ملکہ معظّمہ کمال شفقت سے ہمارے ہاں قدم رنجہ ہوئی ہیں دو روز قیام فرمایا ہے ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے''۔(مکاشفات ص ۱۷، مؤلفہ بابو منظور الٰہی قادیانی)

۳۴۔ ایک رؤیا مرزا صاحب قادیانی کا یوں ہے کہ:

''۸ دسمبر ۱۹۰۲ء دوشنبہ نماز عصر سے قبل حضرت مسیح موعود نے رویا سنائی کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پولی ہے، اُردو ملاحظہ فرما لیں ''پولی'' خالص پنجابی لفظ ہے .... اور اس کے نیچے ایک غارسی چلی جاتی ہے۔ میں نے اس میں پاؤں رکھا تو دھنس گیا اور خوب یاد ہے کہ پھر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا۔ پھر ایک جست کر کے میں اوپر آگیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تیر رہا ہوں۔اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول اور اس قدر بڑا ہے جیسے یہاں سے نواب صاحب کا گھر۔اور اس پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیر رہا ہوں۔سید محمد احسن صاحب کنارہ پر تھے۔میں نے ان کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا میں تیر رہا ہوں۔(یہ کہاں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے؟۔ ناقل) اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے۔حامد علی میرے ساتھ ہے اور گڑھے پر ہم نے کئی پھیرے کیے۔نہ ہاتھ نہ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور بڑی آسانی سے ادھر ادھر تیر رہے تھے''۔

(مکاشفات ص ۲۵ مؤلفہ منظور الٰہی قادیانی)

۳۵۔ وہ الہام جو مرزا صاحب کو انگریزی زبان میں ہوئے۔وہ ہیں تو بہت سے لیکن ہم چند ایک ان میں سے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے نقل کرتے ہیں:

1.I love you.	میں تم سے محبت کرتا ہوں
2.I am with you.	میں تمھارے ساتھ ہوں
3.Yes, I am happy.	ہاں! میں خوش ہوں
4. Life is pain.	زندگی دکھ ہے
5. I shall help you.	میں تمھاری مدد کروں گا
6. I can, what I will do.	میں کرسکتا ہوں جو چاہوں گا
7. We can, what we will do.	ہم کرسکتے ہیں جو چاہیں گے
8. God is comming by His army.	خدا تمھاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔
9. He is with you to kill enemy.	وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے تمھارے ساتھ ہے۔
10. The days shall come when God shall help you.	وہ دن آئے ہیں کہ خدا تمھاری مدد کرے گا۔
11. Glory be to the lord.	خدائے ذوالجلال
12. God Maker of earth and heaven.	آفرینندہ زمین و آسمان

(حقیقت الوحی ص ۳۰۳)

Though all men should be angry, but God is with you. He shall help you, words of God can not exchange.

اگر تمام آدمی ناراض ہوں گے مگر خدا تمھارے ساتھ ہے وہ تمھاری مدد کرے گا۔ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ (براہین احمدیہ: ص ۵۵۴، روحانی خزائن جلد۱: ص ۶۶۱)

۳۶۔ ایک دفعہ مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا:

''ورڈ اینڈ ٹو گرلز'' یہ الہام انگریزی میں ہوا اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی (کیونکہ مرزا صاحب انگریزی سے ناواقف تھے) یعنی ایک کلام اور دو لڑکیاں''۔

(مکاشفات: ص ۳۸)

۳۷۔ مرزا صاحب کو کچھ الہام ایسے ہوئے جن کا مطلب وہ خود بھی نہ سمجھ سکے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے الہاموں کا کیا مقصد؟

ا۔ "ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس" (اے میرے خدا! اے میرے خدا! مجھے کیوں چھوڑ دیا) آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی اوس بباعث ورود مشتبہ رہا اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے واللہ اعلم بالصواب"۔ (البشریٰ جلد ا: ص ۳۶)

ب۔ "پھر اس کے بعد خدا نے فرمایا "ھو شعنا نعسا" یہ دونوں فقرے شاید عبرانی (زبان کے) ہیں ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے"۔

(براہین احمدیہ ص ۵۵۶، البشریٰ جلد ا: ص ۴۳)

ج۔ "ربنا عاج" (ہمارا رب عاجی ہے)۔ عاجی کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے" (براہین احمدیہ ص ۵۵۶، البشریٰ جلد اص ۴۳)

د۔ " غثم ،غثم ،غثم (کوئی معنی نہیں)"۔ (البشریٰ جلد ۲، ص ۵۵)

ھ۔ "پریش، عمر پراطوس یا پلا طوس"۔

(نوٹ) آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس ہے۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ پراطوس اور پریش کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں؟"۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اص ۲۸، البشریٰ جلد اص ۵۱، تذکرہ ص ۱)

و۔ مرزا صاحب کو ایک روز ایک الہام انگریزی زبان میں ان لفظوں میں ہوا "آئی لو یو، آئی شیل گو یو لارج پارٹی آف اسلام" اس الہام کے بارے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنی لکھے ہیں، اس لیے بغیر معنوں کے لکھا گیا"۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵۷)

نہ صرف یہ کہ مرزا صاحب غیر زبانوں کے الہامات نہ سمجھ سکے بلکہ اردو اور عربی کے کئی الہامات بھی وہ نہ سمجھ سکے۔ کئی الہامات کے بارے میں انہیں بالکل پتہ نہ چلا کہ وہ کس کے متعلق ہیں۔

۱۔ ''ایک دم میں دم رخصت ہوا''۔

(نوٹ از حضرت مسیح موعود) فرمایا کہ آج رات مجھے ایک الہام ہوا۔ اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے اور جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے۔ یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا''۔ (البشریٰ جلد۲ص ۹۴)

۲۔ ''پیٹ پھٹ گیا'' دن کے وقت کا الہام ہے۔ معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہے''۔ (البشریٰ جلد۲ص ۱۱۹)

۳۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۲۴ھ بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو''۔

نوٹ: قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے۔ (البشریٰ جلد۲ص ۱۱۹)

۴۔ ایک عربی الہام تھا۔ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے مکذبون کو نشان دکھایا جائے گا''۔ (البشری جلد۲ص ۹۴)

۵۔ ''لاہور میں ایک بے شرم ہے''۔ (البشریٰ جلد۲: ص ۱۲۶)

۶۔ ''ایک دانہ کس کس نے کھایا''۔ (البشریٰ جلد۲: ص ۱۰۷)

۷۔ ''بعد ۔ ۱۱۔ ان شاء اللہ'' اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن گیارہ ہفتے یا کیا یہی ہندسہ ۱۱ کا دکھایا گیا''۔ (البشریٰ جلد۲ص ۶۵)

۸۔ ''بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں'' معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہوا''۔ (البشریٰ جلد۲ص ۶۵)

۹۔ ''خدا اس کو پانچ بار ہلاکت سے بچائے گا'' نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہوا۔ (البشریٰ جلد۲ص ۱۱۹)

۱۰۔ آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا''۔ (البشریٰ جلد۲ص ۱۳۹)

ان کے علاوہ اور بھی کئی الہام ہیں جن کے بارے میں مرزا صاحب کو کچھ پتہ نہیں کہ کن کے بارے میں ہیں اور ان کا کیا مطلب ہے۔

الہامات پر ایک نظر:

اگر ایک شخص مرزا صاحب کے الہامات پر نظر ڈالے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ مختلف

زبانوں میں تھے حالانکہ قرآن حکیم کے قاعدہ کے مطابق آپ کے تمام الہامات پنجابی میں ہونے چاہئیں تھے کیونکہ آپ کی قوم کی زبان پنجابی تھی اور خود آپ کی زبان پنجابی تھی۔ مرزا صاحب سے قبل جس قدر نبی اور رسول اس دنیا میں تشریف لائے، ان کے الہامات ان کی اپنی زبان اور ان کی قوم کی زبان میں ہوئے، لیکن چودھویں صدی میں آ کر اللہ نے اپنی عادت تبدیل کر دی اور مرزا صاحب کو مختلف زبانوں میں الہامات کیے یہاں تک کہ کچھ زبانیں الہامات کی ایسی بھی تھیں جن سے خود مرزا صاحب بھی بالکل نا آشنا تھے جیسے عبرانی اور انگریزی وغیرہ۔

مرزا صاحب کے زیادہ تر الہامات عربی زبان میں ہیں حالانکہ مرزا صاحب کے مخاطبین میں سے عربی جاننے والے ہزار میں دو بھی نہیں تھے۔ لیکن عربی میں زیادہ تر الہامات ہونے کی وجہ مرزا صاحب نے یہ لکھی ہے کہ :

''یہی (عربی) ایک پاک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے۔ اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں، اس لیے وہ اس قابل ہرگز نہیں ہوسکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کام اور محیط کلام ان میں نازل ہو''۔ (آریہ دھرم حاشیہ: ص۸)

اگر ایسا ہی ہے کہ عربی پاک اور کامل زبان ہے اور اس کے علاوہ دوسری تمام زبانیں کثیف اور تاریک ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے کثیف اور تاریک زبانوں میں سینکڑوں الہامات کیوں کیے جن سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں؟ اور آپ نے ان کثیف اور تاریک زبانوں میں یعنی اردو میں اپنی کتابیں کیوں لکھیں؟ اور اپنی تمام عمر کیوں کثیف و تاریک پنجابی زبان بولتے رہے؟

الہامات میں زیادہ الہام آپ کو عربی زبان میں ہوئے۔ ان میں زیادہ تر قرآنی آیات ہیں۔ یہ قرآنی آیات جب ایک مرتبہ قرآن حکیم میں نازل ہوگئیں، اب یہ دوبارہ کیوں اتریں؟ کیا یہ قرآن سے غائب ہو چکی تھیں۔ دوسرے ان قرآنی آیات کے الہام میں کہیں کہیں نئے الفاظ کی پیوندکاری کی گئی ہے یہ کیوں؟ جیسے ایک الہام ہے:

''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق و تھذیب الاخلاق''۔

یہ تہذیب الاخلاق کا جوڑ کتنا غیر فصیح ہے۔

عربی زبان میں جو الہام ہیں ان میں کئی الہامات کی عربی غلط ہے، اور جن الہامات کی عربی صحیح ہے وہ بھی زیادہ غیر فصیح ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کا ایک الہام ہے: "یا مریم اسکن" اس کی عربی غلط ہے۔ صحیح ہے "یامریم اسکنی" مریم چونکہ مؤنث ہے لہٰذا فعل بھی مؤنث ہونا چاہیے۔ یا آپ کا یہ الہام: "وھذا تذکرۃ" یہ اصل میں "و ھذہ تذکرۃ" ہونا چاہیے تھا۔

آپ کو ایک الہام ہوا "تری فخذاً الیماً" (حقیقت الوحی ص ۲۳۴) اور کچھ دیر کے بعد ایک ایسا بیمار آپ کے پاس لایا گیا جس کی ران میں درد تھا۔ اس الہام کی عربی بھی غلط ہے کیونکہ "الیم" اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے کو دکھ دے۔ جیسے عذاب الیم یعنی دردرساں عذاب۔ اس معنی کی رو سے آپ کے الہام کے یہ معنی ہوئے "تو ایک دردرساں ران دیکھے گا"۔ حالانکہ خود ران میں درد تھا۔

ایک مرتبہ مرزا درد قولنج سے شفایاب ہوئے تو فوراً یہ الہام ہوا:

"ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بشفاء مثله"۔

(حقیقة الوحی ص۲۳۵)

یہ قرآنی آیت میں ایک پیوند کاری کی گئی ہے۔

مرزا صاحب کا ایک خطبہ ہے جس کا نام "خطبۂ الہامیہ" ہے، گویا وہ خدا تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ کو الہام کیا گیا تھا۔ اس میں بھی کئی عربی زبان کی اغلاط موجود ہیں اور بعض پنجابی محاورے استعمال کیے گئے ہیں جیسے:

۱۔ الذین اکلوا عمارھم فی ابتغاء الدنیا۔

جو تلاش دنیا میں اپنی عمر کو کھا گئے۔ (خطبۂ الہامیہ: ص ۳۷)

"عمر کھانا" خالص پنجابی محاورہ ہے۔ یہ عربی میں استعمال نہیں ہوتا۔

نزول مسیح کے عقیدہ کے بارے میں کہا:

۲۔ وھل ھوالا خروج من القرآن (۵۸)

(کہ یہ عقیدہ قرآن کے خلاف بغاوت ہے)

خروج جب بغاوت کے معنوں میں آتا ہے تو "من القرآن" نہیں ہوتا بلکہ

"علی القرآن" ہوتا ہے۔

۳۔ وارتدوا من الاسلام (۱۰۸)
یہاں ''من'' غلط ہے صحیح ''عن'' ہے۔

۴۔ ولا یفکرون فی لیلھم و نھارھم انھم یسئلون(۱۰۹)
(اور وہ لوگ قیامت کی باز پرس سے نہیں ڈرتے)
یہاں ڈرنے کے معنوں میں "فکر" کا لفظ غلط ہے۔صحیح یخشون ہے۔
فکر عربی میں غور وخوض کے معنی میں آتا ہے. "یتفکرون فی خلق السماواۃ"۔

۵۔ انّ انکاری حسرات علی الذین کفروا بی وان اقراری برکات للذین یومنون (۱۱۲)
(میرا انکار کفار کے لیے حسرتیں ہیں اور میرا اقرار مومنوں کے لیے برکتیں ہیں)
میرا انکار اور میرا اقرار خالص پنجابی عربی ہے۔میرے اقرار اور میرے انکار کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کسی شئے کا انکار اور اقرار کر بیٹھے ہیں۔

۶۔ "ذکی من ایدی اللہ"۔ (ص۱۱۶)
یہاں من کا استعمال خالص پنجابی ہے،عربی میں بایدی اللہ ہونا چاہیے۔

۷۔ فی سبعین یوما من شھر رمضان (الھامی تفسیر فاتحہ :ص۶)
سبعین ستر کو کہتے ہیں۔اور رمضان یا کوئی مہینہ ۷۰ دنوں کا نہیں ہوتا۔

۸۔ یوذی اخیك (تفسیر فاتحہ ص۱۹۵ ص۱۶۵)
اخیك غلط ہے صحیح اخاك ہے۔

۹۔ النفس الیتی سعی سعیھا (ص۱۳۹)
سعیٰ غلط ہے صحیح سعت ہے کیونکہ نفس عربی میں مؤنث ہے۔

۱۰۔ قصیدۂ اعجازیہ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:
فقلت لك الویلات یا ارض جولرہ لعنت بملعون فانت تدمر
ارض عربی میں مؤنث ہے اور تدمر واحد مذکر مخاطب لہٰذا مؤنث کے لیے مذکر کا صیغہ استعمال کر دیا جو بالکل غلط ہے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتی ہے۔

اس قسم کی عربی زبان کی سینکڑوں اغلاط مرزا صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں
ہم شاید ان اغلاط کو اجاگر نہ کرتے لیکن مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ
''اللہ نے اپنے فضل سے مجھے فصیح البیان بنایا''۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)
اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

كلام افصحت من لدن رب حكيم۔
میرے کلام کو رب حکیم نے فصیح بنایا۔ (حقیقت الوحی ص: ۱۰۳)

ویسے بھی ایک نبی کو فصیح البیان ہونا چاہیے، لیکن مرزا صاحب خود تو کیا ان کا رب بھی معلوم ہوتا ہے، فصاحت و بلاغت سے نا آشنا تھا کیونکہ مرزا صاحب کے نہ صرف عربی کے الہامات غلط ہیں بلکہ اردو جس زبان میں انھوں نے اپنی ساری کتابیں لکھی ہیں، وہ بھی نہ صرف فصاحت وبلاغت سے گری ہوئی ہیں، بلکہ گرائمر اور محاورات کی سینکڑوں غلطیاں بھی اُن میں موجود ہیں۔

۱۔ فصاحت و بلاغت میں سب سے ضروری شئے یہ ہے کہ ہر لفظ اپنے صحیح مقام پر ہو، لیکن مرزا صاحب کی عبارات اس وصف سے خالی ہیں۔ جیسے مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''اصل بات یہ ہے کہ شیعہ کی روایات کی بعض سادات کرام کے کشف لطیف پر بنیاد معلوم ہوتی ہے''۔ (ازالہ اوہام: ص ۴۵۷)

''اصل بات'' کے ساتھ معلوم ہوتی ہے'' بے معنی ہے کیونکہ وہ مظہر یقین ہے اور یہ مخبر اشتباہ باقی فقرہ مہمل ہے۔ ''بنیاد'' مضاف ہے اور ''روایات'' مضاف الیہ۔ دونوں میں سات الفاظ حائل ہیں۔ یہ انفصال علمائے فصاحت کے ہاں ناروا ہیں۔ جملے میں ''کے لیے'' کی تکرار ذوق پر نہایت گراں ہے۔ فقرہ یوں ہونا چاہیے تھا:

اصل بات یہ ہے کہ شیعی روایات کی بنیاد بعض سادات کرام کے کشف لطیف پر رکھی گئی ہے۔

یا اسی کتاب میں یہ فقرہ کہ:

''میری اس تجویز کے موافق جو میں نے دینے چندہ کے لیے رسالہ مذکورہ میں لکھی ہے''۔ (ازالہ اوہام: ص ۴۷۴)

ملاحظہ فرمائیں یہ ترکیب ''دینے چندہ کے لیے''۔

۲۔ دوسری چیز تکرار الفاظ ہے، علمائے فصاحت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ایک ہی لفظ کا بار بار اعادہ کلام کو پایۂ فصاحت سے گرا دیتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی عبارتیں اس قسم کے تکرار سے بھری ہوئی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

''ائمہ اربعہ کی شہادت گواہی دے رہی ہے''۔ (تحفہ گولڑویہ: ص۹)

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے ''ماہ رمضان کے مہینے میں''۔

ایک شعر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس میں چنیں کی گردان:

چنیں زمانہ، چنیں دور ایں، چنیں برکات
تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقا باشد

۳۔ عبارت میں لطیف و مترنم الفاظ کا انتخاب ذوق سلیم کا کام ہے۔ ادبی مذاق جتنا بلند ہوگا الفاظ کا انتخاب اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ ایسے ہلکے پھلکے شیریں اور متبسم الفاظ چنتے ہیں کہ صفحۂ قرطاس دامن گل فروش بن جاتا ہے۔ لیکن قادیان کے نبی مرزا غلام احمد کے ہاں یہ شئے سرے سے مفقود ہے۔ وہاں کھردرا اسٹائل، ثقیل الفاظ اور لمبے لمبے غیر مربوط جملے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''جب ہم اپنے نفس سے بکلی فنا ہوکر دردمند دل کے ساتھ لایدرک وجود میں ایک غوطہ مارتے ہیں تو ہماری بشریت الوہیت کے دریا میں پڑنے سے عندالعود کچھ آثار و انوار اس عالم کے ساتھ لے آتی ہے''۔ (ازالۂ اوہام: ص۱۳۱)

ایک اور جملہ ملاحظہ فرمائیں۔ ان کا ایک الہام ہے:

''آسمان سے بہت دودا ترا ہے محفوظ رکھ''۔

''دود'' فارسی زبان میں دھویں کو کہتے ہیں۔ اردو کے ایک سادہ سے جملے میں فارسی کا یہ بھاری بھرکم لفظ گویا صحن چمن میں بھینسا باندھ دیا گیا ہے پھر یہ کہ دھواں تو آسمان کی طرف اٹھتا ہے لیکن یہاں آنے کی خبر دی گئی ہے۔ پھر دھواں تو محفوظ نہیں رکھا جا سکتا لیکن یہاں اس کو محفوظ رکھنے کی ہدایت ہے۔

۴۔ مرزا صاحب کی عبارات میں ''توالیٔ اضافت و توصیف'' بہت پائی جاتی ہے جو کہ فصاحت و بلاغت کے لیے ایک بدنما عیب اور داغ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''مگراب بوجہ احاطۂ جمیع ضروریات تحقیق وتدقیق اوراتمام حجت کے۔

(براہین احمدیہ، ابتداء عنوان)

''تا امت موسویہ اور امت محمدیہ میں ازروئے مورد احسانات حضرت عزت ہونے کے پوری پوری مماثلت ہوجائے''۔(ازالۂ اوہام ص۴۴۶، براہین احمدیہ حصہ۳: ص۴۷۹)

زبان مونث ہے جو کہ مذکر استعمال کی گئی ہے۔ باقی فقرہ کا مفہوم ہماری سمجھ سے بالا ہے۔

۵۔ ''اور دوسرے کی انتظار ہے''۔(تحفہ گولڑویہ: ص۱۸)

انتظار مذکر ہے۔

۶۔ ''میں خدا کا چراگاہ ہوں''۔(حقیقت الوحی: ص۱۰۵)

چراگاہ مؤنث ہے۔

۷۔ یہ ایک ایسا قرارداد ہے۔(چشمۂ معرفت: ص۹)

قرارداد مؤنث ہے۔

۸۔ اگر اس میں ایک ذرہ تقویٰ ہوتی۔(آسمانی فیصلہ ص۴)

تقویٰ مذکر ہے۔

۹۔ ''درد گردہ رہی تھی''(حقیقت الوحی: ص۳۴۵)

درد مذکر ہے۔

۱۰۔ ''اس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی''۔(براہین احمدیہ حصہ۲: ص۲۷۷)

مرض مذکر ہے۔

اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتابوں میں ہیں۔

اسی طرح جمع ومفرد اور الفاظ کا غلط استعمال بھی بکثرت ہے۔ چنانچہ اس کی ایک مثال یہ ہے:

''اور درندگی کے جوشوں کی وجہ سے لعنتوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے''۔

(ازالۂ اوہام: ص۵۹۵)

''اور چونکہ نورافشاں کے صاحب راقم نے''(براہین احمدیہ حصہ۲: ص۲۶۹)

یہ صاحب راقم کیا چیز ہیں؟

آپ کی تحریر میں مہمل الفاظ بھی بکثرت استعمال کیے گئے ہیں۔ جیسے لکھتے ہیں کہ: ''اکثر لوگ عقل کی بد استعمالی سے ضلالت کی راہیں پھیلا رہے ہیں''۔

(ازالۂ اوہام: ص۷۶۶)

''تیری ذریت کو بڑھائے گا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتداء قرار دیا جائے گا''۔ (ازالۂ اوہام: ص۶۳۴)

اس قسم کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

مرزا صاحب کی تحریروں اور الہامات میں حشو و زوائد بھی بہت ہے جو کہ فصاحت کلام کے لیے ایک بہت بڑا عیب ہے۔ جیسے لکھا ہے:

''اجماع ان امور پر ہوتا ہے جن کی حقیقت بخوبی سمجھی گئی اور دیکھی گئی اور دریافت کی گئی اور شارع علیہ السلام نے ان کے تمام جزئیات سمجھا دیے، دکھا دیے، سکھلا دیئے''۔ (ازالۂ اوہام: ص۴۷۲)

اس عبارت میں حشو و زوائد کے علاوہ ''جزئیات'' کو مذکر استعمال کیا گیا ہے حالانکہ یہ مؤنث ہے۔

۵۔ مرزا صاحب کی اکثر عبارتیں روز مرہ اور محاورۂ زبان کے خلاف ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی تحریر میں کسی محاورے کے پابند نہیں۔ فارسی میں ایک محاورہ ہے: ''دروغ بافتن'' اور اردو محاورہ ہے ''جھوٹ گھڑنا''، ''جھوٹ کے پل باندھنا'' لیکن مرزا صاحب ایک نیا محاورہ پیش کرتے ہیں:

''یہ دروغ بے فروغ اسی حد تک بنایا گیا ہے''۔ (ازالۂ اوہام: ص۵۲۶)

اردو زبان میں دروغ بننا کوئی محاورہ نہیں۔

''میری رحمت تجھ کو لگ جائے گی اللہ رحم کرے گا''۔

(تتمہ حقیقت الوحی: ص۱۷۰)

کیا رحمت کوئی چھوت کی بیماری ہے جو لگ جائے گی۔

اسی طرح ایک اور الہام ہے جس کی زبان غلط ہے:

''پھر بہار آئی ہے تو آئے ثلج کے آنے کے دن''۔

ثلج عربی لفظ ہے جو اردو میں قطعاً استعمال نہیں ہوتا۔ ثلج کے معنی برف کے ہیں، لیکن بہار میں کبھی برف نہیں پڑتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے خدا کو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ بہار کے دن ''برف پڑنے کے دن'' نہیں ہوتے۔

۶۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں تذکیر و تانیث کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۔ ''صرف دو سبیل ہیں، تیسرا کوئی سبیل نہیں'' (ازالۂ اوہام: ص ۵۴۱)

اردو میں سبیل مؤنث ہے۔

۲۔ صحیح حدیث سے مسیح کی ظہور کا کوئی زمانہ۔۔۔ (ازالۂ اوہام ص ۵۶۸)

۳۔ ''اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں۔۔۔ (دیباچہ براہین احمدیہ: ص ح)

۴۔ ''زبان خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوتا ہے جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اس آلہ کو یعنی زبان کو پھیر دیتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ الفاظ اور اس کے ساتھ معنی ایک جلدی سے نکلتے ہیں''۔

یہ تو مرزا صاحب کے عربی اور اردو الہامات کے بارے میں اجمالی طور پر کچھ بتایا گیا ہے۔ اِن کی اگر تفصیل بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ مرزا صاحب کو کچھ الہامات انگریزی زبان میں بھی ہوئے تھے جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ ان الہامات کی انگریزی بھی غلط ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو انگریزی میں الہام کرنے والا خدا انگریزی زبان میں کمزور تھا لیکن انگریزی میں الہام کرنے کا اسے بہت شوق تھا۔ ان الہامات کی چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں جن کی انگریزی غلط ہے۔

1. Though all men should be angry, God is with you.
2. Words of God can not exchange.
3. God is coming with His army.
4. I am by Isa
5. You can what we will do

اس قسم کی انگریزی کے الہامات کرنے والا اتنی ہی انگریزی جانتا ہے جتنی مرزا صاحب نے سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران نائٹ اسکول میں پڑھی اور سیکھی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول: ص ۱۳۷)

کچھ الہامات نہایت عجیب وغریب ہیں جیسے کشف کی حالت میں خدا تعالیٰ نے آپ سے رجولیت کا اظہار فرمایا۔ یا ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے'' یا ''اے ازلی ابدی خدا! بیڑیوں کو پکڑ کے آ''۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۳) یا ''خاکسار پیپر منٹ''۔

''مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ کا کلام لغو باتوں سے منزہ ہونا چاہیے''۔ (ازالۂ اوہام: ص ۱۵۵)

لیکن مرزا صاحب کے اپنے کئی الہام لغو ہیں جیسے: ''اشکر نعمتی رأیت خدیجتی'' یا ''شعنا نعسا'' وغیرہ وغیرہ۔

مرزا صاحب کی وسعت علمی:

ایک نبی اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں چلتا ہے۔ اس وجہ سے وہ معصوم بھی ہوتا اور اس سے کوئی علمی و عملی غلطی سرزد نہیں ہوتی کیونکہ وہ علم دینے ہی کے لیے تو دنیا میں آتا ہے۔ مرزا صاحب کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم سکھایا گیا ہے۔ (وعلمناہ من لدنا علمه ازالہ اوھام، ص ۵۸) ایک اور جگہ لکھا:

وهب علوماً مقدسة نقية ومعارف صافية جلية و علمني مالم يعلم غيري من المعاصرين۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک مقدس علوم نیز صاف ور روشن معارف عطا کیے، جو میرے سوا کسی اور انسان کو اس زمانے میں معلوم نہ تھے۔

(ضمیمہ انجام آتھم: ص ۵۷)

اپنی کتاب اربعین میں لکھا:

''مسیح موعود کوئی بات اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ اس کا کلام خدائی وحی ہے''۔

(اربعین نمبر ۳: ص ۳۹)

''ماینطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحي''۔

''میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے منہ میں ڈالا ہے''۔ (پیغام صلح: ص۳۲)

اب مرزا صاحب کی وسعت علمی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ''تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت ﷺ وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا، اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی''۔

(پیغام صلح: ص۱۹۔۲۰)

ہر قادیانی اور مسلمان جانتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے والد ماجد آپ ﷺ کی ولادت سے چند ماہ قبل انتقال فرما گئے تھے اور والدہ ماجدہ کا انتقال آپ ﷺ کی پیدائش سے چھ برس بعد ہوا تھا۔ اس بات سے تو ہر چھوٹا بچہ بھی بخوبی آشنا ہے، لیکن ''سلطان القلم'' اس سے ناواقف ہے۔

۲۔ ''آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئے گی کہ "هذا خليفة الله المهدی"۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے''۔

(شہادۃ القرآن: ص۴۱)

پوری بخاری پڑھ جایئے آپ کو یہ حدیث کہیں نہیں ملے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بذریعہ الہام پتہ چلا ہوگا کہ بخاری میں یہ حدیث ہے، اور الہام آپ کے اکثر غلط تھے۔

۳۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

''سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں''۔ (آسمانی فیصلہ: ص۵)

پھر لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں آنے والے مجدد کے لیے لفظ ''مسیح موعود'' کہیں ذکر نہیں''۔

(شہادۃ القرآن: ص۶۵)

پھر لکھا ہے:

"لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لیے فتوے دیے جائیں گے"۔ (اربعین نمبر۳: ص ۲۱)

قرآن و حدیث میں ہرگز ایسا لکھا ہوا نہیں۔ کیا کوئی قادیانی ان امور کے بارے میں بتا سکتا ہے؟

۴۔ مرزا صاحب علم طب سے بخوبی واقف تھے، اسی وجہ سے مقوی اعصاب اور قوت باہ کے لیے بڑے قیمتی نسخے اپنے لیے تیار کیا کرتے تھے۔ قرآن حکیم کی ایک آیت کی تفسیر پر وہ اپنی طبی قابلیت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واولات الاحمال ...... یعنی حمل والی عورتوں کی طلاق کی عدت یہ ہے کہ وضع (حمل) تک بعد طلاق کے دوسرا نکاح کرنے سے دست کش رہیں۔ اس میں یہی حکمت ہے کہ اگر حمل میں نکاح ہو جائے تو ممکن ہے کہ دوسرے کا بھی نطفہ ٹھہرا ہو، اس صورت میں نسب ضائع ہوگا اور یہ پتا نہیں لگے گا کہ وہ دونوں لڑکے کس کس باپ کے ہیں"۔ (آریہ دھرم: ص ۲۱)

علمائے طب قدیم و جدید کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کو جب ایک مرتبہ حمل ٹھہر جائے تو پھر اس حمل میں دوسرا حمل نہیں ٹھہرتا۔ شاید مرزا صاحب نے جو طب پڑھی تھی اس میں ایسا ہوتا ہو؟

۵۔ مرزا صاحب کا چوتھا لڑکا مبارک احمد ۱۴ صفر ۱۳۱۷ھ کو بروز چہار شنبہ پیدا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں لکھا:

"اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا۔ اس حساب سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں چوتھا دن یعنی چہار شنبہ اور دن کے گھنٹوں میں بعد از دو پہر چوتھا گھنٹہ لیا"۔ (تریاق القلوب ص ۴۱)

اسلامی سال میں صفر کا مہینہ چوتھا نہیں بلکہ دوسرا ہے۔ اور چہار شنبہ دن چوتھا دن نہیں بلکہ پانچواں دن ہے۔ اب مرزا صاحب کی معلومات کا اندازہ لگا لیجیے۔

۶۔ ایک اور کتاب میں لکھا:

''اور موتی کا کیڑا بھی ایک عجیب قسم کا ہوتا ہے۔ اور بہت نرم ہوتا ہے۔ اور لوگ اس کو کھاتے ہیں''۔ (چشمہ معرفت ص ۳۲۷)

ہے کوئی گوہر شناس جو اس نکتے کی تائید کرے۔

۷۔ مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ کا بعد بعثت دس سال تک مکہ میں رہنا اور پھر وہ تمام لڑائیاں ہونا جن کا قرآن کریم میں نام ونشان نہیں''۔ (شہادۃ القرآن: ص ۴)

ہر شخص جانتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ مکہ میں ۱۳ سال رہے نہ کہ ۱۰ سال اور وہ تمام لڑائیاں آپ نے مکہ میں نہیں بلکہ مدینہ میں لڑی ہیں۔

۸۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بعثت کے بعد سرکار دوعالم ﷺ کے کتنے صاحبزادے تھے لیکن مرزا صاحب کی تحقیق اور وسعت علمی کی داد دیں، لکھتے ہیں:

''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپؐ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔ اور آپؐ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میں خدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا''۔

(چشمۂ معرفت ص ۲۸۶، روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۲۹۹)

نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گیارہ صاحبزادے تھے اور نہ آپ ﷺ نے ان کی وفات کے وقت یہ الفاظ فرمائے۔ معلوم نہیں مرزا صاحب نے یہ کس کتاب میں پڑھا ہے؟ قادیانی حضرات اگر اس کتاب کا نام ہمیں بھی بتا دیں تو ہم نہایت ممنون ہوں گے اور ہماری معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔

۹۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ ''توفی'' کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول ہو ہمیشہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۷۶، روحانی خزائن ۱۷/۱۶۲)

اوّل تو اس بات کا تعلق علم لغت یا علم صرف سے ہے، یہ علم نحو کا مسئلہ ہے ہی نہیں، یہ بھی مرزا صاحب کی جہالت ہے۔ پھر نحو کا یہ صریح مانا ہوا قاعدہ نحو کی کس کتاب میں ہے۔

دنیا بھر کے مرزائیوں کو چیلنج ہے کہ وہ دنیا میں کہیں سے نحو کی وہ کتاب پیش کریں جس میں مرزا صاحب کا بیان کردہ قاعدہ موجود ہو۔ یہ صریح جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ یہ قاعدہ مرزا صاحب کا گھڑا ہوا ہے۔ پھر یہ خودساختہ قاعدہ قرآن، حدیث اور خود مرزا قادیانی کی تحریر کے بھی خلاف ہے۔ اس بارے میں صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جہاں مرزا صاحب کی بیان کردہ تمام شرائط موجود ہیں اور وہاں ''توفی'' کا معنی موت نہیں بلکہ موت سے بچانا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''سراج منیر'' ص۲۱ حاشیہ پر تحریر کیا ہے:

''براہین احمدیہ'' کا وہ الہام یعنی یاعیسیٰ انی متوفیك جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے (کیوں کہ ''براہین احمدیہ'' میں ملہم صاحب نے اس کا معنی پوری نعمت دینا کیا تھا) یعنی یہ الہام حضرت عیسیٰ کو اس وقت بطور تسلی ہوا تھا جب یہود مصلوب کرنے کے لیے کوشش کر رہے تھے، اور اس جگہ بجائے یہود کے ہنود کوشش کر رہے ہیں، اور الہام کے یہ معنی ہیں کہ تجھے ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا''۔ (روحانی خزائن جلد۱۲: ص۲۳)

اس سے ثابت ہوا کہ ''توفی'' کا معنی مارنا یا روح قبض کرنا نہیں جیسا کہ مرزا صاحب دعویٰ کر رہے ہیں بلکہ موت سے بچانا ہے۔ مرزا صاحب کا گھڑنتو قاعدہ یہاں خود اس کے ہاتھوں ٹوٹ گیا۔ اب اس کے مقابل ایک قاعدہ ہمارا ہے اور پوری امت مرزائیہ کو چیلنج ہے کہ وہ اس قاعدہ کو توڑ دیں۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ ''توفی'' کے لفظ میں جہاں خدا فاعل ہو اور انسان جو بن باپ پیدا ہوا ہو وہ مفعول بہ ہو، اس جگہ ''توفی'' کے معنی زندہ آسمانوں پر اٹھانے کے ہوتے ہیں۔ اور ہمارا یہ قاعدہ مرزا صاحب کی نحو کی اسی کتاب کے اگلے صفحے پر درج ہے جس کتاب میں مرزا صاحب کا بیان کردہ قاعدہ درج ہے۔ قادیانی نحو کی وہ کتاب پیش کریں ہم اسی کتاب کے اگلے صفحے پر اپنا قاعدہ دکھا دیں گے۔ مرزا صاحب کو سچا ثابت کرنے کی مرزائیوں میں اگر ہمت ہے تو کتاب پیش کریں ورنہ پھر پڑھیں: لعنة الله علی الکاذبین۔

یہ ایک اجمالی نقشہ مرزا صاحب کی علمی وسعت کا تھا حالانکہ اس کی تفصیل میں کافی کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

باب نمبر(9)

تضادات مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کی باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اور ان کا اپنا یہ فیصلہ ہے کہ نبی کے کلام میں تضاد نہیں ہوتا۔ (لجۃ النور: ص۵۳) اور ویسے بھی مثل مشہور ہے کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت چونکہ جھوٹا اور غلط تھا اس وجہ سے اس ایک جھوٹے دعویٰ کو سچا کرنے کے لیے انہیں کئی جھوٹ بولنے پڑے۔ مثال کے طور پر ایک یہ ہے کہ کہیں تو یہ لکھا کہ میری قوم ''مغل برلاس'' ہے لیکن پھر سرکار دو عالم ﷺ کی ایک حدیث کا اپنے کو مصداق بنانے کے لیے اپنے بارے میں لکھ دیا:

''عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے دادا ''فارسی الاصل'' ہیں''۔ (کتاب البریہ: ص۱۶۲ حاشیہ)

پھر اپنے کو عیسیٰ ابن مریم ثابت کرنے کے لیے اپنے کو ''اسرائیلی'' بنا دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ امام مہدی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اب چونکہ اپنے کو امام مہدی بھی بنانا تھا لہٰذا یہ لکھا کہ میں فاطمی بھی ہوں۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص۱۲، روحانی خزائن جلد ص۲۱۶)

ایک جگہ یہ لکھ دیا کہ ''میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے تھے''۔

(تحفہ گولڑویہ ص۱۲۷، چشمہ معرفت ص۳۲۱)

اب ''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی'' کے مصداق ایک شخص اس سے کیا اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا صاحب اسرائیلی تھے یا مغل برلاس، فارسی الاصل تھے یا چینی النسل بلکہ یہ معاملہ تو اس سیال کی طرح ہے جو جس برتن میں جاتا ہے وہی شکل اختیار کر لیتا ہے، مرزا صاحب بھی

جس ماحول میں جاتے ہیں وہی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ہر حدیث اور قرآنی آیت کا اپنے کو مصداق بنانے کے لیے ہر بات کے مدعی بن جاتے ہیں۔ کبھی مہدی معہود اور کبھی مسیح موعود، کبھی مثیل مسیح تو کبھی غیر تشریعی نبی اور کبھی تشریعی نبی اور کبھی امتی نبی۔ کبھی محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر موت وحیات کی صفت کے مدعی بھی بن جاتے ہیں۔ ''اعطیت صفة الافنـاء والاحيـاء من الـرب الـفـعـال'' (خطبہ الہامیہ: ص۲۳) اسی طرح کبھی اپنے کو سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر ظاہر کیا اور لکھ دیا:

''اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے، اس لیے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے''۔ (حقیقۃ الوحی: ص۱۵۰)

لیکن پھر اپنے کو اس سے بڑھ کر بھی بتایا اور لکھ دیا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں جو میرے منبر پر قدم رکھنے کی جرأت کریں:

امنک منہم کہ حسب بشارات آدم
عیسیٰ کجا ست تابنہد پا منبرم

کہیں یہ لکھ دیا کہ:

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے''۔ (حقیقت الوحی: ص۱۴۸)

پھر کسی جگہ تو متضاد باتیں بھی کہیں اور ساتھ غلط بیانی بھی کی جیسے کہیں تو کہا:

''گروہ (انبیاء) ہمیشہ اس غلطی پر قائم نہیں رکھے جا سکتے''۔

(براہین احمدیہ جلد۵: ص۵۹، ۱۱۶)

لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے بالکل متضاد بات کہہ دی کہ:

''جب آنحضرت ﷺ کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کیے تو آپ ﷺ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے''۔

(خلاصہ عبارت ازالۂ اوہام جلد۲، ص۲۹۶)

حالانکہ یہ ایک سفید جھوٹ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ

کی ازواج مطہراتؓ نے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے۔ یہ مرزا صاحب کا کذب بھی ہے اور بہتان بھی۔

اسی طرح کا ایک جھوٹ اور متضاد بیان اور بھی ہے۔ ایک طرف تو مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ: ''کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا''۔ (ازالہ اوہام ۴۷ حاشیہ قدیم: ص ۳۴ حاشیہ)

لیکن اس کے ساتھ ہی اسی کتاب میں یہ بھی لکھ دیا کہ:

''تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان''۔ (ازالہ اوہام: ص ۷۶۔۷۷)

سارا قرآن حکیم پڑھ جایئے آپ کو کہیں قادیان کا نام قرآن حکیم میں نہیں ملے گا۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔ جو قرآن مکہ اور مدینہ میں نازل ہوا اس میں تو قادیان کا نام نہیں البتہ قادیان میں نازل شدہ قرآن میں یہ آیت ضرور ہے: '' انا انزلناہ قریباً من القادیان''۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی کتاب میں دو متضاد باتیں لکھ دی ہیں شاید یہ کتابیں مدہوشی میں لکھی تھیں۔ تورات، انجیل اور زبور بالترتیب سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ یہ تینوں کتابیں ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے ہاتھوں محرف ومبدل ہو گئیں۔ خود قرآن نے ان کی تحریف کی تصدیق کی۔

چنانچہ مرزا صاحب نے بھی لکھا:

وہ کتابیں (تورات، انجیل اور زبور) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ردی کی طرح ہو چکی تھیں اور بہت جھوٹ ان میں ملائے گئے تھے جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وہ کتابیں محرف ومبدل ہیں''۔ (چشمہ معرفت: ص ۲۵۵)

لیکن اس کے ساتھ اس کے بالکل خلاف اسی کتاب میں لکھ دیا:

''اور یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہیں، ان کا بیان قابل اعتبار نہیں، ایسی بات وہ ہی کہے گا جو خود قرآن شریف سے بے خبر ہے''۔ (چشمہ معرفت: ص ۷۵ حاشیہ)

خود ہی کہا کہ قرآن شریف میں کئی جگہ الٰہی کتابوں کو محرف ومبدل فرمایا گیا اور

پھر دوسری جگہ بھی خود ہی کہا کہ جو یہ کہے وہ قرآن شریف سے بے خبر ہے۔ گویا مرزا صاحب قرآن شریف سے بے خبر ہیں اور اس بات میں شک بھی کوئی نہیں کیونکہ اگر بے خبر نہ ہوتے تو دعویٰ نبوت کیوں کرتے۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھاگ کر کشمیر میں آئے اور یہیں فوت بھی ہوئے بلکہ شہر اور محلّہ کا نام بھی ذکر کر دیا کہ سری نگر کے محلّہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔

(ملاحظہ ہو کشتی نوح ص ۵۷، ست بچن ص ۳۰۷ وغیرہ)

لیکن ایک اور کتاب میں یہ لکھ دیا کہ:

''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا''۔ (ازالۂ اوہام ص ۱۹۷)

اب مرزا صاحب خود ہی کشمیر میں فوت ہونے کی تردید کر رہے ہیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گلیل میں فوت ہونا بتا رہے ہیں بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے چلے گئے یعنی براہین احمدیہ میں یہ بھی لکھ دیا:

''جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارے دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا''۔ (براہین احمدیہ: ص ۴۹۸) اس عبارت میں تو حیات مسیح اور آپ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ اس کے برعکس یہ لکھ دیا کہ:

''خدا کی قسم میں بہت مدت سے جانتا تھا کہ میں مسیح ابن مریم بنایا گیا ہوں اور مسیح کی بجائے نازل ہونے والا شخص ہوں لیکن میں نے اس کو تاویلاً مخفی رکھا بلکہ میں نے اپنا عقیدہ بھی نہیں بدلا، اس پر مضبوطی سے قائم رہا (یعنی عام مسلمانوں کی طرح حیات مسیح اور ان کے دوبارے آنے کا قائل رہا۔ ظفر) اور میں نے اس اظہار میں دس سال تک توقف کیا''۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۵۵۱)

مسیح علیہ السلام کو زندہ سمجھنا اور ماننا جب کہ سب مسلمان مانتے ہیں اور کافی مدت تک مرزا صاحب بھی زندہ مانتے رہے مرزا صاحب کے نزدیک نہایت بدترین

عقیدہ اور نظریہ ہے، اس سے ایک تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین ہوتی ہے، دوسرا یہ نہایت جھوٹا عقیدہ ہے اور اس سے ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔ یہ ایک شرک عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے"۔ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۳۹)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب جو حیات مسیح کے کافی مدت تک قائل رہے تو کیا اس وقت وہ مشرک عظیم اور مرتد تھے۔ ایسا مشرک اور مرتد شخص تو نبی نہیں ہو سکتا؟ کیونکہ انبیاء تو قبل از نبوت بھی گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔

"اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا اس میں خاتم الانبیاء ﷺ کی بڑی ہتک ہے اور یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جس کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہو چکے ہیں"۔ (تحفہ گولڑویہ: ص ۹۴)

اب اس عبارت کو پہلی عبارت سے ملا کر پڑھیے کہ "جب حضرۃ مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا"۔

(براہین احمدیہ: ص ۴۹۸)

اب مرزا صاحب کو مسیح ابن مریم بنایا گیا جس کا انھوں نے اپنی مختلف کتابوں میں دعویٰ کیا، لیکن ان کے آنے سے اسلام جمیع آفاق واقطار میں تو نہ پھیلا البتہ قادیان میں سمٹ کر رہ گیا، کیونکہ مرزا صاحب کے اس دنیا میں مسیح ابن مریم بن کر آنے سے دنیا کے نوے کروڑ مسلمان جو پہلے مسلمان تھے لیکن اب مرزا صاحب کی نبوت پر نہ لائے یکا یک مسلم کافر ہو گئے، ان میں صرف وہ چند لوگ مسلمان رہ گئے جو مرزا صاحب پر ایمان لائے تھے۔ گویا مرزا صاحب اسلام میں اضافہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ کفر میں اضافہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے خود یہ تسلیم کیا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں مسلمانوں کی تعداد ۹۰ کروڑ تھی۔ (تحفہ گولڑویہ: ص ۱۰۸)

پھر خود ہی اس بات کی تردید کر دی کہ اس عقیدہ کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ (نہیں بلکہ ۹۰ کروڑ۔ ظفر) مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہو چکے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ: ص ۹۴) کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک نزول مسیح کا عقیدہ کوئی ایمانیات کا جزو یا ہمارے

دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشین گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں''۔

(ازالۂ اوہام: ص۱۴۱/۶۲)

پھر اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا:

''قرآن شریف میں مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے''۔ (ایام صلح ص۱۴۶، ازالۂ اوہام: ص۱۴۲)

لیکن براہین احمدیہ میں اس بات کا اقرار خود ہی کیا کہ ''جب حضرۃ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا''۔ (ص۴۹۸)

اس سے اور زیادہ عجیب بات یہ ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب نے لکھا:

''اے برادران دین وعلماء! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں''۔ (ازالۂ اوہام: ص۱۹۰)

اسی کتاب میں ایک اور صفحہ پر لکھا:

''میں نے صرف مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں''۔ (ازالہ اوہام: ص۱۹۹)

لیکن دوسرے ہی سانس میں یہ لکھ دیا کہ:

''واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پاچکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔ (ازالۂ اوہام: ص۴۱۴)

ایک اور کتاب میں یہ لکھ دیا کہ:

''پس اب قیامت تک کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں مسیح موعود ہوں کیونکہ اب مسیح موعود کی پیدائش اور اس کے ظہور کا وقت گزر گیا''۔ (تحفہ گولڑویہ: ص۲۵۲)

کہا جا رہا ہے کہ ''اس عاجز نے مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں''۔ (ازالہ اوہام: ص۱۹۰)

حالانکہ خود کئی جگہوں پر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، گویا آپ خود بھی کم فہم تھے اور ان کی پوری جماعت انہیں مسیح موعود ہی کہتی اور لکھتی ہے اور خود انھوں نے اپنی زندگی میں اپنی کتابوں پر مسیح موعود ہی لکھوایا۔ یہ کتنا تضاد ان کی زندگی میں ان کے قول و عمل میں تھا۔

مرزا صاحب کا یہ طریقہ رہا ہے کہ انھوں نے بعض دفعہ تو مختلف انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اور خاص طور پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑے اچھے الفاظ لکھے، ان کے اخلاق اور چال چلن کی بہت تعریف کی، لیکن ان کے دعویٰ نبوت کرنے کے بعد جب بھی کسی نے ان کے اپنے اخلاق، رویہ، وطیرہ اور چال چلن کے بارے میں کچھ کہا تو انھوں نے وہ اخلاقی نقص جو ان کی اپنی ذات میں انگریزوں کی غلامی اور دنیا داری میں انہماک کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا، مختلف انبیاء علیہم السلام کے ذمہ بھی اس نقص کو لگا دیا۔ چنانچہ ایک جگہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا:

''حضرت مسیح خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے، پھر کیونکر ان کی طرف کوئی غرور آمیز لفظ کہ جس میں اپنی شیخی اور دوسرے کی توہین پائی جاتی ہے، منسوب کیا جائے''۔ (مقدمہ براہین احمدیہ: ص۱۰۴ حاشیہ)

لیکن پھر صاف لفظوں میں اسی حضرت مسیح کے بارے میں لکھ دیا:

''مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، شرابی نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کی دعویٰ کرنے والا''۔ (نور القرآن جلد: ص۱۲)

ایک جگہ انہی سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ لکھا:

''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم: ص۷ حاشیہ)

لیکن اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھا:

"حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے، پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں"۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص ۶۸)

عقل حیران ہو جاتی ہے جب انسان ایک ہی موضوع پر مرزا صاحب کے دو متضاد بیان پڑھتا ہے۔ بعض بیانات تو خود ان کے اپنے عقائد کے خلاف ہوتے ہیں، مثال کے طور پر مرزا صاحب اس بات کے سخت خلاف ہیں اور کسی صورت میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اس بات کا انھوں نے اپنی کئی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اس کے برعکس مرزا صاحب نے لکھا:

"خدا نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا"۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ۶۸ و مثلہ ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۲۲۱، رُوحانی خزائن: جلد ۱ ص ۳۹۸)

لیکن پھر اس کے برخلاف سیدنا مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا بتایا۔ چنانچہ لکھا:

"حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ ۲۲ برس تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے"۔ (ازالۂ اوہام ص ۳۰۳ حاشیہ، چشمۂ مسیحی ص ۲۶)

اور بھی کئی کتابوں میں مرزا صاحب نے یوسف نجار کو مسیح علیہ السلام کا باپ بتایا ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے اور اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ مسیح علیہ السلام کا نزول آسمان سے ہوگا۔ چنانچہ ایک کتاب میں لکھا کہ:

"ہاں بعض احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے، لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پایا جاتا کہ ابن مریم کا نزول آسمان سے ہوگا"۔ (حمامة البشریٰ: ص ۷۷)

لیکن پھر ایک اور کتاب میں خود ہی اس کے خلاف ان لفظوں لکھ دیا کہ:

"صحیح مسلم کی حدیث میں جو لفظ موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد ہوگا"۔ (ازالۂ اوہام: ص ۳۶)

پھر اسی کتاب میں ایک اور صفحہ پر یہ لکھ دیا:

"ایک پرانا خیال جو دل میں جما ہوا ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اس خیال کو اس طرح پر سمجھ لیا گیا ہے کہ گویا سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم

رسول اللہ جن پر انجیل نازل ہوئی تھی، کسی زمانہ میں اتریں گے حالانکہ یہ ایک بھاری غلطی ہے''۔ (ازالۂ اوہام: جلد۲ ص۴۴۵)

براہین احمدیہ میں لکھا کہ:

''حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا، یہ سب ان پر تہمتیں ہیں''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ: جلد۵ ص۲۳۰)

اور پھر ساتھ ہی اس کے خلاف یہ بھی لکھ دیا کہ:

''بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے، وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں''۔ (توضیح مرام: ص۳)

اس میں مرزا صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں میں مسیح علیہ السلام کا اس جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جانا بیان کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں پھر وہ حیات مسیح کا کس منہ سے انکار کرتے ہیں۔ یہی حال ان کا گالیاں دینے کے بارے میں تھا، مرزا صاحب نے کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ گالی دینا اچھا کام نہیں، چنانچہ لکھا ہے:

''گالی دینا اور بدزبانی طریق شرافت نہیں''۔ (اربعین نمبر۴، ضمیمہ نمبر۵)

ایک اور کتاب میں لکھا:

''میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی نہیں دی''۔ (مواہب الرحمٰن: ص۱۸)

ایک اور کتاب میں لکھا:

''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہے''۔ (کشتی نوح: ص۱۱)

لیکن اس کے برعکس مختلف لوگوں کو اتنی گالیاں دیں کہ ''مغلظات مرزا'' کے عنوان سے لوگوں نے کتابیں لکھیں جن میں حروف ابجد کے لحاظ سے ان کی گالیوں کو جمع کیا گیا۔ چند ایک نمونے کے طور پر درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ:

''جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا سو سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے''۔ (انوار الاسلام: ص۳۰)

۲۔ ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

''اے بدذات فرقۂ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ و گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم: ص۲۱)

۳۔ ''ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیاں ہیں''۔

(ترجمہ نجم الہدیٰ: ص۵۳)

۴۔ ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ:

''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان دوستی اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے مصارف سے نفع حاصل کرتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ (نبوت) کی تصدیق کرتا ہے، مگر کنجریوں کی اولاد نہیں مانتی''۔ (آئینہ کمالات اسلام: ص۵۴۷)

اس میں دنیا کے ہر اس مسلمان کو مرزا صاحب نے گالی دی ہے جو انہیں نبی اور مسیح موعود نہیں مانتا۔ قول وعمل کا یہ تضاد قادیانیوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے اگرچہ کافی ہے، لیکن جو آنکھیں ازل ہی سے بند ہیں ان کو کون کھول سکتا ہے؟

بعض تضادات مرزا صاحب کی کتابوں میں جہالت کی وجہ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم ﷺ کو لڑکے بھی عطا فرمائے اور لڑکیاں بھی لیکن تمام لڑکے شیر خوارگی کی حالت میں انتقال کر گئے، لیکن لڑکیاں جو کہ تعداد میں چار تھیں، بڑی عمر تک زندہ رہیں۔ ان سے اولاد بھی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے لڑکے بھی عطا فرمائے جیسے قاسم، عبداللہ، ابراہیم (رضی اللہ عنہم) اپنے بیٹے قاسم کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی، لیکن مرزا صاحب کی جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ لکھتے ہیں:

''دیکھو ہمارے پیغمبر خداؐ کے ہاں ۱۲ لڑکیاں ہوئیں۔ آپ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہیں ہوا''۔ (ملفوظات جلد ۶: ص۵۷)

پھر اپنی ایک کتاب میں اس کے بالکل خلاف یہ لکھ دیا:

''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔(چشمہ معرفت جلد۲ص ۲۸۶،تجلیات الٰہیہ: ص ۳۰)

اوپر والی عبارت میں لکھا کہ ۱۲ لڑکیاں ہوئیں، لڑکا کوئی نہیں پیدا ہوا اور نیچے والے اقتباس میں کہا کہ گیارہ لڑکے ہوئے۔ یہ جھوٹ بھی ہے اور تضاد بھی۔ اب ایسی متضاد باتیں یا تو کوئی جاہل یا پاگل انسان یا پھر منافق اور بے دین شخص ہی لکھ سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ:

''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق''۔(ست بچن: ص ۳۱)

اب ایک طرف تو مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی غلطی نہیں کرنے دیتا۔(نورالحق جلد: ص ۲۷۲)

اور دوسری طرف وہ اتنی بڑی غلطیاں کرتے ہیں کہ ایک صحیح ہوش وحواس رکھنے والا اور علم آشنا انسان ایسی غلطیاں نہیں کر سکتا۔ اس لیے ان کے قلم سے یہ سچی بات نکل ہی گئی کہ:

''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس شخص کی حالت ہے جو ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔(حقیقت الوحی: ص ۱۴۸)

اس کی ایک اور مثال ذہن میں رکھیں۔ دنیا میں کل کتنے مسلمان ہیں؟ اس کے بارے میں مرزا صاحب کی معلومات کا اندازہ فرمائیں کہ کتنی درست ہیں اور ان کی مدح و ستائش میں سر دُھنیے کہ چودھویں صدی کا مسیح موعود کیسی صحیح خبریں دیتا ہے کیا انبیاء کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

''تحقیقات کی رو سے یہی صحیح تعداد مسلمانوں کی ہے یعنی نوے کروڑ مسلمانوں کی مردم شماری بات صحت کو پہنچتی ہے''۔(تحفہ گولڑویہ: ص ۱۰۸)

اس کتاب کا سن تالیف ۱۹۰۲ء ہے جبکہ اس سے قبل ۱۸۹۵ء کی تالیف میں لکھتے ہیں:

''سو وہ جناب سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کی امت کی تعداد انگریزوں نے سرسری مردم شماری بیس کروڑ لکھی تھی مگر جدید تحقیقات کی رو سے معلوم ہوا ہے کہ

دراصل مسلمان روئے زمین پر چورانوے (۹۴) کروڑ ہیں''۔ (ست بچن: ص ۶۷)

ایک اور کتاب میں لکھا:

''اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں''۔

(نور القرآن جلد ۱: ص ۱۰ حاشیہ)

لیکن ان سب عبارتوں کے خلاف اپنی ۱۹۰۸ء کی تالیف میں لکھا:

''کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے''۔ (پیغام صلح: ص ۳۴ تالیف ۱۹۰۸ء)

یہ چند ایک تضادات ہیں جو مرزا صاحب کی کتابوں سے ہم نے نقل کیے ہیں، وگرنہ اس قسم کے سینکڑوں تضادات ان کی کتابوں میں سے اکھٹے کیے جاسکتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پوری زندگی اضداد کا مجموعہ تھی۔ چونکہ وہ آہستہ آہستہ اپنے عقائد و نظریات بدلتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی تحریرات مجموعۂ اضداد تھیں اور تناقضات کا ایک انبار ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ایک دفعہ لکھا تھا:

''آزاد نظم اور مرزا قادیانی کی نبوت دونوں میری سمجھ سے بالاتر ہیں''۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ ایسی اوٹ پٹانگ قسم کی ایک عبارت بطور الہام مرزا صاحب اپنی کسی کتاب میں نقل کر دیتے پھر مختلف واقعات پر اس کو چسپاں کرتے رہتے۔ بعض دفعہ ایک الہام کئی لوگوں پر چسپاں کیا گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب کا ایک الہام ہے: ''شاتان تذبحان و کل من علیها فان''۔ اس الہام کو مرزا احمد بیگ (والد محمدی بیگم) اور مرزا سلطان بیگ (شوہر محمدی بیگم) پر منطبق کیا گیا۔ پھر یہی الہام مولوی عبداللطیف قادیانی اور عبدالرحمٰن قادیانی جنہیں ارتداد کے جرم میں افغانستان میں سنگسار کیا گیا تھا، پر منطبق کیا گیا۔

(ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم: ص ۵۷ و تذکرۃ الشہادتین ص ۷۲ و مجموعہ اشتہارات جلد ۳: ص ۵۰۲)

اسی قسم کی کچھ مثالیں ہم نے مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کے ضمن میں بھی دی ہیں کہ ایک پیشین گوئی کا مصداق کئی لوگوں کو بنایا گیا۔

مرزا صاحب کی تحریرات میں یہ تضادات صرف اس لیے تھے کہ ان کی نبوت کی ساری عمارت جھوٹ پر مبنی تھی اور جس بات کی بنیاد جھوٹ پر ہو وہ ساری بات ہی جھوٹ ہوتی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(آریہ دھرم حاشیہ: ص ۸)

مرزا صاحب کی موت:

مرزا صاحب قبول دعا اور مباہلہ وغیرہ کے لیے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چیلنج کرتے رہے کہ وہ آئیں اور مقابلہ کریں۔ اس چیلنج کو وہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقابلہ میں اتر آئے۔ مولوی صاحب مرحوم میدان میں کیسے آئے، اس کی تفصیل مرزا صاحب ہی نے یوں بیان کی ہے:

''میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ درخواست کرتا ہے کہ میں (ثناء اللہ) اس طور کے فیصلے کے لیے بدل خواہش مند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی ہی میں مر جائے۔ پس ہمیں کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں کیونکہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لیے کافی ہے، مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی بیماری سے تاکہ ایسی کارروائی حکام کے لیے تشویش کا موجب نہ ٹھہرے اور ہم یہ بھی دعا کرتے رہیں گے کہ ایسی موتوں سے فریقین محفوظ رہیں۔ صرف وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے۔

(اعجاز احمدی: ص ۱۴۔۱۵)

مرزا صاحب نے اس تحریر میں چیلنج بھی قبول کر لیا (ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لیے کافی ہے) اور موت کی صورت بھی متعین کر دی یعنی بیماری اور پھر سلسلۂ دعا کا آغاز بھی ہو گیا۔

''ہم دعا کرتے رہیں گے کہ وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے''۔ اگرچہ مرزا صاحب نے یہ شرط عائد کی کہ چیلنج ایک پوسٹر کی صورت میں ہونا چاہیے جس کے نیچے پچاس آدمیوں کے دستخط ہوں۔ ایسا کوئی اشتہار نکلا یا نہیں؟ کچھ علم نہیں لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم کے اس ارادے ہی کو کافی سمجھا اور کہا:

''مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کے لیے چیلنج کروں یا ان کے بالمقابل مقابلہ کروں۔ ان کا اپنا مباہلہ جس کے لیے انھوں نے مستعدی ظاہر کی ہے میری صداقت کے لیے کافی ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب رہا تو میری جماعت کو چاہیے جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے کہ سب مجھ سے بیزار ہو کر الگ ہو جائے کیونکہ جب خدا نے مجھے جھوٹا قرار دے کر ہلاک کیا تو میں جھوٹے ہونے کی حالت میں کسی پیشوائی اور امامت کو نہیں چاہتا بلکہ اس حالت میں ایک یہودی سے بھی بدتر ہوں اور ہر ایک کے لیے جائے ننگ۔

''اور جو شخص ایسے چیلنج سے فتنہ کو فرو کرے گا بشرطیکہ وہ صادق نکلے، صفحۂ روزگار میں بڑی عزت کے ساتھ اس کا نام منقوش رہے گا اور جو شخص دجال، بے ایمان، مفتری ہوگا، اس کی ہلاکت سے دنیا کو راحت ملے گی''۔ (اعجاز احمدی: ص ۱۶)

اسی سلسلہ میں مرزا صاحب نے رب العرش کو یوں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''یا الٰہی! تو ہمارے کاروبار کو دیکھ رہا ہے، اور تیری عمیق نگاہوں سے ہمارے اسرار پوشیدہ نہیں۔ تو ہم میں اور مخالفوں میں فیصلہ کر دے۔ اور وہ جو تیری نظر میں صادق ہے اس کو ضائع مت کر کہ صادق کے ضائع ہونے سے ایک جہان ضائع ہوگا''۔

''اے میرے قادر خدا! تو نزدیک آجا اور اپنی عدالت کی کرسی پر بیٹھ اور یہ روز کے جھگڑے قطع کر۔ کیوں کر میرا دل قبول کرے کہ تو صادق کو ذلت کے ساتھ قبر میں اتار دے گا۔ اور اوباشانہ زندگی والے کیوں کر فتح پائیں گے۔ تیری ذات کی مجھے قسم ہے کہ تو ہرگز ایسا نہیں کرے گا''۔ (اعجاز احمدی: ص ۱۶۔۱۷)

پوسٹر نکلا یا نہیں، ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ مرزا صاحب کی

دعا کا تیر نکل چکا تھا۔ ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۷ء کے درمیانی عرصہ میں دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخبار ''اہل حدیث'' میں لکھتے اور مرزا صاحب اپنے اخبارات میں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس عرصہ میں مرزا صاحب کے خلاف بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں مرزا صاحب کو کذاب اور دجال ثابت کیا۔ ان کی نبوت کے ایک ایک بخیے کو ادھیڑا، تقریروں میں، تحریروں میں، مناظروں میں غرضیکہ ہر لحاظ سے ان کی مخالفت کی یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مرزا صاحب پر تنگ ہو گئی۔ مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کارروائیوں سے بہت تلملائے اور مضطرب ہوئے۔ جب انہیں محسوس ہوا کہ ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا ہے تو ۱۹۰۷ء میں انھوں نے مجبوراً ایک کھلا خط مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا جس میں صاف طور پر لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا اور کذاب سچے اور صادق کی زندگی میں انسانی ہاتھوں سے نہیں بلکہ طاعون ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے اس دنیا کو خالی کر جائے''۔ مرزا صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہمارے خیال میں تو انھوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کی تحریروں سے تنگ آ کر لکھا جیسا کہ خود انھوں نے اس کھلے خط میں تسلیم کیا ہے لیکن ان کے اخبار ''البدر'' میں شائع شدہ مرزا صاحب کی ڈائری میں یہ فقرہ بھی موجود ہے کہ ''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی''۔ (بدر قادیان ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء)

اس کھلے خط میں کوئی شرط نہ تھی۔ نہ اشتہار کی اور نہ اس چیلنج کو قبول کرنے کی، صرف ایک شرط تھی کہ جھوٹا انسانی ہاتھ سے ہلاک نہ ہو بلکہ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے ہلاک ہو''۔

۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد نے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم کو جو خط لکھا وہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں: ''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ'' کے عنوان سے نقل کیا ہے۔ جس میں دعا کے طور پر یہ فیصلہ چاہا کہ اے اللہ! جو تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہے وہ سچے کی زندگی میں طاعون اور ہیضہ جیسی مہلک بیماریوں سے مر جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مولانا

ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مرزا آنجہانی کو ہیضہ کی مہلک بیماری سے مار کر تمام دنیا کو بتا دیا کہ وہ مفسد اور کذاب تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کا وہ اشتہار ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی عبارت سے ہی ہر بات عیاں ہو جائے گی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب (امرتسری) کے ساتھ آخری فیصلہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یستنبؤنك أحق ھو قل ای و ربیّ انّہ الحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب! السلام علی من اتبع الھدیٰ

مدت سے آپ کے پرچہ "اہلحدیث" میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا ہے اور صبر کرتا رہا، مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون اور ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا

کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشین گوئی نہیں، محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد و کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین!

میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا، مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اور انھوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت: لاتقف مالیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا اور دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے

برابر ہو، مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر، آمین ثم آمین!

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين، آمين!

بالآخر سولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الرّاقــــم

عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد المسیح الموعود عفاہ اللہ وایدہ

مرقوم ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ روز دوشنبہ

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۱۲۰)



ہماری دیگر کتابیں

امام شامل	ڈاکٹر محمد حامد	110/-
اسلام کا سیاسی نظام	خدا بخش کلیار	200/-
اسلام اور فنون لطیفہ	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	100/-
اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور	مولانا امیر الدین مہر	400/-
استحکام پاکستان	کے ایم اعظم	160/-
امتحان میں کامیابی کے زرّیں اُصول	خواجہ ولید سالک	100/-
ابن بطوطہ ہوا کرے کوئی (سفر نامہ)	ڈاکٹر صہیب حسن	200/-
آب زم زم، غذا، دوا اور شفا	ڈاکٹر خالد جاد	
بلغ العلیٰ بکمالہ (منظوم سیرت)	خورشید ناظر	590/-
تذکار قرا	ڈاکٹر قاری محمد طاہر	275/-
تعلیمی انسائیکلوپیڈیا	نعمان طارق	275/-
تاریخ تدوین سنت	ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب	475/-
حیرت کدہ	عبداللہ طارق سہیل	250/-
داستانِ اندلس	محمد احسن خان	175/-
دروس سیرت	ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی	475/-
دنیائے اسلام میں سائنس وطب کا عروج	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی	240/-
داستان اقبال	ڈاکٹر صابر کلوری	350/-
سیرت رحمت عالمؐ	ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، مترجم: خدا بخش کلیار	500/-
سائنس قرآن کے حضور میں	طارق اقبال سوہدروی	170/-
سیرت رسولؐ قرآن کے آئینے میں	ڈاکٹر عبدالغفور راشد	200/-

سیرۃ البخاریؒ (عام) (صدی ایڈیشن)	مولانا عبدالسلام مبارکپوری	400/-
سیرۃ البخاریؒ (اعلیٰ) (صدی ایڈیشن)	تخریج: ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی	500/-
سیرت امیر معاویہؓ	پروفیسر حافظ اظہر محمود	475/-
صحابہ کے سوال نبی رحمتؐ کے جواب	سلمان نصیب دحدوح	365/-
عہد بنواُمیہ میں محدثین کی خدمات	ڈاکٹر سیّد عبدالغفار بخاری	750/-
عورت عہد رسالت میں	عبدالحلیم ابوشقہ۔ مترجم: محمد فہیم اختر ندوی	375/-
علوم اسلامیہ اور مستشرقین	ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی	475/-
عجائباتِ حرمین اور مناسک حج وعمرہ	رمیض احمد ملک	200/-
فتنہ رسومات (پنجابی شاعری)	مرزا عزیز فیضانی دارا پوری	50/-
قرآن ناطق	سرجیت سنگھ لامبہ	140/-
معارف خطبات اقبال	ڈاکٹر محمد آصف اعوان	350/-
مقام صحابہ اور سیّدنا معاویہؓ	پروفیسر حافظ اظہر محمود	300/-
ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم بنت بابر شاہ	100/-
☆ تلخیص ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزادؒ	425/-
حصن المسلم (کلاں)	سعید بن علی بن وھف القحطانی	70/-
حصن المسلم (پاکٹ)	سعید بن علی بن وھف القحطانی	40/-
☆ حوالہ (56) قرآنِ مجید	16 سطری حمائل	90/-
☆ حوالہ (556) قرآنِ مجید	16 سطری کلاں	170/-
الاذکار (رنگ بائنڈنگ)	حصن المسلم سے انتخاب	60/-
پارہ نمبر 1، پارہ نمبر 30	9 لائن موٹے حروف والا	20/-
یٰسٓ	موٹے حروف	20/-
اسلام پیغمبر اسلامؐ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر	ڈاکٹر سید عبدالقادر جیلانی	300/-
الموسوعۃ القضائیہ (اُردو ایڈیشن)	رسول کریم کے عدالتی فیصلوں کا مستند مجموعہ	350/-

☆ الموسوعۃ القضائیہ (عربی ایڈیشن)	نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن	300/-
بطل حریت ۔ فقیر آف اپی	ڈاکٹر فضل الرحمٰن	
پردہ اُٹھادوں اگر چہرۂ الفاظ سے......	ڈاکٹر ف ۔ عبدالرحیم	100/-
تبسم برطرف	محمد اکرم سرا	120/-
تاریخ اسلام کی عظیم شخصیات	ناعمہ صہیب	500/-
جادۂ نسیاں (خاکے)	حکیم سیّد محمود احمد برکاتی	225/-
حیات مسیح اور ختم نبوت	نور محمد قریشی ایڈووکیٹ	90/-
دفاع پاکستان	اورنگ زیب علی باغسر	200/-
داعی اور دعوت کا انداز	مولانا عبدالمجید بکھراوی	140/-
دجال	امام ابن کثیرؒ	85/-
سرورِ دو عالم ﷺ	فضل کریم خاں درانی	90/-
سید مودودی سرحد میں	پروفیسر نور ور جان	100/-
سرزنش خار	وارث علوی	125/-
شہید قائد نے فرمایا!	ڈاکٹر قمر احسان کماپوری	60/-
کامیاب بیت بازی	ڈاکٹر محمود فیضانی	250/-
کلیسا سے واپسی	عبیداللہ عابد	160/-
مقالاتِ شاغف	ابوالاشبال شاغف بہاری	
نواب صدیق حسن خان کی خدمات حدیث	عتیق امجد	165/-

علمائے اسلام نے قادیانی فتنے کے خلاف ہر میدان میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ تحریری میدان میں بھی علماء کرام کی یادگار خدمات ہیں۔

ہمارے ملک کے مشہور عالم، فاضلِ اجل اور صاحب تحقیق مصنف جناب مولانا حکیم محمود احمد ظفر صاحب اہل علم حضرات میں مشہور اور معروف ہیں۔ کاروباری سلسلہ میں انھیں اکثر و بیشتر یورپی ممالک کا دورہ کرنا پڑتا ہے خصوصاً جرمنی میں ان کا زیادہ تر قیام رہتا ہے۔ وہاں پر قادیانیوں کی سرگرمیوں کو انھیں قریب سے دیکھنے کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ وہاں بسنے والے اکثر مسلمان اور خصوصاً عرب بھائی قادیانیوں کی اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اعمال و افعال کو دیکھ کر انھیں مسلمانوں کا ہی ایک گروہ سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں میں نماز جیسا اہم فریضہ بھی ان کے پیچھے ادا کرتے ہیں اور ان سے مسلمانوں والا معاملہ اور برتاؤ کرتے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف نے عرب بھائیوں کے لیے ایک مختصر مگر بڑا جامع معلوماتی رسالہ عربی میں تحریر فرمایا ہے جس کا نام "ماھی القادیانیة" رکھا ہے، اس میں انھوں نے واضح کیا ہے کہ یہ اپنے کفریہ عقائد اور دعاوی کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی دشمن جماعت ہے جو دشمنان اسلام امریکہ اور اسرائیل کی ایجنٹ ہے۔ محض اپنے ظاہری اعمال اور اپنے نام "جماعت احمدیہ اسلامیہ" سے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ عربی میں یہ رسالہ بڑا مفید ہے جس میں قادیانیوں کی اپنی اصلی تحریرات سے ان کے حقیقی چہرہ کو بے نقاب کر کے ان کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے۔

حکیم صاحب کی یہ کاوش "قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت" ایک قابل دید اور قابل داد تصنیف ہے۔ اندازِ تحریر بڑا سلیس اور دلنشین ہے۔ ہر بات دلیل سے پیش کی ہے۔ حوالہ جات تمام مستند ہیں۔ ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے ادبی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ



اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 021-32212991, 32633887

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیان کتب خانہ جات
الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان
فون: 042-37320318، فیکس: 042-37239884
